يا الله جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)
اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسئلة الإشارة بالسبابة فی التشهد فی الصلاة

تصنیف

پیر طریقت رہبر شریعت
شیخ القرآن والحدیث
صاحبزادہ الشیخ السید عبد الحق شاہ
الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی
النقشبندی الجشتی القادری السہروردی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ
فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: مسئلة الإشارة بالسبابة في التشهد في الصلاة

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: جون ۲۰۲۴ء بمطابق ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ

طباعت ثانی:

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ اسلامیہ عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
جان محمد کلمتی ویلج، نزد دیوان سیمنٹ فیکٹری، گھر پھاٹک، سسی پلیجو ٹول پلازہ، نیشنل ہائی وے، کراچی

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی نور قلوب العارفین بنور المعرفة والایقان وزیّن صدور العاشقین بالھدایة الی صراط الحق والایمان وشرّف عبادہ المؤمنین بمتابعة الشریعة واقتفاء سیّد الانس والجان ونزّل الصّحف والتوراة والانجیل والزّبور والفرقان وحرّم الاشارة الیہ تنزیھا عن الجھات والمکان وکرّم عبادہ الذین بذلوا جھدھم فی توضیح مالنا وماعلینا من الاحکام واعرضوا عن الشکوک والاوھام النفسیّة بمناسخة کلام الخیر وخیر الکلام فاضحوا سبیل الرشاد بنبراس الھدایة والسداد واقاموا لِواء الشریعة المطھرة لترصص المعاش ونجاة المعاد والصلوٰة والسلام علی من لولاہ لماسطحت الاراضی والافلاک بل لما صفحت مدارک الادراک بل الادراک وعلی اٰلہ واصحابہ ماتلألأ القمران بین السمک والسماک۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امابعد!

اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ کئی سالوں سے نماز میں قعدہ کی حالت میں مسبحہ سے غیر اللہ کی نفی اوروحدانیت کے اثبات کیلئے اشارہ کرنے کے بارے میں مثبتین اورنافین کی جانب سے رسالے لکھ چکے ہیں مثبتین اسے مستحب وسنت کہتے ہیں اورنافین اسے نہ کرنا بہتر ومکروہ اور حرام بتاتے ہیں۔میں نے دیکھا ہے کہ مثبتین نافین پر سخت تنقید کرتے ہیں،اگر چہ مذاہب حقہ میں اس کیلئے امثال موجود ہے مثلاً علماء کرام تحریر فرماہیں کہ ہمارے احناف کے نزدیک متروک التسمیہ عمداً کھاناحرام ہے اور شوافع کے نزدیک حرام نہیں جس طرح اس مسئلے کا بیان کرنے والا مجرم اور قابل عتاب نہیں،اس طرح مسئلہ اشارہ کے بیان کرنے والے کوموجب تنقید بنانادرست نہیں مگر تحقیق کرناچاہیئے کہ اصل مسئلہ کس طرح ہے۔اسلئے میں نے مجبوراًاپنی استعداد کے مطابق کچھ لکھناضروری سمجھا تاکہ اس وعید سے بچوں کہ حضورعلیہ السلام سے نور الانوار ص۲۱۹ پر منقول ہے: الساکة عن الحق شیطان اخرس کہ حق بیان کرنے سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

اورناظرین کرام کی خدمت میں عرض بلب ادب یہ ہے کہ خذماصفاودع ماکدر یعنی صحیح بات کو لے لیں اور غیر صحیح بات کو چھوڑ دیں۔اور غلطی کواس پر محمول کریں کہ مجتہد کبھی حق کو پہنچتاہے اور کبھی غلطی کاشکار ہوتاہے توپھر ہم جیسے کم علم پندرھویں صدی والے اگر غلطی کاشکار ہوجائیں توکوئی عجیب بات نہیں۔

طریقہ کار:

عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ لَهُ: "كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عُرِضَ عَلَيْكَ قَضَاءٌ؟ قَالَ: أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ: بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ؟ قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي لَا آلُو، قَالَ: فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ" وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللهِ۔

ترمذی وابوداود ودارمی نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہا فرمایا کہ جب تمھارے سامنے کوئی معاملہ پیش آئے گا تو کس طرح فیصلہ کروگے عرض کی کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو کیا کروگے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ فیصلہ کروں گا فرمایا اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ پاؤ تو کیا کروگے عرض کی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اجتہاد کرنے میں کمی نہ کروں گا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور یہ کہا کہ حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جس نے رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فرستادہ کو اُس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) راضی ہے۔[1]

حدیث مذکورہ کے مطابق پہلی آیات قرآنی:

۱۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿المؤمنون ۲﴾

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

۲۔ خشوع کا اصطلاحی معنیٰ: علامہ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری المتوفیٰ ۴۶۵ھ لکھتے ہیں کہ خشوع کا معنیٰ ہے حق کی اطاعت کرنا۔

محمد بن علی الترمذی نے کہا کہ خاشع وہ شخص ہے جس کی شہوت کی آگ بجھ گئی ہو اوراس کے سینے میں غضب کا دھواں ٹھنڈا ہو چکا ہو اس کے دل میں اللہ کی تعظیم کا نور روشن ہو اوراس کے اعضاء سے تواضع ظاہر ہو۔[2]

علماء نے اختلاف کیا کہ خشوع افعال قلوب میں سے ہے یا افعال جوارح یعنی اعضائے ظاہری میں سے ہے اور لغت میں خشوع کے معنیٰ سکون وتواضع وتذلل کے ہیں اورابن کثیر نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خشوع رکھنے والے یعنی خوف وسکون رکھنے والے ہیں۔[1]

---

[1] (مشکوٰۃ ص ۳۲۴ باب العمل فی القضاء الفصل الثانی)

[2] (تبیان ج۷ ص ۱۴۳)

۳۔ نماز میں خشوع:

اصطلاح میں خشوع یہ ہے کہ دل میں بھی سکون ہو اور اندا موں میں بھی سکون ہو۔[2]

۴۔ خشوع:

بالتحقیق ان مسلمانوں نے (آخرت) میں فلاح پائی جو (تصحیح عقائد کے ساتھ صفات ذیل کے ساتھ بھی موصوف ہیں یعنی وہ) اپنی نماز میں (خواہ فرض ہو یا غیر فرض) خشوع (خضوع) کرنے والے ہیں۔

فائدہ اول: خشوع کی تحقیق ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو بھی قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے۔ اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے۔[3]

۵۔ وبإسناده عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله تَعَالَى {قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ} يَقُول قد فَازَ وَنَجَا وَسعد الموحدون بتوحيد الله أُولَئِکَ هم الوارثون الْجنَّة دون الْكفَّار وَيُقَال قد فَازَ وَنَجَا الْمُؤْمِنُونَ المصدقون بإيمَانهمْ والفلاح على وَجْهَيْن نجاح ثمَّ ذكر نعت الْمُؤمنِينَ فَقَالَ {الَّذين هُمْ فِي صَلاَتِهِمْ خَاشِعُونَ} مخبتون متواضعون لَا يلتفتون يَمِينا وَلَا شمالاً وَلَا يرفعون أَيْديهم فِي الصَّلَاة۔

یعنی موحدین بتوحید اللہ تعالیٰ تحقیق کامیاب ہوئے اور نجات والے اور سعادت مند ہوئے اور جنت کے وارثین یہی لوگ ہیں کافر نہیں۔ اور کہا جاتا ہے یقیناً کہ مؤمنون تصدیق کرنے والوں نے نجات پائی۔ کامیابی دوطرح کی ہے کامیابی اور بقا۔ پھر مؤمنون کی صفت بیان کی (الَّذين هُمْ فِي صَلاَتِهِمْ خَاشِعُونَ (مخبتون متواضعون کہ جانب راست وچپ کو نہیں دیکھتے اور نمازوں میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔[4]

۶۔ وقال مجاهد والزهري: الخشوع: سكون الأطراف في الصلاة۔

وعن ابن عباس: خاشعون, خائفون ساكنون۔

یعنی مجاہد اور زہری فرماتے ہیں کہ خشوع نماز میں اطراف کا سکون ہی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خاشعون خوف کرنے والے اور سکون کرنے والے۔[5]

---

1 (تفسیر مواہب الرحمٰن ج۶ ص۳)

2 (معارف القرآن پشتو ج۶ ص ۱۰ مؤلفہ مفتی مولانا محمد شفیع)

3 (تفسیر بیان القرآن مؤلفہ اشرف علی تھانوی)

4 (تفسیر ابن عباس ص ۲۱۱-۲۱۲ فاروقی ملتان)

5 (الهداية إلى بلوغ النهاية في علم معاني القرآن وتفسيره، وأحكامه، وجمل من فنون علومه ج۵ ص ۴۷ أبو محمد مكي بن أبي طالب حَمّوش بن محمد بن مختار القيسي القيرواني ثم الأندلسي القرطبي المالكي (المتوفى: 437هـ) دار العلميه بيروت)

۷۔ جسم کا خشوع یہ ہے کہ جب وہ اس کے سامنے جائے تو سر جھک جائے اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں، نگاہ پست ہو جائے آواز دب جائے اور ہیبت زدگی کے وہ سارے آثار اس پر طاری ہو جائیں جو اس حالت میں فطرتاً طاری ہو جایا کرتے ہیں جبکہ آدمی کسی زبردست با جبروت ہستی کے حضور پیش ہو۔

نماز میں خشوع سے مراد دل اور جسم کی یہی کیفیت ہے اور یہی نماز کی اصل روح ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور ساتھ داڑھی کے بالوں سے کھیلتا جاتا ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم پر بھی خشوع طاری ہوتا۔ آگے لکھتا ہے حکم یہ ہے کہ نماز کا ہر فعل پوری طرح سکون اور اطمینان سے ادا کیا جائے۔[1]

۸۔ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کیا کہ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿مومنون ۲﴾ سے مراد ہے کہ وہ ڈرنے والے اور (نماز میں) پر سکون ہوتے ہیں۔ عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم نے زہری سے دریافت کیا کہ۔۔۔ یعنی نماز میں خشوع سے مراد آدمی کا اپنی نماز میں پر سکون رہنا ہے۔[2]

۹۔ والخشوع في الصلاة: هو حضور القلب بين يدي الله تعالى، مستحضرا لقربه، فيسكن لذلك قلبه، وتطمئن نفسه، وتسكن حركاته۔

یعنی نماز میں خشوع اللہ تعالیٰ کے سامنے دل کا حضور ہے آپ کے قرب کو حاضر ہو اس لئے اس کے دل ساکن اور اس کا نفس مطمئن ہو اور اس کے حرکات ساکن ہوں۔[3]

۱۰۔ عبارة الكرخي قوله (ای بہ جلالین) قاله مقاتل أو خاضعون بالقلب ساكنون بالجوارح۔

تواضع کرنے والے ہوتے ہیں اس کو مقاتل نے کہا یا دل میں خوف کرنے والے اور جوارح میں سکون کرنے والے ہوتے ہیں۔[4]

۱۱۔ عن اسماء بنت ابی بکر عن أم رومان والدة عائشة قالت رانی أبو بكر الصديق أتميل في صلاتى فزجرنى زجرة كدت انصرف من صلاتى قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إذا قام أحدكم في الصلاة فليسكن أطرافه لا يتميل تميل اليهود فان سكون الأطراف في الصّلوة من تمام الصّلوة- 12 ازالة الخفا منه رح۔

---

[1] (تفسیر تفہیم القرآن ج۳ ص ۲۶۱ مؤلفہ مودودی ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

[2] (تفسیر درمنثور لجلال الدین السیوطی رحمہ اللہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی ج۶ ص ۹۶-۹۷)

[3] (تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان، عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله السعدي (المتوفى: 1376هـ)، الناشر: دار ابن حزم بيروت ص ۵۲۰)

[4] (حاشية الجمل على الجلالين ج۳ ص ۱۸۳ مؤلفہ سيمان الجمل رحمہ اللہ المتوفى ۱۲۰۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے کہا کہ خشوع سکون ہے اور ہیئت حسنہ ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے نماز میں تمایل کرتے ہوئے دیکھا تو ایسے سختی سے منع کیا اور جھڑکا کہ قریب تھا کہ میں نماز چھوڑدوں فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جب تم نماز ادا کرتے ہو تو اپنے اندموں کو ساکن رکھو اور یہودیوں کی طرح تمایل نہ کرو اس لئے کہ نماز میں اطراف کو ساکن کرنا نماز مکمل کرنا ہے۔[1]

۱۲۔الخشوع التذلل مع خوف وسکون للجوارح، ولذاقال ابن عباس فیمارواہ عنہ ابن جریر وغیرہ خاشعون خائفون ساکنون۔

یعنی خشوع تابعداری کے ساتھ ڈرنا اور سکون جوارح واطراف ہے اسلئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کو ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا کہ خاشعون کا معنی ڈرنے والے اور سکون کرنے والے ہوتے ہیں۔[2]

۱۳۔لَا یرفعون أَیْدیهم فِي الصَّلَاة۔

یعنی نماز میں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے۔[3]

۱۴۔والخشوع التطامُنُ، وسكونُ الأعضاءِ، والوقارُ، وهذا إنَّما يظهر في الأعضاء مِمَّنْ في قلبه خوف واستكانة لأَنَّه إذا خشع قلبُه خشعت جوارِحُه۔

یعنی خشوع اعضاء کا وقار اور سکون کے ساتھ تھامنا ہے یہ کیفیت ان لوگوں میں ظاہر ہوتی ہے جن کے دل میں خوف اور تابعداری ہو اسلئے کہ جب اس کے دل میں خشوع ہو تو جوارح میں خشوع ہو گا۔[4]

۱۵۔{خَاشِعُونَ} خائفون، أو خاضعون، أو ساكنون۔

یعنی ڈرنے والے یا خضوع کرنے والے یا سکون کرنے والے۔[5]

۱۶۔حَقِيقَتُهُ السُّكُونُ: قَالَ مُجَاهِدٌ: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِذَا قَامَ يُصَلِّي كَأَنَّهُ عُودٌ مِنَ الْخُشُوعِ۔

---

[1] (التفسير المظهري المظهري، ص ۳۶۲-۳۶۳ قاضی محمد ثناءاللہ رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۲۵ حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

[2] (روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى: 1270هـ) ص ۵ ج۱۸ المكتبه الحقانيه ملتان)

[3] (ص ۲۱۲ تنوير المقباس من تفسير ابن عباس لعبد الله بن عباس - رضي الله عنهما - (المتوفى: 68هـ) فاروقی کتب خانہ ملتان)

[4] (ص ۱۷۴ ج ۲ الجواهر الحسان في تفسير القرآن، أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبي (المتوفى: 875هـ) دار لكتب العلميه - بيروت)

[5] (تفسير القرآن (وهو اختصار لتفسير الماوردي) أبو محمد عز الدين عبد العزيز بن عبد السلام بن أبي القاسم بن الحسن السلمي الدمشقي، الملقب بسلطان العلماء (المتوفى: 660هـ) دار لكتب العلميه - بيروت)

یعنی خشوع کی حقیقت سکون ہے مجاہد نے فرمایا کہ ابن زبیر رحمہ اللہ کا یہ حال تھا کہ جب نماز پڑھتے ہوئے کھڑے ہوتے تو خشوع کی وجہ سے لکڑی معلوم ہوتا۔[1]

۱۷۔عمرو بن دینار: لیس الخشوع الرکوع والسجود ولکنّہ السکون۔

۱۸۔خاشِعُونَ مخبتون متضرعون متحننون نحو الحق عن ظهر القلب وجميع الجوارح والأركان بلا تلعثم وعثور۔

عاجزی کرنے والے زاری کرنے والے حقیقت کی طرف مائل ہونے والے دل کی گہرائی سے اسی طرح تمام اندام اورارکان بغیر سستی و کوتاہی کے ادا کرنے والے اوران کے ظواھر اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنے والے ہوں اور بعض نے کہا کہ اس کے اندام ساکن ہوں۔[2]

۱۹۔وَأخرج عبد الرَّزَّاق وَعبد بن حميد وَابْن جرير وَابْن أبي حَاتِم عَن الزُّهْرِيّ {الَّذين هم فِي صلَاتهم خاشعون} قَالَ: هُوَ سُكُون الْمَرْء فِي صلَاته۔

وَأخرج ابْن جرير وان الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {الَّذين هم فِي صلَاتهم خاشعون} قَالَ: خائفون ساكنون۔

یعنی زہری سے منقول ہے کہ خشوع آدمی کا اپنی نماز میں سکون کرنا ہے۔اورابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ڈرنے والے انداموں کو ساکن کرنے والے۔[3]

۲۰۔قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: هو السكون وحسن الهيئة۔[4]

۲۱۔قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: {خَاشِعُونَ}: خَائِفُونَ سَاكِنُونَ. وَكَذَا رُوِيَ عَنْ مُجَاهِدٍ، وَالْحَسَنِ، وَقَتَادَةَ، وَالزُّهْرِيِّ۔[5]

۲۲۔الَّذِينَ هُمْ فِي صَلاتِهِمْ خاشِعُونَ أي خائفون ساكنون، والخشوع: خشوع القلب، وهو الخضوع والتذلل مع الخوف وسكون الجوارح۔

---

1 (ج۳ص۱۲۳أحکام القرآن القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري الاشبيلي المالكي (المتوفى:543هـ))

2 (ص۲۴۸-۲۴۹ج۳محبوب سبحانی سیدناسیدالاولیاء عبدالقادرجیلانی رضی اللہ عنہ (المتوفی۵۶۱ھ)دارلکتب العلمیہ – بیروت، ص۳۱۶ج۴الكشف والبيان عن تفسير القرآن أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، أبو إسحاق (المتوفى:427هـ)دارلکتب العلمیہ-بیروت)

3 (ج۵ص۵الدر المنثور عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911هـ)دار العلمیہ-بیروت)

4 (ج۳ص۳۵۵معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (المتوفى: 510هـ)دار العلمیہ-بیروت)

5 (ج۳ص۳۱۷تفسير القرآن العظيم (ابن كثير أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى:774هـ)دار الیقین)

یعنی خاشعون معنیٰ ڈرنے والے سکون اندام کرنے کو کہتے ہیں خشوع اصل میں دل کا خشوع ہے اور وہ عاجزی کرنے والے زاری کرنے والے ڈرنے کے ساتھ اور اندا موں کو ساکن کرنے کو کہتے ہیں۔[1]

۲۳۔وَاخْتَلَفُوا فِي الْخُشُوعِ فَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ أَفْعَالِ الْقُلُوبِ كَالْخَوْفِ وَالرَّهْبَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ أَفْعَالِ الْجَوَارِحِ كَالسُّكُونِ وَتَرْكِ الِالْتِفَاتِ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ وَهُوَ الْأَوْلَى.... وَمِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَارِحِ أَنْ يَكُونَ سَاكِنًا ...الی ان قال وَلَكِنَّ الْخُشُوعَ الَّذِي يُرَى عَلَى الْإِنْسَانِ لَيْسَ إِلَّا مَا يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَارِحِ فَإِنَّ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْقَلْبِ لَا يُرَى...الخ۔

خشوع میں اختلاف ہے علماء میں سے ایک فریق اس کو دل کے افعال سے شمار کرتے ہیں جیسے ڈرنا اور گھبراہٹ اور دوسرا فریق سکون جوارح کے افعال میں گرا دیتے ہیں جیسے سکون اور نہ دیکھنا اور ان میں سے ایک جماعت خشوع کو دونوں سے بتاتے ہیں اور یہ بہتر ہے اور وہ جو اندا موں میں سے ہے وہ یہ ہے کہ ساکن ہو یہاں تک کہ کہا مگر وہ خشوع جس کو انسان دیکھتا ہے صرف وہ ہے جو اندا موں سے متعلق ہو اس لئے کہ دل سے تعلق رکھنے کو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔[2]

۲۴۔حَدَّثَنِي عَلِيٌّ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ: ثني مُعَاوِيَةُ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ: "{الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ} (المؤمنون: ۲) يَقُولُ: خَائِفُونَ سَاكِنُونَ۔

مذکورہ حدیث میں بیان شدہ آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: ڈرنے والے سکون کرنے والے۔[3]

۲۵۔وَرُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَمُجَاهِدٍ وَالزُّهْرِيِّ: "الْخُشُوعُ السُّكُونُ" قَالَ أَبُو بَكْرٍ: الْخُشُوعُ يَنْتَظِمُ هَذِهِ الْمَعَانِي كُلَّهَا مِنْ السُّكُونِ فِي الصَّلَاةِ وَالتَّذَلُّلِ وَتَرْكِ الِالْتِفَاتِ وَالْحَرَكَةِ وَالْخَوْفِ مِنْ اللَّهِ تَعَالَى وَقَدْ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ فِي الصَّلَاةِ"۔

یعنی ابراہیم اور مجاہد اور زہری سے مروی ہے کہ خشوع سکون کو کہتے ہیں۔ابو بکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خشوع ان سب معانی کو شامل ہے یعنی نماز میں سکون،عاجزی ادھر ادھر نہ دیکھنا اور حرکت نہ کرنا اور خوف کرنا اللہ تعالیٰ سے اور یقیناً رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور حکم فرمایا کہ نماز میں سکون اختیار کرو اور نماز میں ہاتھوں کو حرکت نہ دو۔[4]

---

[1] (ص ۳۳۰ ج ۲ التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج دوهبة بن مصطفى الزحيلي مكتبه رشيد كوئٹه)

[2] (ص ۷۷ ج ۲۳ مفاتيح الغيب = التفسير الكبير أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ) مطبوعة الاميرية)

[3] (ص ۱۹۸ ج ۹ تفسير الطبري = جامع البيان عن تأويل آي القرآن محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310هـ) دار الكتب العلميه بيروت)

[4] (ج ۳ ص ۲۹ ۳ أحكام القرآن أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى: 370هـ) دار الكتب العلمية بيروت - لبنان)

۲۶۔لا بدمن الجمع بين أفعال القلب والجوارح وهو الأولى۔

اندامو ں اور دل کے افعال کا جمع ضروری ہے اور یہ بہتر ہے۔[1]

خائفون بالقلب ساكنون بالجوارح۔

دل میں ڈرنے والے اور اندامو ں کو ساکن کرنے والے۔[2]

۲۷۔ تفسیر فتح القدیر میں اس طرح ہے صحیح جمع ہے اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن حاتم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ڈرنے والے اور اندامو ں کو ساکن کرنے والے ہو۔[3]

۲۸۔عن ابی هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم رای رجلا يعبث بلحيته في الصّلوة فقال لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه- رواه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول بسند ضعيف۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نماز میں داڑھی میں عبث کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جوارح اندام بھی خاشع ہوتے۔[4]

۲۹۔واختلفوا فی الخشوع هل هو من فرائض الصلاة او من فضائلها على قولين والصحيح الاول۔

خشوع میں دو قول ہیں کہ نماز میں فرائض سے ہے یا کہ فضائل سے صحیح قول اول ہے کہ فرائض میں سے ہے۔[5]

۳۰۔وَالْخُشوعُ مَحَلُّهُ الْقَلْبُ، فَإِذَا خَشَعَ خَشَعَتِ الْجَوَارِحُ كُلُّهَا لِخُشُوعِهِ۔

اور يعبث بلحيته والی حدیث کو بیان کیا۔یعنی خشوع کا مقام دل ہے جب دل خاشع ہو جائے تو سارے اندام خاشع ہو جاتے ہیں دل کے خشوع کی وجہ سے اور مظہری میں بیان کردہ حدیث کو بیان کی۔[6]

۳۱۔خاشِعُونَ أي متواضعين وقال الزهري الذين لا يرفعون أيديهم في الصلاة إلا في التكبيرة الأولى، وروي عن علي رضي الله عنه أنه قال: لخشوع في الصلاة، أن لا تلتفت في صلاتک يميناً ولا شمالاً. الخ۔

---

[1] (ص۲۶۷ ج۳ لباب التأويل في معاني التنزيل علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن، المعروف بالخازن (المتوفى: 741هـ) دار المعرفة-بيروت)

[2] (ج۳ ص۳۰۰ تفسير النسفي (مدارک التنزيل وحقائق التأويل) أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (المتوفى: 710هـ) دار المعرفة-بيروت)

[3] (فتح القدير ج۳ ملاحظه ۵۱۰، ۵۰۸، ۵۰۷ مؤلفه لشوكاني دار الاحياء بيروت)

[4] (ص۳۶۳ ج۶ التفسير المظهري، محمد ثناء الله مكتبة الرشدية-الباكستان)

[5] (جواهر الفرقان الاخندزاده ولی محمد الحنفی (جامعه جواهر الفرقان))

[6] (ج۱۲ ص۱۰۳ الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671هـ))

ترجمہ: خاشعون یعنی عاجزی کرنے والے اورزہری نے فرمایاوہ لوگ جو نماز میں اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے صرف پہلی تکبیر میں اٹھاتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ دائیں اور بائیں طرف نہیں دیکھتے۔[1]

۳۲۔خشوع شریعت میں دل میں خوف اللہ تعالیٰ سے ہے تو اس کے آثار انداموں پر ظاہر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والوں اور بہت زیادہ ثواب دینے والوں کی صفات میں خشوع کو بھی شمار کیا ہے۔[2]

۳۳۔فيه خمسة أوجه: أحدها: خائفون, وهوقول الحسن, وقتادة. والثاني: خاضعون, وهو قول ابن عيسى. والثالث: تائبون, وهو قول إبراهيم. والرابع: أنه غض البصر, وخفض الجناح, قاله مجاهد. الخامس: هو أن ينظر إلى موضع سجوده من الأرض, ولا يجوز بصره مُصَلاَّهُ, الخ۔

ترجمہ: خاشعون میں پانچ وجوہات ہیں: ایک ہے ڈرنے والے یہ حسن اور قتادہ کا قول ہے دوسری ہے عاجزی کرنے والے یہ ابن عیسیٰ کا قول ہے تیسری ہے توبہ کرنے والے اور یہ ابراہیم کا قول ہے چوتھی ہے آنکھیں نیچے کرنے والے اور ہاتھوں کو نیچے کرنے والے اس کو مجاہد نے فرمایا پانچویں ہے سجدہ کی جگہ کو دیکھنا زمین سے اس سجدہ کی جگہ کو دیکھیں کہ اپنے مصلا سے نظر آگے نہ بڑھائے۔[3]

۳۴۔خاشعون هم الذين قاموا لله بالله بنعت الهيبة فی مشاهدة عظمة الله فی مقام المناجاة الله۔

یعنی خشوع کرنے والے وہ لوگ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی صفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مشاہدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کے مقام میں کڑی ہو۔

۳۵۔اختلفوا في الخشوع فمنهم من جعله من أفعال القلوب كالخوف والرهبة, ومنهم من جعله من أفعال الجوارح كالسكون وترك الالتفات ومنهم من جمع بين الأمرين, وهو الأولى۔

---

[1] (ص ۴۰۸ ج ۲ بحر العلوم أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي (المتوفى: 373هـ) بيروت)

[2] (اضواءالبيان فی ايضاح القرآن بالقرآن تاليف الشيخ محمدالامين بن محمدالمختار الجكنی الشنيطی ج۵ ص ۱۳ ۵ دار الكتب العلميه بيروت)

[3] (ج ۴ ص ۴۶ تفسير الماوردي = النكت والعيون أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي, الشهير بالماوردي (المتوفى: 450هـ) دار الكتب العلمية - بيروت / لبنان)

یعنی خشوع کے مصداق میں اختلاف ان میں سے بعض اس کو افعال قلوب سے اور بعض نے افعال جوارح اندامون (جسمانی ظاہری اعضاء) سے اور بعض نے دونوں سے مراد کی ہے کہ اس سے دل کا اوراندامون دونوں کا خشوع مراد ہے اوریہ بہتر ہے۔[1]

۳۶۔خشوع :خاضعون متذللون متواضعون مرعبون مشاهدهم يلزمون أبصارهم مساجدهم وقدصح انه عليه السلام كان يصلی رافعابصره الى السماءفلمانزلت رمى بصره نحومسجده ای على وجه الحياءورأى رجلايعبث بلحيته فقال لوخشع قلب هذالخشعت جوارحه وتحت الخط اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه۔

خاشعون معنی زاری کرنے والے عاجزی کرنے والے تواضع کرنے والے اپنے اندامون کو مدنظر رکھنے والے اور اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر بند کرنے والے کو کہتے ہیں۔یقیناً صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں آسمان کی طرف دیکھتے جب یہ آیت نازل ہوئی توحیا کی وجہ سے اپنے سجدہ کی جگہ کو دیکھتے اورایک آدمی کو نماز کی حالت میں داڑھی کے ساتھ عبث کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو ضرور (لازمی طورپر) اس کے جوارح ساکن ہوتے اس کو ابن شیبہ اپنی مصنف میں لائے ہیں۔[2]

۳۷۔وَالْخُشُوعُ لُغَةً الْخُضُوعُ وَالتَّذَلُّلُ، وَلِلْمُفَسِّرِينَ فِيهِ هُنَا أَقْوَالٌ: قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: هُوَ السُّكُونُ وَحُسْنُ الْهَيْئَةِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: غَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ. وَقَالَ مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ وَقَتَادَةُ: تَنْكِيسُ الرَّأْسِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: الْخَوْفُ. وَقَالَ الضَّحَّاكُ: وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ.وَعَنْ عَلِيٍّ: تَرْكُ الِالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ.وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ: إِعْظَامُ الْمَقَامِ وَإِخْلَاصُ الْمَقَالِ وَالْيَقِينُ التَّامُّ وَجَمْعُ الِاهْتِمَامِ.وَفِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُصَلِّي رَافِعًا بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ رَمَى بِبَصَرِهِ نَحْوَ مَسْجِدِهِ،وَمِنَ الْخُشُوعِ أَنْ تُسْتَعْمَلَ الْآدَابُ فَيَتَوَقَّى كَفَّ الثَّوْبِ وَالْعَبَثَ بِجَسَدِهِ وَثِيَابِهِ وَالِالْتِفَاتَ وَالتَّمَطِّيَ وَالتَّثَاؤُبَ وَالتَّغْمِيضَ وَتَغْطِيَةَ الْفَمِ وَالسَّدْلَ وَالْفَرْقَعَةَ وَالتَّشْبِيكَ وَالِاخْتِصَارَ وتقليب الحصى. وفي التَّحْرِيرِ: اخْتُلِفَ فِي الْخُشُوعِ، هَلْ هُوَ مِنْ فَرَائِضِ الصَّلَاةِ أَوْ مِنْ فَضَائِلِهَا وَمُكَمِّلَاتِهَا عَلَى قَوْلَيْنِ, وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ۔

لغوی معنی خشوع کا عاجزی اور تضرع ہے اور مفسرین کی یہاں بہت باتیں ہیں، عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے کہا کہ مراد سکون ہے اوراچھی ہیئت اور شکل ہے۔مجاھد کہتے ہیں کہ آنکھیں بند کرنا یعنی نیچے کرنا اور ہاتھوں کو نیچے رکھنا ہے۔مسلم بن یسار اور قتادہ نے کہا کہ سر کو نیچے کرنا ہے اور حسن کہاہے کہ ڈر کو کہتے ہیں اور ضحاک کے ہاں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھنا چاہیئے اورابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

[1] (اللباب في علوم الكتاب ،ج۱۴،ص۱۶۶،أبو حفص سراج الدين عمر بن علي بن عادل الحنبلي الدمشقي النعماني (المتوفى: 775هـ)دار الكتب العلمية-بيروت/لبنان)

[2] (تفسیر الملاعلی القاری مسمیٰ بہ انوار القرآن و اسرار الفرقان ص۴۰۸-۴۰۹ ج۳دار الکتب بیروت)

تعظیم سے کھڑا ہونا گفتار اخلاص کے ساتھ اور مکمل اہتمام اور یقین کو خشوع کہا جاتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نماز میں الخ۔

خشوع ادب سے کام کرنا کہ لباس لپیٹنے سے پرہیز کریں اور بدن اور لباس سے عبث نہ کریں۔ ادھر ادھر نہ دیکھیں جمائی نہ کریں اور آنکھیں بند نہ کریں اور منہ کو بند نہ کریں کپڑے نہ لٹکائیں اور انگلیوں سے کڑاکے نہ نکالیں اور انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالیں اور پہلو پر ہاتھ نہ رکھیں اور کنکریوں سے نہ کھیلنے کو خشوع کہتے ہیں۔ اور تحریر میں ہے کہ خشوع میں اختلاف ہے کہ یہ نماز میں فرض ہے یا مستحب مگر صحیح اول یعنی فرض ہے۔[1]

۳۸۔وفي المراد بالخشوع في الصلاة أربعة أقوال: أحدها: أنه النظر إلى موضع السجود. روى أبو هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلّم إذا صلى رفع بصره إلى السماء، فنزلت: الذين هم في صلاتهم خاشعون» فنكس رأسه. وإلى هذا المعنى ذهب مسلم بن يسار، وقتادة. والثاني: أنه ترك الالتفات في الصلاة، وأن تُلين كنفك للرجل المسلم، قاله عليّ بن أبي طالب. والثالث: أنه السكون في الصلاة، قاله مجاهد، وإبراهيم، والزهري. والرابع: أنه الخوف، قاله الحسن۔

ترجمہ: ابن جوزی نے فرمایا کہ نماز میں خشوع سے مراد چار اقوال: ایک یہ کہ سجدہ کی جگہ کو دیکھنا ہے۔ حضرت سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ فلاح والے لوگ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے سر مبارک نیچے فرمالیا۔ مسلم بن یسار اور قتادہ نے یہی معنیٰ نقل کیے ہیں۔ دوسرا یہ کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے اجتناب کرنا اور مسلمان کیلئے پہلو نرم کرنے کو خشوع کہتے ہیں اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ تیسرا معنیٰ یہ کہ خشوع نماز میں سکون کرنا ہے اس کو مجاہد نے فرمایا اور ابراہیم اور زہری نے۔ چوتھا یہ کہ خشوع ڈرنا ہے اس کو حسن نے فرمایا۔[2]

۳۸۔{الَّذين هم فِي صلَاتهم خاشعون} أَي: خاضعون خائفون، يُقَال: الْخُشُوع خوف الْقلب، وَحَقِيقَته هُوَ الإقبال فِي الصَّلَاة على معبوده، والتذلل بَين يَدَيْهِ، وَيُقَال: هُوَ جمع الهمة، وَدفع الْعَوَارِض عَن الصَّلَاة، وتدبر مَا يجْرِي على لِسَانه من الْقِرَاءَة وَالتَّسْبِيح والتهليل وَالتَّكْبِير، وَعَن عَليّ - رَضِي الله عَنهُ - قَالَ: الْخُشُوع أَن لَا يلْتَفت عَن يَمِينه وَلَا عَن شِمَاله فِي الصَّلَاة۔

[1] (البحر المحيط في التفسير ص ٣٦٦، ج٦، أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي (المتوفى: 745هـ) دار الكتب العلميه-بيروت)

[2] (زاد المسير في علم التفسير ج٣ص ٢٥٥ جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ) دار الكتاب العربي - بيروت)

وَعَن أبي هُرَيْرَة قَالَ: كَانَ أَصْحَاب رَسُول الله يرفعون أَبْصَارهم إِلَى السَّمَاء فِي الصَّلَاة, فَلَمَّا نزل قَوْله تَعَالَى: {قد أَفْلح الْمُؤْمِنُونَ الَّذين هم فِي صلَاتهم خاشعون} رموا بِأَبْصَارِهِمْ إِلَى مَوَاضِع السُّجُود, وَعَن إِبْرَاهِيم النَّخعِيّ قَالَ: هُوَ السكن فِي الصَّلَاة۔

ترجمہ: خاشعون عاجزی کرنے والے ڈرنے والے کہا جاتا ہے کہ خشوع دل میں ڈرنا ہے۔ اس کی حقیقت نماز میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا ہے اور تذلل اختیار کرنا ہے... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خشوع نماز میں دائیں بائیں جانب نہ دیکھنا ہے اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نماز میں آسمان کی طرف دیکھتے تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قول نازل فرمایا کہ وہ مومنین کامیاب اور کامل فلاح والے ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی نظروں کو اپنے سجدوں کی جگہ پر کر دیا۔ ابراھیم نخعی سے روایت ہے کہ فرمایا خشوع سکون ہی ہے نماز میں۔ [1]

۳۹۔اختلفوا في الخشوع فمنهم من جعله من أفعال القلوب كالخوف والرهبة, ومنهم من جعله من أفعال الجوارح كالسكون وترک الالتفات ومنهم من جمع بين الأمرين, وهو الأولى. الی ان قال: وقال عطاء: هو أن تعبث بشيء من جسدک, لأن النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم - أبصر رجلاً يعبث بلحيته في الصلاة, فقال: و خشع قلب هذا لخشعت جوارحه وقال ابن الخطيب: وهو عندنا واجب۔اھ۔ [2]

۴۰۔خاشعون وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کی جگہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مشاہدہ کرتے ہیں صفت الٰہیہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد پر اللہ اللہ کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ [3]

۴۱۔حدثنا عبدالرزاق قال انا معمر الزھری فی قولہ تعالیٰ فی صلاتھم خاشعون قال ھو سکون المرء فی صلاتہ قال معمر وقال الحسن خائفون۔

حدثنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر قال قتادۃ الخشوع فی القلب۔

یعنی زھری فرماتے ہیں کہ خشوع نماز میں سکون ہی ہے کہ نمازی اپنی نماز میں سکون سے ہو اس کو معمر نے فرمایا حسن نے فرمایا کہ ڈرنے والے ہوں اور قتادہ نے فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے۔ [4]

۴۲۔یشیر الی ان الفلاح الحقیقی لایحصل بمطلق الایمان بل بالایمان الحقیقی المقید بجمیع الشرائط التی ھی مذکورۃ فی الآیۃ خاشعون بالظاھر والباطن اما الظاھر فخشوع الرأس بانتکاسہ وخشوع العین بانغماضھا عن الالتفات وخشوع الاذن بالتذلل للاستماع وخشوع اللسان للقرءۃ بالحضور, خشوع الیدین وضع الیمین علی

---

[1] (تفسیر القرآن ص ۴۰ أبو المظفر, منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن أحمد المروزی السمعاني التميمي الحنفي ثم الشافعي (المتوفى: 489ھـ))

[2] (اللباب في علوم الكتاب ص ۱۶۶ ج ۱۴ أبو حفص سراج الدين عمر بن علي بن عادل الحنبلي الدمشقي النعماني (المتوفى: 775ھـ) دار الكتب العلمية - بيروت/لبنان)

[3] (تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن ج ۲ ص ۵۴۹ لابی محمد صدر الدین روزبھان بن ابی نصر البقلی المتوفی ۶۰۶ھ دار العلمیہ بیروت)

[4] (تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۱۲ متوفی ۲۱۱ھ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الشمال بالتعظیم کالعبیدوخشوع الظھرانحناءہ فی الرکوع مستویاوخشوع الفرج بنفی الخواطرالشھوانیۃ وخشوع القدمین بثاتھماعلی الموضع وسکونھمامن الحرکۃ ۔واماالباطن فخشوع النفس سکونھاعن الخواطروالھواجس وخشوع القلب بملازمۃ الذکرودوام الحضوروخشوع السربالمراقبۃ فی ترک اللحظات الی المکونات وخشوع الروح استغراقہ فی بحر المحبۃ وذوبانہ عندتجلی الجلال والجمال۔

ترجمہ : نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں کہ اشارہ کرتا ہے کہ مطلق ایمان سے آخرت کی کامیابی حاصل نہیں ہوتی بلکہ حقیقی ایمان ان شرائط کے ساتھ مقید ہے اس سے حاصل ہوتا ہے کہ ظاہر اور باطن خشوع کرنے والے ہوں جو کہ ظاہر ہے تو کانوں کا خشوع سننے کیلئے تابع کرنااورزبان کا خشوع پڑھنے کیلئے زورسے اور ہاتھوں کا خشوع دائیں کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ادب کے ساتھ تعظیم سے اور پیٹھ کا خشوع رکوع میں برابر جھکناہے اور فرج کا خشوع شہوات کے خیالات کی نفی کرناہے اور پاؤں کا خشوع اپنی جگہ پر قائم رہنااور حرکت سے ساکت کرناہے اور خشوع باطن کا یہ ہے کہ نفس کو خواطر اور ھواجس تصورات سے ساکن کرناہے اور دل کا خشوع دوام ذکر اور ہمیشہ حضور قائم کرناہے اور سر کا خشوع مراقبہ سے اشیاءما کو نہ ملحوظ نہ کرنااور روح کا خشوع اس کو محبت کے دریامیں ڈبوناہے اور تجلی جلال وجمال کا محکوم رہناہے۔[1]

۴۳۔خاضعون بالقلب ساکنون بالجوارح۔

ترجمہ: دل میں عاجزی کرنے والے اور سارے اندامو ں کو ساکن رکھنے والے۔[2]

۴۴۔عن ابراھیم النخعی قال ھو السکون فی الصلاۃ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خشوع نماز میں سکون ہی ہے۔[3]

۴۵۔وفی المرادبالخشوع فی الصلاۃ اربعۃ اقوال :احدھا مخبطون متواضعون لایلتفتون یمینا ولا شمالا ولا یرفعون ایدیھم فی الصلاۃ یجمعون الھمۃ ویعرضون عماسواللہ بقلوبھم ویتدبرو ن فی مایجری علی السنتھم من القرآن والذکرالخ۔

نماز میں خشوع کرنے سے مرادمیں چاراقوال ہیں پہلا حال عاجزی کرنے والے زاری کرنے والے دائیں بائیں نہ دیکھنے والے اور نماز میں دائیں بائیں ہاتھ نہ اٹھانے والے مکمل ہمت کرتے ہوئے اپنے دلوں میں ماسوااللہ سے اعراض کرنے والے اور جو کچھ ان کی زبانوں پر جاری ہوتاہے۔[4] (تفصیل کیلئے اصل کی طرف رجوع کریں۔)

---

[1] (التاویلات نجمیہ فی الاشاری الصوفی تالیف الشیخ الامام احمدبن عمر نجم الدین الکبریٰ المتوفی ۶۱۸ ھ)

[2] (البحر المديد في تفسير القرآن المجيد ج۵ ص۴، أبو العباس أحمد بن محمد بن المهدي بن عجيبة الحسني الأنجري الفاسي الصوفي (المتوفى: 1224هـ) المحقق: أحمد عبدالله القرشي رسلان، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[3] (تفسیر السمعانی لامام ابی مظفر منصوربن محمدالمروزی متوفی ۴۸۹ ھ)

[4] (الجواھر فی تفسیر القرآن الکریم المسمی تفسیر طنطاوی جوھری تالیف الحکیم الشیخ طنطاوی جوھری مصری، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۴۶۔خاشعون خائفون متذللون له يلزمون ابصارهم مساجدهم ۔قوله (روی انه علیه السلام کان یصلی رافعاالی السماءفلمانزلت رمی ببصره نحومسجده وانه رأی رجلایعبث فقال لوخشع قلب هذالخشعت جوارحه)وخشوع الجوارح کنایةعن سکونها۔اھ۔

ڈرنے والے عاجزی کرنے والے اللہ تعالیٰ کیلئے جائے سجدہ کو نگاہ کرتے ہوئے اس کا یہ قول ۔مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نماز پڑھتے ہوئے آسمان کی دیکھتے تومذکورہ آیت نازل ہوئی تواپنی نظر کو جائے سجدہ پر کیااورآپ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ بے فائدہ کام کر تاہے توفرمایاکہ اگراس کے دل میں خشوع ہوتاتوضرور اس کے اعضاء میں یعنی ہاتھ اورانگلیوں میں بھی خشوع ہوتااوراندا موں کاخشوع عبادت ہے اس کو ساکن کرنے اورنہ ہلانے اوراٹھانے سے جملہ اسمیہ کے ابلغیت کی وجہ اس کی دلالت کرتی ہے دوام ہمیشہ والی پر۔[1]

۴۷۔خاشعون:خاضعون بالقلب ساکنون بالجوارح۔

ترجمہ:خاشعون دل میں عاجزی کرنے والے اوراندا موں یعنی ہاتھ،پاؤں،انگلیاں ساکن کرنے والے اورنہ اٹھانے والے اور حرکت نہ کرنے والے۔[2]

۴۸۔فمنهم من جعله من افعال القلوب کالخوف والرهبة ومنهم من جعله من افعال الجوارح کالسکون۔

ترجمہ:کچھ مفسرین نے خشوع کو افعال قلب سے بتایاہے جیسے ڈرنا،عاجزی کرنااورکچھ نے اندا موں کے افعال سے بتایا جیسے سکون اور عدم حرکت۔[3]

۴۹۔والخشوع التطامن وسکون الاعضاء والوقار۔

خشوع عبارت ہے اطمینان کرنے،اندا موں کے ساکن ہونے اوروقار سے۔[4]

۵۰۔ومنهم من جعله من أفعال الجوارح کالسکون وترک الالتفات۔

ترجمہ:ان میں کچھ علماءومفسرین نے خشوع کواندا موں کے افعال سے بتایاہے جیسے اندا موں کے ساکن ہونا اور ادھر ادھر نہ دیکھنا۔[5]

---

[1] (ج۱۳ص۱۳۶ حاشیه قونوی علی تفسیر البیضاوی عصام الدین اسماعیل محمد الحنفی المتوفی ۸۸۰ھ دار الکتب العلمیه بیروت)

[2] (درالاسرارفی تفسیر القرآن ج۳ص۹۳ تالیف لمفتی لدیار الشامیة محمد بن محمد الحسینی الحمزاوی الحنفی المتوفی ۱۳۰۵ھ دار الکتب العلمیه بیروت)

[3] (غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج۵ص۱۰۸ ، نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري (المتوفى: 850هـ) دار الکتب العلمیه - بیروت)

[4] (المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز ج۴ص۱۳۶ ،أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام بن عطية الأندلسي المحاربي (المتوفى: 542هـ)دار الکتب العلمیة-بیروت)

[5] (تفسیر القاضی حاشیه علی البیضاوی،ج۶ص۱۴۵ شیخ زاده محمد بن مصلح الدین الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ دار الکتب بیروت)

نوٹ: ناظرین عظام کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کی حالت میں مؤمنین کاملین کی صفت کامیابی نماز میں سکون اندام بیان فرمایااورآپ ﷺ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز میں خشوع کوترجیح دیتےہوئے آسمان کی طرف دیکھنے کے عمل کو چھوڑکر سکون کی طرف مائل ہوتےہوئے اپنی آنکھیں نیچے جھکایا کرتے تاکہ خشوع قائم رہے تو انگلی اٹھانااوراشارہ کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ اول توذخیرہ احادیث میں ایسی حدیث شریف جس میں صراحتاً مذکور ہوخواہ قولی ہویافعلی کہ مسبحہ اٹھانااللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی نفی اوراثبات وحدانیت کیلئے ہے موجود نہیں جومنسوخ نہ ہواور قرآنی آیات کامخالف نہ ہواور جواحادیث فعلیہ دعاءاخلاص اوردعاءاستغفار بارے میں ہے ان کونفی اثبات پر محمول کرناایک توجیہ **الکلام بمالایرضیٰ بہ قائلہ** یعنی کلام کاوہ معنی کرناکہ بولنے والااس پر راضی نہیں ہے دوسرا **واتو لکل ذی حق حقہ۔(القرآن)** کہ ہر حقدار کواس کاحق دوکے خلاف تیسرا **ولاتقف مالیس لک بہ علم (الآیۃ) ترجمہ:** اورتواس کے پیچھے نہ پڑجس کاتجھے علم نہ ہوکی خلاف ورزی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔چوتھا یہ کہ خبر واحدیعنی حدیث پر نسخ قرآن جائز نہیں۔

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ کلامی لاینسخ کلام اللہ و کلام اللہ ینسخ کلامی و کلام اللہ ینسخ بعضہ بعضا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایارسول اللہ ﷺ نے کلام میرا نہیں نسخ کرتاکلام اللہ کواور کلام اللہ نسخ کرتاہے میرے کلام کواور کلام اللہ نسخ کرتاہے بعض اس کے بعض کو۔اہ۔اسی طرح منسوخ ناسخ نہیں نسخ نہیں کر سکتا۔[1]

احادیث کی طرف چلیئے:

(۱) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا، وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلاَ خُشُوعُكُمْ، وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي۔[2]

(۲) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: يَا فُلَانُ، أَلَا تُحْسِنُ صَلَاتَكَ؟ أَلَا يَنْظُرُ الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّى كَيْفَ يُصَلِّي؟ فَإِنَّمَا يُصَلِّي لِنَفْسِهِ، إِنِّي وَاللهِ لَأُبْصِرُ مِنْ وَرَائِي كَمَا أُبْصِرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔

[1] (رواہ الدارمی شرح مشکوۃ ص ۳۲ قبیل کتاب العلم)

[2] (الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = ج ۱ ص ۱۰۲ صحيح البخاري، باب الخشوع فی الصلاۃ، محمدبن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، قديمی کتب خانہ کراتشی باکستان)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی پھر پھرے تو فرمایا کہ اے فلان تم اپنی نماز کو کیوں اچھی طرح نہیں پڑھتے نماز پڑھنے والا نہیں دیکھتا ہے کہ کس طرح نماز پڑھتا ہے کیونکہ یہ تو نماز اپنے لئے پڑھتے ہو اللہ کی قسم میں پیچھے سے ضرور اسی طرح دیکھتا ہوں جیسا کہ آگے سے دیکھتا ہوں۔[1]

(۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا؟ فَوَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ، وَلَا سُجُودُكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ میرا قبلہ اس طرف ہے اللہ کی قسم ہے کہ آپ کا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں اور میں ضرور آپ کو اپنی پیٹھ کی طرف سے دیکھتا ہوں۔[2]

یہ بھی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آپ دیکھتے ہیں کہ میرا منہ اس طرف ہے (یعنی آگے کی طرف) مگر اللہ کی قسم مجھ سے آپ کا رکوع اور سجدہ مخفی نہیں۔ میں ضرور اپنی پیٹھ کی طرف سے آپ کو دیکھتا ہوں۔

وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِينَ ﴿بقرۃ ۲۳۸﴾

اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ یعنی نماز میں خاموش رہنا لازم ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید نے محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ نماز میں اپنی ضروریات کے بارے میں (ایک دوسرے سے) بات کر لیا کرتے تھے جیسے اہل کتاب اپنی ضروریات کے بارے میں بات کر لیا کرتے تھے۔

یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِينَ ﴿بقرۃ ۲۳۸﴾

تو انہوں نے نماز میں بات کرنا چھوڑ دیا۔[3]

(۴) وَأخرج وَكِيع وَأحمد وَسَعِيد بن مَنْصُور وَعبد بن حميد وَالْبُخَارِيّ وَمُسلم وَأَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ وَابْن جرير وَابْن خُزَيْمَة والطَّحَاوِي وَابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم وَابْن حبَان وَالطَّبَرَانِيّ وَالْبَيْهَقِيّ عَن زيد بن أسلم قَالَ:

---

[1] (صحيح مسلم ج ا ص ۱۸۰، بَابُ الْأَمْرِ بِتَحْسِينِ الصَّلَاةِ وَإِتْمَامِهَا وَالْخُشُوعِ فِيهَا، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ) قديمی کتب خانہ کراچی)

[2] (صحيح مسلم ج ا ص ۱۸۰، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ) قديمی کتب خانہ کراچی)

[3] (تفسیر درمنثور اردو دار الاشاعت کراچی ص ۶۷ ج ۱)

كُنَّا نتكلم على عهد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي الصَّلَاة يكلم الرجل منا صَاحبه وَهُوَ إِلَى جنبه فِي الصَّلَاة حَتَّى نزلت {وَقومُوا لله قَانِتين} فَأمرنَا بِالسُّكُوتِ ونهينا عَن الْكَلَام۔

ترجمہ: وکیع، احمد، سعید بن منصور، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداوٗد، نسائی، ترمذی، ابن جریر، ابن خزیمہ، طحاوی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، بیہقی رحمہم اللہ نے زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نماز میں بات کر لیا کرتے تھے ہم میں سے کوئی آدمی اپنے پہلو والے ساتھی سے نماز میں بات کر لیا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی {وَقومُوا لله قَانِتين} (اس کے بعد) ہم کو (نماز میں) خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور باتیں کرنے سے روک دیا گیا۔[1]

(۵) وَأخرج الطَّبَرَانِيّ عَن ابْن عَبَّاس فِي قَول الله {وَقومُوا لله قَانِتين} قَالَ: كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي الصَّلَاة يَجِيء الرجل إِلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاة فيكلمه بحاجته فنهوا عَن الْكَلَام۔

ترجمہ: طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول {وَقومُوا لله قَانِتين} کے بارے میں فرمایا کہ لوگ نماز میں بات کیا کرتے تھے۔ ایک آدمی کا خادم اس کے پاس (کسی کام کی غرض سے) آتا اور وہ آدمی نماز میں ہوتا تو وہ اپنے خادم کو اپنا کام بتادیتا تھا۔ اب کلام کرنے سے روک دیا گیا۔[2]

(۲) وَأخرج عبد بن حميد وَابْن جرير عَن عَطِيَّة قَالَ: كَانَ يأمرون فِي الصَّلَاة بحوائجهم حَتَّى أنزلت {وَقومُوا لله قَانِتين} فتركوا الْكَلَام فِي الصَّلَاة۔

ترجمہ: عبد بن حمید، ابن جریر نے عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لوگ نماز میں (آپس میں) اپنی اپنی ضروریات کا حکم دیا کرتے تھے یہاں تک کہ (یہ آیت) {وَقومُوا لله قَانِتين} نازل ہوئی تو لوگوں نے نماز میں بات کرنا چھوڑ دیا۔[3]

(۷) وَأخرج عبد الرَّزَّاق فِي المُصَنّف وَعبد بن حميد وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر عَن مُجَاهِد قَالَ: كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي الصَّلَاة وَكَانَ الرجل يَأْمر أَخَاهُ بِالْحَاجةِ فَأنْزل الله {وَقومُوا لله قَانِتين} فقطعُوا الْكَلَام فالقنوت السُّكُوت والقنوت الطَّاعَة۔

ترجمہ: عبد الرزاق نے المصنف میں عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر رحمہم اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لوگ نماز میں (آپس میں) باتیں کر لیا کرتے تھے اور ایک آدمی اپنے بھائی کو اپنی ضرورت کا حکم کر لیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

---

[1] (الدر المنثور ص ۶۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))

[2] (الدر المنثور، ص ۶۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))

[3] (الدر المنثور، ص ۶۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))

نازل فرمائی۔{وَقومُوا الله قانِتِين} توپھر لوگوں نے بات کرنا چھوڑدی۔ سو قنوت سے مراد ہے سکوت یعنی خاموشی اور قنوت سے مراد ہے اطاعت۔[1]

(۸)وَأخرج ابْن جرير من طَرِيق السّديّ عَن مرّة عَن ابْن مَسْعُود قَالَ كُنَّا نقوم فِي الصَّلَاة فنتكلم ويسارر الرجل صَاحبه ويخبره ويردون عَلَيْهِ إِذا سلم حَتَّى أتيت أَنا فَسلمت فَلم يردوا عَليّ السَّلَام فَاشْتَدَّ ذَلِك عليّ فَلَمَّا قضى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم صلَاته قَالَ: إِنَّه لم يَمْنعنِي أَن أرد عَلَيْك السَّلَام إِلَّا أَن أمرنَا أَن نقوم قَانِتِين لَا نتكلم فِي الصَّلَاة والقنوت السُّكُوت۔

ترجمہ:ابن جریر سدی کے طریق سے انہوں نے ابن مرہ سے اورانہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ (جب) ہم نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو(نماز میں)بات کرلیتے تھے اورایک آدمی اپنے ساتھی سے سرگوشی کرتا تھاجب کوئی سلام کرتا تھاتولوگ اس کاجواب دیتے تھے(نماز میں ہوتے ہوئے)یہاں تک کہ میں آیااور میں نے بھی (حسب معمول نمازی کو)سلام کیاانہوں نے میرے سلام کاجواب نہ دیا۔یہ بات مجھ پر گراں گزری۔جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو(مجھ سے)فرمایاتیرے سلام کاجواب دینے میں مجھے کسی بات نے نہیں روکا مگر یہ ہم کو(اب) یہ حکم دیا گیاہے کہ ہم نماز میں خاموش رہیں کوئی بات نہ کریں اور قنوت کا معنی ہے خاموش رہنا۔[2]

(۹)وَأخرج ابْن جرير من طَرِيق زر عَن ابْن مَسْعُود قَالَ كُنَّا نتكلم فِي الصَّلَاة فَسلمت على النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَلم يرد عَليّ فَلَمَّا انْصَرف قَالَ: قد أحدث الله أَن لَا تتكلموا فِي الصَّلَاة وَنزلت هَذِه الْآيَة{وَقومُوا لله قَانِتِينَ}۔

ترجمہ:ابن جریر نے زر کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے۔ (ایک دن)میں نے(نماز میں) نبی اکرم ﷺ کو سلام کیاتو آپ ﷺ نے مجھے جواب نہ دیاجب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اب)اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایاہے کہ ہم نماز میں بات نہ کریں یہ آیت نازل ہوئی: {وَقومُوا لله قَانِتِينَ}[3]

(۱۰)وَأخرج ابْن جرير من طَرِيق كُلْثُوم بن المصطلق عَن ابْن مَسْعُود قَالَ: إِن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ عوّدني أَن يرد عليّ السَّلَام فِي الصَّلَاة فَأَتَيْته ذَات يَوْم فَسلمت فَلم يرد عَليّ وَقَالَ: إِن الله يحدث من أمره مَا شَاءَ وَإِنَّهُ قد أحدث لكم فِي الصَّلَاة أَن لَا يتَكَلَّم أحد إِلَّا بِذكر الله وَمَا يَنْبَغِي من تَسْبِيح وتمجيد{وَقومُوا لله قَانِتِينَ}۔

[1] (الدر المنثور، ص ۵۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911هـ))

[2] (الدر المنثور، ص ۵۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911هـ))

[3] (الدر المنثور، ص ۵۴۳ ج ۱، عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911هـ))

ترجمہ: ابن جریر نے کلثوم بن المطلق کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا نبی کریم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ نماز میں میرے سلام کا جواب عنایت فرمایا کرتے تھے ایک دن میں آیا اور (حسب معمول) میں نے (نماز میں) سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور اب تمہارے لیے یہ حکم فرمایا ہے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ نماز میں کوئی (دوسری) بات نہ کرے اور اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی حمد ہونی چاہیئے۔وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿بقرہ ۲۳۸﴾ اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔[1]

(۱۱) وَأخرج عبد بن حميد وَأَبُو يعلى من طَرِيق الْمسيب عَن ابْن مَسْعُود قَالَ: كُنَّا يسلم بَعْضنَا على بعض فِي الصَّلَاة فمررت بِرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَسلمت عَلَيْهِ فَلم يرد عَليّ فَوَقع فِي نَفسِي أَنه نزل فِيّ شَيْء فَلَمَّا قضى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم صلَاته قَالَ وَعَلَيْك السَّلَام أَيهَا الْمُسلم وَرَحْمَة الله إِن الله يحدث فِي أمره مَا يَشَاء فَإِذا كُنْتُم فِي الصَّلَاة فاقنتوا وَلَا تتكلموا۔

ترجمہ: عبد بن حمید، ابو یعلی نے المسیب کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم میں سے بعض ، بعض کو نماز میں سلام کر لیتے تھے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا (آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے) میں نے (حسب معمول) آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے مجھے جواب نہ دیا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ میرے بارے میں کوئی چیز نازہوگئی ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ اپنی نماز پوری کر چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا "وعلیک السلام ایھا المسلم ورحمۃ اللہ" اللہ تعالیٰ اپنے کام میں جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے (اب) جب تم نماز میں ہو تو خاموش رہو اور کوئی بات نہ کرو۔[2]

(۱۲) وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن ابْن مَسْعُود قَالَ: القانت الَّذِي يطع الله وَرَسُوله۔

ترجمہ: ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قانت وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔[3]

(۱۳) وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {وَقومُوا الله قَانِتِينَ} قَالَ: مصلين۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ "وَقومُوا لله قَانِتِينَ" سے مراد نماز پڑھنے والے ہیں۔[4]

---

[1] (الدر المنثور، ص ۵۴۴۔۵۴۳ ج ۱، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))
[2] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱ (نسخہ دیگر ۳۰۲)، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))
[3] (الدر المنثور، ص ۵۴۳ ج ۱، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))
[4] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

(۱۴) وَأخرج ابْن جرير عَن ابْن عَبَّاس فِي الْآيَة قَالَ: كل أهل دين يقومُونَ فِيهَا عاصين فَقومُوا أَنْتُم لله مُطِيعِينَ۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ہر دین والے اس (نماز) میں کھڑے ہوتے ہیں نافرمان بن کر، اور تم کھڑے ہو جاؤ اللہ کیلئے فرمانبردار بن کر۔[1]

(۱۵) وَأخرج ابْن أبي شيبَة فِي المُصَنّف عَن الضَّحَّاك فِي قَوْله {وَقومُوا لله قَانِتِينَ} قَالَ: مُطِيعِينَ لله فِي الْوضُوء۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ {وَقومُوا لله قَانِتِينَ} سے مراد ہے وضو میں اللہ تعالیٰ کیلئے فرمانبرداری کرنے والے۔[2]

(۱۶) وَأخرج ابْن جرير عَن ابْن زيد فِي الْآيَة قَالَ: إِذا قُمْتُم فِي الصَّلَاة فاسكتوا وَلَا تكلمُوا أحدا حَتَّى تفرغوا مِنْهَا وَالْقَانِت الْمُصَلِّي الَّذِي لَا يتَكَلَّم۔

ترجمہ: ابن جریر نے ابن زید رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ جب تم نماز میں کھڑے ہو جاؤ تو خاموش رہو کسی سے بات نہ کرو یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاؤ اور قانت وہ نماز پڑھنے والا ہے جو بات نہیں کرتا۔[3]

(۱۷) وَأخرج سعيد بن مَنْصُور وَعبد بن حميد وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم والأصبهاني فِي التَّرْغِيب وَالْبَيْهَقِيّ فِي شعب الإِيمان عَن مُجَاهِد فِي قَوْله {وَقومُوا لله قَانِتِينَ} قَالَ: من الْقُنُوت الرُّكُوع والخشوع وَطول الرُّكُوع يَعْنِي طول الْقيام وغض الْبَصَر وخفض الْجنَاح والرهبة لله كَانَ الْفُقَهَاء من أَصْحَاب مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا قَامَ أحدهم فِي الصَّلَاة يهاب الرَّحْمَن سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَن يلْتَفت أَو يقلب الْحَصَى أَو يشد بَصَره أَو يعبث بِشَيْء أَو يحدث نَفسه بِشَيْء من أَمر الدُّنْيَا إِلَّا نَاسِيا حَتَّى ينْصَرف۔

ترجمہ: سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، اصبہانی نے ترغیب میں، بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد رحمہ اللہ سے {وَقومُوا لله قَانِتِينَ} کے بارے میں روایت کیا کہ قنوت میں سے ہے لمبا رکوع کرنا یعنی لمبا قیام کرنا، نگاہ کو پست کرنا، پہلوؤں کو پست کرنا اور خوف کا طاری ہونا، اصحاب محمد ﷺ کے فقہاء میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا تھا تو وہ رحمٰن سبحانہٗ وتعالیٰ سے ڈرتا تھا ادھر ادھر توجہ کرنے سے یا کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنے سے یا اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو تاڑنے سے یا کسی چیز سے کھیلنے سے یا دنیا کے کاموں میں سے کسی کام کے بارے میں سوچنے سے مگر بھول کر یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتا۔[4]

---

[1] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، دیگر ۳۰۶، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))
[2] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، دیگر ۳۰۶، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))
[3] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، دیگر ۳۰۶، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))
[4] (الدر المنثور، ص ۵۴۴ ج ۱، دیگر ۳۰۶، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ))

(۱۷)وَأخرج الْأَصْبَهَانِيّ فِي التَّرْغِيب عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {وَقومُوا الله قَانِتين} قَالَ: كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي الصَّلَاة ويأمرون بِالْحَاجةِ فنهوا عَن الْكَلَام والالتفات فِي الصَّلَاة وَأمروا أَن يخشعوا إِذا قَامُوا فِي الصَّلَاة قَانِتينَ خاشعين غير ساهين وَلَا لاهين۔

ترجمہ: اصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے {وَقومُوا الله قَانِتينَ} کے بارے میں روایت کیا کہ لوگ نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے اوراپنی حاجت کا حکم کر لیا کرتے تھے اب ان کو نماز میں باتیں کرنے اوراِدھر اُدھر متوجہ ہونے سے روک دیا گیااور حکم دیا گیا کہ جب نماز میں کھڑے ہوں تو خشوع اختیار کریں غافل اور لاپرواہ ہو کر کھڑے نہ ہوں۔[1]

(۱۸)وَأخرج ابْن أبي شيبَة وَمُسلم وَالتِّرْمِذِيّ وَابْن ماجة عَن جَابر قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أفضل الصَّلَاة طول الْقُنُوت۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ ، مسلم،ابوداوٗد،نسائی،ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ افضل نمازوہ ہے جس کی قنوت لمبی ہو(قیام لمبا ہو)۔مطلب یہ ہے کہ نماز میں پہلے سلام،کلام اور جواب سلام دونوں ہاتھوں سے اورانگلی سے۔یہ سب کام جائز تھے جو کہ بعد میں منسوخ ہوئے اس لئے ناسخ اور منسوخ جاننا چاہیئے۔[2]

(۱۹)وَأخرج البُخَارِيّ وَمُسلم وَأَبُو دَاوُد وَابْن ماجة عَن ابْن مَسْعُود قَالَ كُنَّا نسلم على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَهُوَ فِي الصَّلَاة فَيرد علينا فَلَمَّا رَجعْنَا من عِنْد النَّجَاشِيّ سلّمنا عَلَيْهِ فَلم يرد علينا فَقُلْنَا يَا رَسُول الله كُنَّا نسلم عَلَيْک فِي الصَّلَاة فَترد علينا فَقَالَ: إِن فِي الصَّلَاة شغلاً۔

بخاری، مسلم،ابوداوٗد،نسائی،ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے اورآپ ﷺ ہم کو جواب عنایت فرمایا کرتے تھے۔جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ ﷺ کو سلام کیا(نماز کی حالت میں) مگر آپ ﷺ نے جواب عنایت نہ فرمایا(نماز کے بعد)ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ!ہم نماز میں کو آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے اورآپ ﷺ اس کا جواب عنایت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔(اللہ کے ذکر سے)[3]

---

[1] (الدر المنثور،ص ۵۴۴ ج ۱ ،دیگر ۳۰۶،عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

[2] (الدر المنثور،ص ۵۴۴ ج ۱ ،دیگر ۳۰۶،عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

[3] (الدر المنثور،ص ۵۴۴ ج ۱ ،دیگر ۳۰۶،عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ))

(۲۰){وَقُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِینَ}فَأَمَرَ فِیهَا بِالدَّوَامِ عَلَی الْخُشُوعِ وَالسُّکُونِ وَالْقِیَامِ۔

ترجمہ:تو امر کیا گیا اس آیت مبارکہ میں{وَقُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِینَ}خشوع اور سکون اور قیام کے دوام پر۔[1]

(۲۱)وقوموا الله في صلاتكم خاشعين، خافضي الأجنحة۔

ترجمہ:اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے اور پہلوؤں کو پست کرنے کی حالت میں کھڑے ہو جاؤ۔[2]

(۲۲){وَقُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِینَ}أَيْ: خَاشِعِینَ ذَلِیلِینَ مُسْتَکِینِینَ بَیْنَ یَدَیْهِ۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع کرنے والے عاجزی کرنے والے کھڑے ہو جاؤ۔[3]

(۲۳)وقیل خاشعین۔

ترجمہ:اور کہا گیا کہ خشوع کرنے والے۔[4]

(۲۴)ایضاً شیخ زادہ۔[5]

(۲۵)قوله قانتین۔وقال مجاهد خاشعین۔

(تفسیر بغوی ج ۱ ص ۱۶۴ دار الکتب العلمیه بیروت،تفسیر قرطبی ج۳ص ۲۱۴ بیروت میں بھی مجاہد سے یہی معنی نقل کیے ہیں جیسا کہ ذکر ہوا)۔

قانتین ذاکرین اللہ تعالیٰ فی القیام مداومین علی الفراءة والخشوع یعنی قانتین

معنی ذکر کرنے والے اللہ تعالی کا قیام میں اور ہمیشہ کرنے والے ہوں عاجزی اور خشوع کا یعنی نماز میں سکون کرنے والے۔[6]

قانتین:قیل هو الخشوع۔قاله ابن عمر و مجاهد۔

ابن عمر اور مجاہد نے فرمایا کہ یہ نماز میں ہمیشہ خشوع یعنی سکون اور عدم حرکت اختیار کرو۔[7]

القول الرابع:وهوقول مجاهد:القنوت عبارة عن الخشوع وخفض الجناح وسکون الاطراف وترک الالتفات من هیبة اللہ تعالیٰ الخ۔

---

[1] (أحکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۵۴۴،دار الکتب العلمیة بیروت-لبنان)

[2] (جامع البیان في تأویل القرآن-تفسیر طبری،محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملي،أبو جعفر الطبري (المتوفی:310ھ))

[3] (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج ۱ ص ۲۹۵،دار الفکر)

[4] (تفسیر أبي السعود = إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم،ج ۱ ص ۲۳۵،أبو السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفی (المتوفی: 982ھ)دار إحیاء التراث العربي-بیروت)

[5] (شیخ زادہ ج ۲ ص ۵۸۸ دار إحیاء التراث العربي-بیروت)

[6] (تفسیر منیر ج ۱ ص ۲۳۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[7] (تفسیر فتح القدیر لشوکانی ج ۱)

ترجمہ: چوتھا مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قنوت خشوع پہلو کو جھکانا پست کرنا اور انداموں کو ساکن کرنا یعنی نہ ہلانا ادھر ادھر نہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی وجہ سے۔[1]

(۲۶) ومن القنوت أيضا طول الركوع والسجود وغض البصر والهدوء في الصلاة وخفض الجناح والخشوع فيها وكان العلماء إذا قام أحدهم يصلي يهاب الرحمن أن يلتفت أو يقلب الحصى أو يعبث بشيء أو يحدث نفسه بشيء من أمور الدنيا إلاّ ناسيا۔

ترجمہ: قنوت کا ایک معنی اس طرح کیا گیا ہے سجدہ اور رکوع کو لمبا کرنا اور نگاہ کو پست کرنا اور نماز میں ساکن رہنا اور دونوں پہلوؤں کو پست کرنا اور خشوع (نماز میں) اختیار کرنا (نماز میں حرکت نہ کرنا) اور علماء جب ان میں سے کوئی ایک نماز کیلئے کھڑا ہوتا تو اس پر خوف خدا طاری ہو جاتا تھا (اور اس خوف خدا کی وجہ سے وہ ادھر ادھر تو کرنے سے یا کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنے سے یا کسی چیز سے کھیلنے سے یا دنیا کے کاموں کے میں سے کسی کام کے بارے میں سوچنے سے یعنی باتیں کرنے سے) مگر بھول کر۔[2]

(۲۷) اسی طرح تفسیر اللباب فی علوم الکتاب میں بھی بیان ہے۔[3]

(۲۸) تفسیر البحر المحیط میں مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ قانتین بمعنی خاشعین ہے۔ (یعنی انداموں کو نماز میں ساکن رکھنا)۔[4]

(۲۹) تفسیر بیضاوی میں ہے اور کہا گیا کہ قانتین بمعنی خاشعین ہے یعنی سکون اختیار کرنے والے۔[5]

(۳۰) تفسیر ملا علی قاری میں ہے کہ:

(قانتين) ذاكرين ومطيعين أو خاضعين خاشعين۔

یعنی ذکر کرنے والے تابعداری کرنے والے اور عاجزی کرنے والے اور انداموں کو ساکن کرنے والے۔[6]

(۳۱) تفسیر روائع التفاسیر النکف والعیون تفسیر الماوردی میں ہے کہ:

والثالث: خاشعين نهيا عن العبث والتفلت وهو قول مجاهد، والربيع ابن انس۔

---

1 (تفسیر کبیر لفخر الدین الرازی ج ۲ ص ۳۸۸ مکتبہ علوم اسلامیہ لاھور)
2 (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۸۱ دار الکتب العربیہ پشاور)
3 (تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ج ۴ ص ۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)
4 (تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص ۲۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)
5 (تفسیر بیضاوی ص ۱۵۷ میر کتب خانہ کراچی)
6 (تفسیر ملا علی قاری ج ۱ ص ۲۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی تیسرا معنیٰ مجاہد اور ربیع بن انس نے فرمایا خشوع کرنے والا اور عبث اور ادھر ادھر دیکھنے سے منع کو کہتے ہیں۔[1]

(۳۲) (تفسیر الوسیط ج ۱ ص ۳۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت) کی عبارات اور تفسیر درالمنثور کی عبارت تقریباً ایک جیسی ہے جو نمبر ۱۵ میں مذکور ہوا ہے۔

(۳۳) **قالوا: ان فی القنوت معنی المداومة علی الضراعة والخشوع ,أی قوموا ملتزمین لخشیة اللہ تعالیٰ واستشعار هیبة وعظمته۔**

ترجمہ: علماء نے کہا تحقیق کے ساتھ قنوت میں خشوع اور عاجزی پر ہمیشگی کا معنی پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کو لازم کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں کھڑے رہو اور اس کی عظمت اور اس کی ہیبت سے باخبر رہو۔[2]

(۳۴) عبارت اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ ۱۵ نمبر میں موجود ہے تقریباً دونوں ایک جیسی ہیں۔[3]

(۳۵) اور کہا گیا ہے کہ قانتین بمعنی خاشعین ہیں۔[4]

(۳۶) **{وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} مطیعین امرنا بالسکوت فی صلاتهم خاضعین خاشعین۔**

ترجمہ: یعنی اطاعت کرنے والے اور ہمیں امر کیا گیا ہے نماز میں خشوع، عاجزی اور ساکت رہنے کا۔[5]

(۳۷) (تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ج ۱ ص ٦۵٦ دار الکتب العلمیہ بیروت) کی عبارت اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہوئی ہے تقریباً دونوں ایک جیسی ہیں۔

(۳۸) **فامرنا بالسکوت وقال مجاهد معنی قانتین خاشعین۔**

یعنی جب {وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} نازل ہوئی تو ہمیں ساکت رہنے کا حکم ہوا اور مجاہد نے فرمایا کہ قانتین کا معنیٰ خاشعین یعنی ساکن رہنے کا ہے۔[6]

(۳۹) مجاہد نے فرمایا کہ **قانتین** کا معنیٰ **خاشعین** ہے۔[7]

(۴۰) چوتھا معنیٰ **قنوت** کا خشوع ہے یعنی اندا موں کو ساکن رہنے کا ہے۔[8]

---

1 (تفسیر روائع التفاسیر النکف والعیون تفسیر الماوردی ج ۱ ص ۳۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)
2 (تفسیر القرآن الحکیم الشهیر بالتفسیر المنار ج ۲ ص ۳۰۳ دار الفکر بیروت)
3 (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی المسمی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۴۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)
4 (تفسیر حاشیة القونوی آر اتفسیر البیضاوی جلد 5 صفحہ ص ۳۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)
5 (تفسیر تاویلات اهل السنة-تفسیر الماتریدی ج ۲ ص ۲۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)
6 (تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ج ۱ ص ۳۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)
7 (تفسیر الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۱۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)
8 (تفسیر احکام القرآن لابن عربی ج ۱ ص ۳۲۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴۱)(تفسیر الکشف والبیان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر الثعلبی ج ۱ ص۳۸۷دار الکتب العلمیه بیروت) کی عبارت اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہے دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔

(۴۲)(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص۷۵۱ دار الفکر بیروت) کی اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہے دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔

(۴۲)(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص۷۵۱ دار الفکر بیروت) کی اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہے دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔

(۴۳)(تفسیر مظهری ج ۱ ص۳۳۷حافظ کتب خانه کوئٹه) کی اور تفسیر در منثور کی عبارت جو کہ پہلے ۱۵ نمبر پر مذکور ہے دونوں تقریباً ایک جیسی ہیں۔

(۴۴){وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} أي استحضروا وجودكم كله عند الصلاة، وأدوها قياما في خشوع، وخضوع، وسكون!۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کھڑے رہو اللہ کیلئے اس حال میں کہ قانتین ہو بھی اپنے وجود (جسم) کو نماز کے ادا کرنے کے حالت میں سب کے سب حاضر کرو اور اس کو ادا کرو سکون، عاجزی، خشوع اور قیام کے حالت میں۔[1]

(۴۵) تفسیر روح البیان کی عبارت بھی تفسیر در منثور کی عبارت سے ملتی جلتی ہے جو کہ نمبر ۱۵ میں ذکر ہوا ہے۔[2]

(۴۶) تفسیر القرآن العظیم المسمیٰ اولی ماقیل فی آیات التنزیل میں ہے یعنی اللہ کیلئے خشوع کرتے ہوئے نماز ادا کرو۔[3]

(۴۷)تفسیر القرآن العظیم المسمیٰ بتفسیر الرحمٰن وتیسیر المنان میں ہے یعنی اللہ کیلئے خاشعین وذاکرین کھڑے رہو نماز کی حالت میں۔[4]

(۴۸)تفسیر تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر الکلام المنان میں ہے:

{وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} أي: ذليلين خاشعين، ففيه الأمر بالقيام والقنوت والنهي عن الكلام، والأمر بالخشوع، هذا مع الأمن والطمأنينة۔

---

1 (تفسیر القرآنی للقرآن ج۲ ص ۲۸۶ دار الفکر عربی بیروت)

2 (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۷۳دار الاحیاء بیروت)

3 (تفسیر القرآن العظیم المسمیٰ اولیٰ ماقیل فی آیات التنزیل، ج۲ ص ۳۴۴مطبوعة اروقة اردن)

4 (تفسیر القرآن العظیم المسمیٰ بتفسیر الرحمٰن وتیسیر المنان، ج ۱ ص ۸۶ مطبوعة بولاق مصر)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کیلئے نماز میں حقیر ذلیل اور خشوع کرنے والے کی حالت میں کھڑے ہو۔ اس میں حکم ہے قیام اور عاجزی کا اور منع ہے باتیں کرنے سے اور سکون کا حکم ہے امن اور اطمینان کے ساتھ۔[1]

(۴۹) الهداية إلى بلوغ النهاية في علم معاني القرآن میں ہے یعنی نماز میں رکوع اور خشوع ہے۔[2]

(۵۰) (ذخيرة الدارين على تفسير جلالين ج ۱ ص ۱۲۴ مكتبه عربيه كوئٹه) میں بھی اسی طرح مذکور جیسا کہ اس سے پہلے الهداية إلى بلوغ النهاية في علم معاني القرآن میں مذکور ہے۔

آیت نمبر ۳ اور ۴:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ﴿بقرة ۱۴۴﴾

ترجمہ: اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ﴿بقرة ۱۵۰﴾

ترجمہ: اور اے محبوب تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔

اخرج الطبرانی عن معاذ بن جبل قال رسول اللہ ﷺ بعد ان قدم المدينة إلى بيت المقدس سبعة عشر اشهرا ثم انزل الله انه امره فيها بالتحول الى الكعبة فقال: قد نرى تقلب وجهك في السماء الخ الاية۔ (سبعة عشر شهرا ثم انزل الله انه امره فيها)

ترجمہ: امام طبرانی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور ان کو کعبہ کی طرف پھر جانے کا حکم فرمایا:

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ﴿بقرة ۱۴۴﴾[3]

والمراد باطراف رجليه رؤوس أهمابعدها وأراد بذكره هنا مشروعية الاستقبال بجميع مايمكن من الاعضاء۔[4]

قَالَ مُجَاهِدٌ وَغَيْرُهُ: نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ بَنِي سَلَمَةَ وَقَدْ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَكْعَتَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ، فَتَحَوَّلَ فِي الصَّلَاةِ وَاسْتَقْبَلَ الْمِيزَابَ وَحَوَّلَ الرِّجَالُ مَكَانَ النِّسَاءِ، وَالنِّسَاءُ مَكَانَ الرِّجَالِ، فَسُمِّيَ ذَلِكَ الْمَسْجِدُ مَسْجِدَ الْقِبْلَتَيْنِ۔

---

[1] (تفسير تيسير الكريم الرحمن في تفسير الكلام المنان، ج ۱ ص ۸۹ مطبوعة دار ابن حزم بيروت)

[2] (الهداية إلى بلوغ النهاية في علم معاني القرآن دار الكتب العلميه بيروت، ج ۱ ص ۱۰۲)

[3] (باب فضل استقبال القبلة يستقبل باطراف رجليه القبلة قاله ابو حميد عن النبي ﷺ بخاری ج ۱ ص ۵۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

[4] (فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۳ دار السلام الریاض اور حاشیہ بخاری ج ۱ حاشیہ نمبر ۴ جیسے کہ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا)

ترجمہ: مجاہد وغیرہ نے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ مسجد بن سلمۃ میں تھے اور تحقیق کے ساتھ آپ ﷺ نے اصحاب کیلئے نماز ظہر سے دو رکعت ادا فرما چکے تھے تو نماز ہی میں حضور ﷺ پھرے اور قبلہ کی طرف چہرہ کر دیا اور عورتیں مردوں کی جگہ اور مرد عورتوں کی جگہ کو چل دیئے اور اس مسجد کا نام مسجد ذو قبلتین رکھ دیا گیا۔[1]

رُوي عن البراء بن عازبٍ أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قدِم المدينةَ فصلّى نحوَ بيت المقدس ستة عشرة شهراً ثم وُجِّه إلى الكعبة, اھ۔

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف سولہ مہینے نماز پڑھی۔ اس کے بعد کعبہ شریفہ کو منہ پھیر دیا۔[2]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ, وَالْمَسْجِدُ قِبْلَةٌ لِأَهْلِ الْحَرَمِ, وَالْحَرَمُ قِبْلَةٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ فِي مَشَارِقِهَا وَمَغَارِبِهَا مِنْ أُمَّتِي۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل مسجد کا قبلہ بیت اللہ ہے اور اہل حرم کا قبلہ مسجد ہے اور حرم کے باشندوں کیلئے حرم قبلہ ہے خواہ وہ مشرق کی طرف ہو یا کہ مغرب کی طرف میری امت میں سے۔[3]

فَوَلِّ وَجْهَكَ تولية الوجه المكان: جعله قبالته وأمامه, والمراد بالوجه: جملة البدن, أي استقبل بوجهك في الصلاة نحو الكعبة. شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ وجهته أو ناحيته۔

ترجمہ: چہرہ مبارک کو پھیر دو، چہرہ پھیرنا مکان کی طرف اور اس کے آگے اور سامنے کر دو اور چہرے سے مراد تمام کے تمام بدن یعنی اپنے چہرے کو پھیر دو نماز میں کعبہ کی طرف۔[4]

أطلق الوجه, وأريد به الذات, من قبيل المجاز المرسل, من باب إطلاق الجزء وإرادة الكل۔

ترجمہ: آیت مبارکہ میں چہرے کا ذکر ہے اور اس سے مراد ذات یعنی کل بدن ہے یہ مجاز مرسل کے قبیلے میں سے جزء ذکر کر کے اس سے کل مراد کرنے کے باب سے ہے۔ ففهم۔[5]

وفي صحيح البخاري من حديث البراء بن عازب انه صلى الله عليه وسلم صلى أول صلوة صلاها الى الكعبة صلوة العصر وصلى معه قوم فخرج رجل ممن صلى معه فمر على اهل مسجد وهم راكعون فقال اشهد بالله لقد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم قبل مكة فداروا كما هم قبل مكة- فمحمول على ان البراء لم يعلم صلاته صلى الله عليه

[1] (معالم التنزيل في تفسير القرآن=تفسير البغوي ج ۱ ص ۸۵ دار الكتب علميه بيروت)

[2] (تفسير أبي السعود=إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم ج ۱ ص ۱۷۴ دار الاحياء بيروت)

[3] (تفسير القرآن العظيم لابن كثير ج ۱ ص ۱۹۳-۱۹۴ دار الفكر بيروت)

[4] (التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج ج ۱ ص ۳۷۸ مكتبه رشيديه كوئٹه)

[5] (التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج ج ۱ ص ۳۷۹ مكتبه رشيديه كوئٹه)

و سلم فی مسجد بنی سلمة الظهر - او المراد انه أول صلوة صلاها کاملا الی الکعبة - او أول صلوة صلی في مسجده صلی الله علیه و سلم هو العصر۔

ترجمہ: صحیح بخاری میں براءبن عازب سے ایک حدیث شریف مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف جو پہلی نمازادافرمائی وہ عصر کی تھی اور قوم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نمازادافرمائی تو نماز پڑھنے والوں میں ایک آدمی جوان کے ساتھ تھانکلااوروہ گزرا مسجد والوں پراس حال میں کہ وہ رکوع میں تھے تواس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتااللہ کے ساتھ کہ نبی ﷺ کے ساتھ قبلے کی طرف نماز پڑھی تواہل مسجد والے اسی حالت میں قبلہ کی طرف مڑے اوراس سے مراداول جو آپ ﷺ نے کامل نماز پڑھی کعبہ کی طرف تھی اور پہلی نماز جو مسجد نبوی ﷺ میں ادافرمائی وہ نماز عصر ہے۔[1]

الْمَسْأَلَةُ الْأُولَى: الْمُرَادُ مِنَ الْوَجْهِ هَاهُنَا جُمْلَةُ بَدَنِ الْإِنْسَانِ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْإِنْسَانِ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِجُمْلَتِهِ لَا بِوَجْهِهِ فَقَطْ وَالْوَجْهُ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ نَفْسُ الشَّيْءِ لِأَنَّ الْوَجْهَ أَشْرَفُ الْأَعْضَاءِ وَلِأَنَّ بِالْوَجْهِ تُمَيَّزُ بَعْضُ النَّاسِ عَنْ بَعْضٍ، فَلِهَذَا السَّبَبِ قَدْ يُعَبَّرُ عَنْ كُلِّ الذَّاتِ بِالْوَجْهِ۔

ترجمہ: پہلامسئلہ یہاں چہرے سے مرادانسان کاسارابدن ہے۔اسلئے کہ انسان پرواجب ہے کہ قبلے کی طرف بجملہ رخ کرے(یعنی سارے بدن سے)نہ کہ صرف چہرہ سے اورچہرہ ذکر کرتمام بدن یعنی نفس شئ مرادلیاجاتاہے کیونکہ چہرہ اعضاء میں سب سے زیادہ مشرف ہے اس لئے کہ چہرے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے جداہیں۔اسی سبب کی وجہ سے چہرے کے ذریعے تمام ذات سے تعبیر کی جاتی ہے۔[2]

الْمَسْأَلَةُ الْأُولَى: الْمُرَادُ مِنَ الْوَجْهِ هَاهُنَا جُمْلَةُ بَدَنِ الْإِنْسَانِ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْإِنْسَانِ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِجُمْلَتِهِ لَا بِوَجْهِهِ فَقَطْ وَالْوَجْهُ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ نَفْسُ الشَّيْءِ لِأَنَّ الْوَجْهَ أَشْرَفُ الْأَعْضَاءِ وَلِأَنَّ بِالْوَجْهِ تُمَيَّزُ بَعْضُ النَّاسِ عَنْ بَعْضٍ، فَلِهَذَا السَّبَبِ قَدْ يُعَبَّرُ عَنْ كُلِّ الذَّاتِ بِالْوَجْهِ۔

ترجمہ: پہلامسئلہ یہاں چہرے سے مرادانسان کاسارابدن ہے۔اسلئے کہ انسان پرواجب ہے کہ قبلے کی طرف بجملہ رخ کرے(یعنی سارے بدن سے)نہ کہ صرف چہرہ سے اورچہرہ ذکر کرتمام بدن یعنی نفس شئ مرادلیاجاتاہے کیونکہ چہرہ اعضاء میں سب سے زیادہ مشرف ہےاس لئے کہ چہرے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے جداہیں۔اسی سبب کی وجہ سے چہرے کے ذریعے تمام ذات سے تعبیر کی جاتی ہے۔[3]

---

1 (التفسیر المظهري ج ۱ ص ۱۴۴ مکتبه رشیدیه کوئٹه)

2 (مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۹۷ مکتبه علوم الاسلام لاهور)

3 (مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۹۷ مکتبه علوم الاسلام لاهور)

عن البراء بن عازب أن النبي صلّى الله عليه و سلّم كان أول ما قدم المدينة نزل على أجداده، أو قال أخواله من الأنصار و أنه صلّى قبل بيت المقدس ستة عشر أو سبعة عشر شهرا، و كان يعجبه أن تكون قبلته قبل البيت و أنه صلّى أول صلاة صلاها صلاة العصر، و صلّى معه قوم فخرج رجل ممن صلّى معه، فمر على أهل مسجد قباء و هم راكعون فقال أشهد بالله لقد صليت مع رسول الله صلّى الله عليه و سلّم قبل الكعبة فداروا كما هم قبل البيت۔

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پہلے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اپنے اجداد کے ہاں اترے اور یہاں یہ کہا کہ انصار میں سے ماموں والوں کے ہاں تشریف فرما ہوئے اور بیت المقدس کی سولہ (۱۶) یا سترہ (۱۷) مہینے نماز پڑھی اور یہ پسند کرتے تھے کہ ہمارا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو جائے آپ ﷺ نے پہلی نماز جو ادا فرمائی وہ نماز عصر تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ قوم نے بھی نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص نکلا اور اہل قباء والوں کے ہاں آیا اور حال یہ ہے کہ وہ رکوع کرتے تھے تو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبلہ کی طرف نماز پڑھی تو وہ اسی (نماز کی) حالت میں مڑ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے باقی نماز پوری کی۔[1]

(۱۰) وَأَقُولُ: فِي قَوْلِهِ: فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضاها مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ فِي الصَّلَاةِ، لِأَنَّ الْقِبْلَةَ هِيَ الَّتِي يُتَوَجَّهُ إِلَيْهَا فِي الصَّلَاةِ. وَأَرَادَ بِالْوَجْهِ: جُمْلَةَ الْبَدَنِ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ اسْتِقْبَالُهَا بِجُمْلَةِ الْبَدَنِ. وَكَنَّى بِالْوَجْهِ عَنِ الْجُمْلَةِ، لِأَنَّهُ أَشْرَفُ الْأَعْضَاءِ، وَبِهِ يَتَمَيَّزُ بَعْضُ النَّاسِ عَنْ بَعْضٍ. وَقَدْ يُطْلَقُ وَيُرَادُ بِهِ نَفْسُ الشَّيْءِ۔

ترجمہ: اور میں کہتا ہوں کہ اس قول میں فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبلَةً تَرضٰهَا قبلہ کی طرف رخ کرنا جو کہ دلالت کرتا ہے کہ نماز میں یہی مقصود ہے۔اس لئے کہ قبلہ وہی ہے جس کی طرف نماز میں منہ کیا جاتا ہے اور چہرے سے مراد تمام بدن ہے کیونکہ چہرے کو قبلے کی طرف کرنا تمام بدن کے ساتھ واجب ہے اور چہرے کو کیوں یہ کہا سارے بدن سے اس لئے کہ یہ اشراف الاعضاء (یعنی تمام اعضاء میں اشراف) ہے لوگوں کی پہچان ایک دوسرے سے چہرے کے ذریعے ہوتی ہے اور تحقیق کے ساتھ چہرے کے اطلاق سے تمام بدن مراد لیا جائے گا۔[2]

[1] (لباب التأويل في معاني التنزيل يعنى تفسير خازن ج ۱ ص ۹۹ دار الكتب عربيه پشاور)

[2] (البحر المحيط في التفسير ج ۱ ص ۲۰۳ أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي (المتوفى: 745هـ) دار العلميه - بيروت)

تلک عشرۃ کاملۃ

خشوع کے متعلق تفاسیر سے تقریباً ۵۳ حوالے مذکور ہیں آیت ۱ کے متعلق۔ آیت ۲ قانتین کا معنی خشوع اور سکون کے تقریباً پینتیس ۳۵ تفاسیر دوسرے معنی کے علاوہ خشوع اور سکون سے کی ہے۔

آیت نمبر تین اور چار میں سارے بدن کو حتی المقدور قبلہ کی طرف کرنا مذکور ہے اور آیت نمبر ۵ ص ۴۱ نماز میں ہاتھوں کو بند رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے کیا۔

یہ رسالہ ایک مختصر بیان پر مشتمل ہے۔

القلیل یدل علی الکثیر و الجرعة تبیئ عن البحر الصغیر۔

یعنی تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بڑے سمندر کی خبر دیتا ہے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ان شاء اللہ تعالیٰ مفصل رسالہ تحریر کیا جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب انتظار کریں اگر حق کا اتباع کیا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿الاحزاب ۷۱﴾ اس نے بڑی کامیابی پائی وبدونہ خرط القتاد۔ ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار جو آل محمد ﷺ کے بغض میں فوت ہوا قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے اور جو آل محمد ﷺ کے بغض میں فوت ہوا تو کافر فوت ہوا۔ خبردار جو بغض آل محمد ﷺ میں فوت ہوا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔[1]

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِینَ قِیلَ لَهُمْ کُفُّوا اَیدِیَکُمْ وَ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ۔

یعنی کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو۔

قد ذکر ابن القصار أن فی ذلک (ای رفع ایدی فی الصلوٰۃ) نزلت اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِینَ قِیلَ لَهُمْ (الآیة)[2]

علامہ بدرالدین العینی رحمہ اللہ نمازوں میں ہاتھ نہ اٹھانے کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یقیناً ابن قصار نے یہ بات بتائی ہے کہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِینَ قِیلَ لَهُمْ کُفُّوا اَیدِیَکُمْ (الآیة) نماز میں ہاتھ نہ اٹھانے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] (تفسیر کشاف ج۴ ص ۲۲۰ تفسیر کبیر امام رازی مطبعۃ القاہرہ ۱۳۲۴ھ ج۷ ص ۳۹۰)

[2] (نخب الافکار لبدرالدین العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ ج۹ ص ۱۵۱، لکن العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب=المستصفی لعبداللہ نسفی ج ۱ ص ۴۶۷ یعنی خصوص السبب کیلئے اعتبار نہیں بلکہ عموم لفظ معتبر ہے)

(۱) دلت الآیة علی أن ایجاب الصلاۃ و الزکاۃ کان مقدما علی ایجاب الجهاد۔[1]

(۲) أمرهم اللہ تعالیٰ باحترام الدماء و کف الایدی عن الاعتداء و باقامة الصلوۃ و بالخشوع و العبودیة للہ الخ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان خون کے احترام کرنے اور تعدی اور زیادتی سے ہاتھ روکنے اور نماز ادا کرنے اور سکون عدم حرکت اور اللہ کیلئے عبادت کرنے کا حکم دیا۔ (کچھ تفصیل بعد میں)[2]

فصل الواجب علی المجتهد: جیسے کہ صفحہ ۲ پر حضرت معاذ بن جبل کی حدیث گزری ہے، علماء علم نے اصول تحریر فرمایا ہے:

الواجب علی المجتهد طلب حکم الحادثة من کتاب اللہ ثم من سنة رسول اللہ ﷺ الخ۔

یعنی پہلے مجتہد پر کوئی حادثیہ کا حکم طلب کرنا قرآن کریم سے واجب اور لازم ہے اگر اس میں دستیاب نہ ہو تو پھر حدیث نبوی ﷺ سے الخ۔[3]

مولوی محمد فیض الحسن دیوبندی گنگوہی نے شاشی کے حواشی پر لکھا ہے:

ان الواجب علی المجتهد اذا وقعت حادثة طلب الحادثة من القرآن العظیم فتمنی و جدفیه لا یطلب عن غیره و لو وجدفیه کان المعلوم من الکتاب مقدما علی غیره لانه اقوی الدلائل و لکونه قطعیا کلاما ربانیا مقدم علی الظنی و هذا هو الذی عمله علماء الحنیفة فجاء سبا لمطاعن السفهاء الجهلاء الحمقاء علیهم انهم ترکوا و خالفوا الاحادیث الصحاح و غیرها اذ لم ینظروا الی ما یفهم من القرآن و لقلة فهمهم او لم یتفکروا فیما فیه حق التفکر و او یشیر الیه اشارة او دلالة او اقتصاء او اطلاقا او عموما بل قد وجدنا ظاهریة زماننا و هی طائفة قلیلة یقال لها غیر المقلدین و الموحدین و هم فی الحقیقة الملحدون الذین یطعنون علی السلف و الخلف لسوء عقولهم اولئک کالانعام بل هم اضل سبیلا انه یلوح من قولهم و عملهم انهم یقدمون احادیث البخاری و المشکوٰۃ بل الدارقطنی و البیهقی ایضاً علی الآی القرآنیة و کثیرا من آیاته ینسخونها باحادیث الصحیحین و لو احادا فالحذر الحذر من اقوالهم و افعالهم ثم بعد القرآن یطلب الحکم عندنا من السنة المشهورة ثم من الاحاد الخ۔ ایضاً۔

ترجمہ: جب بھی کوئی حادثہ پیش آجائے تو مجتہد پر اس حادثہ کا حکم قرآن عظیم الشان سے طلب کرنا واجب ہے۔ پس جب حادثہ کا حکم قرآن کریم سے مل جائے تو اس کے غیر سے حکم کو طلب نہ کرے جب کتاب اللہ سے اس کا حکم معلوم ہو جائے اور پایا جائے تو کتاب کو غیر پر مقدم کیا جائے گا اس لئے کہ یہ دلائل میں سب سے قوی تر ہے کیونکہ یہ قطعی ہے اور کلام ربانی

[1] (تفسیر بحر المحیط ج ۳ ص ۳۰۹ دار الکتب العلمیه بیروت مؤلفه ابی حیان الاندلسی المتوفی ۷۴۵ھ یعنی اس آیت نے اس پر دلالت کی نماز اور زکوۃ جہاد کے واجب ہونے سے پہلے واجب ہوئے ہیں۔)

[2] (تفسیر المنار لمحمد رشید رضا ج ۵ ص ۱۸۹ دار الفکر بیروت)

[3] (شاشی ص ۱۸ قدیمی کتب خانه کراتشی)

ہے اس لئے ظنی پر مقدم ہے اور علماء احناف کا عمل اور طرز و طریقہ یہ ہے اور ان کا یہ عمل اور طرز و طریقہ بے عقل اور جہلاء اور بے وقوفوں کا ان پر سبب طعن بنا کہ احناف نے احادیث صحاح کی مخالفت کرکے ان کو چھوڑ دیا وغیرھا ان کی قلت فہم کی وجہ سے قرآن پاک کے مفہوم تک نظر نہیں پہنچتی ہے اور کماحقہ اس میں فکر نہیں کرتے۔ جس کی طرف قرآن پاک نے اشارہ کیا ہو اشارۃ النص کے ساتھ اور دلالۃ النص کے ساتھ اور اقتضاء النص کے ساتھ یا مطلق یا عموم ہو بلکہ ہم نے تحقیقاً اس زمانہ کے کچھ اہل ظواہر کو پایا اور یہ ایک چھوٹا گروہ ہے جسے غیر مقلدین اور موحدین کہا جاتا ہے اور درحقیقت یہ لوگ موحدین نہیں بلکہ ملحدین ہیں (ای مائل حق سے) وہ لوگ ہیں جو سلف صالحین اور خلف پر اپنی بری عقلوں کی وجہ سے طعن کرتے ہیں اور یہی لوگ جانوروں کی طرح بے عقل ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں ان کے قول و عمل سے (یعنی ملحدین کے) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بخاری اور مشکوۃ بلکہ دار قطنی اور بیہقی کو بھی آیات قرآنی پر مقدم کرتے ہیں اور بہت کو بخاری اور مسلم کی احادیث سے منسوخ کرتے ہیں اگرچہ وہ احاد ہی کیوں نہ ہو تو ان کے اقوال اور افعال سے بچے رہو بچے رہو۔

قرآن کریم کے بعد ہمارے احناف کے نزدیک اس حادثے کے حکم کو طلب کرنا حدیث مشہورہ سے واجب ہے پھر حدیث مشہورہ کے بعد تیسری مرتبہ میں احاد سے طلب کرنا واجب ہے۔ الخ۔[1]

فصل: یہاں تک پانچ آیات قرآنی سے ثابت ہوا کہ ابتدائے اسلام میں نماز میں ایک دوسرے سے ضروری بات، سلام اور جواب سلام منہ سے یا انگلی سے اور نماز کے اخیر میں دعا کے وقت انگلی اٹھانا یہ سب کے سب نماز میں ممنوع اور منسوخ ہوئے۔ **وسیأتی۔**

اب ہم اس فصل میں ان احادیث میں سے کچھ بیان کریں گے جو نماز میں مذکورہ کاموں کو منع کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ نماز میں صرف پوشیدہ دعا کرنا باقی رہا۔ جیسا کہ نماز کے اخیر میں کیا جاتا ہے۔ باقی تین اقسام ممنوع ہوئیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ سے:

قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا قَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا۔

إِن فِي الصَّلَاة شغلاً۔[2] میں تین روایتوں سے منقول ہے اور **كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟**[3]

---

[1] (احسن الحواشی علی اصول الشاشی ص ۸۱ حاشیہ ۶ قدیمی کتب خانہ کراتشی لمحمد برکت اللہ المتوفی سنہ ۱۱۰۳ھ)

[2] (سنن نسائی کبریٰ، ج ۱ ص ۱۹۴ دار العلمیہ بیروت)

[3] (السنن الکبری، ج ۱، ص ۱۹۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(سنن نسائی ج ا ص ۱۹۴ باب موضع الیدین عندالسلام، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص ۲۱۱، مکتبہ رحمانیہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ ہم کو جواب عنایت فرمایا کرتے تھے۔جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ ﷺ کو سلام کیا(نماز کی حالت میں)مگر آپ ﷺ نے جواب عنایت نہ فرمایا(نماز کے بعد)ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ!ہم نماز میں کو آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے اور آپ ﷺ اس کا جواب عنایت فرمایا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔(اللہ کے ذکر سے) اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کیوں آپ کو نماز ہی میں بدخو گھوڑوں کی طرح ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون سے پڑھو اعضاء کو حرکت نہ دو۔[1]

نسائی کبریٰ میں ہے کہ نماز میں شغل ہے اور حدیث: **كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟** بھی سنن نسائی مجتبیٰ میں مذکور ہے اور سکون والی حدیث سنن نسائی کبریٰ ج ا ص ۱۹۷ پر حدیث نمبر ۵۵۲ بروایت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے بیان کی۔ **دارالکتب العلمیہ بیروت** اور **حدیث ۱۲۴۱ ج ا ص ۳۹۲** اور **حدیث ۱۲۴۹ ج ا**۔[2]

اورامام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ صحیح مسلم میں جابر بن سمرۃ سے روایت کی ہے:

قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ۔[3]

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں سلام کرتے جب آپ ﷺ نماز میں ہوتے اور آپ ﷺ سلام کا جواب عطا فرماتے تھے جب ہم (ہجرت حبشہ سے)واپس آئے تو میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب عطا نہیں فرمایا۔(جب نماز سے فارغ ہوئے)فرمایا کہ یقیناً نماز میں ضرور شغل ہے۔[4]

اس طرح ملاحظہ ہو:

الباعث علی انکار البدع والحوادث فصل فی مخالفۃ۔[5]

---

[1] (صحیح البخاری، ج ا، ص ۵۴۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

[2] (ابوداود ج ا ص ۱۳۳ باب العمل فی الصلاۃ، میر کتب خانہ کراچی)

[3] (صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۱ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ))

[4] (صحیح البخاری ج ا ص ۱۶۲)

[5] (الرغائب الشرع ج ا ص ۱۵۹ ورنیل الاوطار شرح منتقی الاخبار لشوکانی ج۲ ص ۴۲۷، المکتبۃ التوقیفیۃ، مسند ابی داود الطیالسی ج ۱۸۲۳ ص ۴۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نماز میں سکون کرو ہاتھوں کو مت اٹھانا۔

عن ابی الدرداء: أن النبیﷺ قال: أول شیئ یرفع من ھذہ الامة الخشوع حتی لاتر فیھا خاشعاً۔

ترجمہ: اس امت میں سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ ان میں کوئی خشوع کرنے دیکھ نہیں پاؤں گا۔[1]

وعن شداد بن أوس: أن رسول اللہﷺ قال: أول مایرفع من الناس الخشوع۔

ترجمہ: لوگوں میں سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا۔[2]

مسند الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں ہے کہ کیاوجہ ہے کہ ہم آپ کو نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے ایسی حالت میں دیکھتاہوں جیسے بدخو گھوڑے (یعنی شریر و مست گھوڑے)۔[3]

حدیث میں منقول ہے کہ: لو خشع قلبہ خشعت جوارحہ۔

یعنی اگر اس نمازی کے دل میں خشوع ہوتاتو اس کے جوارح ساکن ہوتے۔

(یعنی اندا موں کو حرکت میں مصروف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں خشوع نہیں ہے۔)[4]

حدیث إن فِي الصَّلَاةِ شغلاً کو حافظ ابی نعیم الاصبہانی متوفی ۴۲۰ھ نے المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم ج ۲ ص ۱۳۸ دار الکتب العلمیہ میں ذکر کیاہے۔

قال مجاھد: السکون (فیھا) یعنی خشوع نماز میں سکون ہے۔[5]

نمبر ۲: وحدث أن ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ کان کذلک وکان یقال ذلک الخشوع فی الصلاۃ کمافی الفتح۔ ولیراجع لتفصیل اقوال السلف فی الخشوع۔[6]

وبالجملۃ فالشریعۃ تأمر بالوقار والسکون فی الصلاۃ کمادأب السلف الصالحین فی صلاتھم وروی البیھقی باسناد صحیح عن مجاھد قال کان ابن زبیر إذاقام فی الصلاۃ کأنہ عود، وحدث أن أبابکر الصدیق لتفصیل أقوال السلف فی الخشوع۔[7]

عن الفضل بن العباس۔ قال قال رسول اللہ الصلاۃ مثنی مثنی، تشھد فی کل رکعتین وتضرع وتخشع ولمسکن الحدیث۔

---

1 (بقیۃ الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد مشھور بہ مسند البزاز ج ۲ ص ۳۲۶ حدیث ۲۸۱۳)

2 (بقیۃ الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد مشھور بہ مسند البزاز ج ۲ ص ۳۲۶ حدیث ۲۸۱۳ دار الفکر بیروت)

3 (مسند الامام احمد بن حنبل وبھامشہ منتخب کنز العمال ج۵ ص ۸۸، ۱۰۱، ۹۳، ۸۶ دار الفکر بیروت)

4 (مصنف عبد الرزاق باب العبث فی الصلاۃ رقم حدیث ۳۳۰۹، ۳۳۰۸ تحت الخط قال رویناہ عن ابن المسیب ج ۲ ص ۲۸۵ المجلس العلمی کراچی)

5 (ص ۲۵۹)

6 (العمدۃ ج۳ ص ۱۶ وغیرہ معارف السنن ج۳ ص ۴۷۳)

7 (شرح التقریب للعراقی، ۲۷۳-۳۷۳ ج ۲) والعمدۃ (۳-۱۶))

ترجمہ: مجاہد نے فرمایا کہ خشوع سکون (عدم حرکت) ہے یعنی نماز میں (خشوع) سکون ہے۔

فضل بن عباس سے روایت ہے کہ نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر تشہد ہے۔

(تخشع) التخشع: السکون و التذلل۔

اور اللہ تعالیٰ کو تذلل کرنا اور سوال میں مبالغہ کرنا۔[1]

وتمسکن مفعیل من السکون۔[2]

وحدیث مالی أراکم رافعی ایدیکم کانهااذاجه خیل شمس اسکنوافی الصلوة۔ کو مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۳۷۰ مکتبہ امدادیہ ملتان یعنی اللہ تعالیٰ نے نماز میں خشوع اور سکون کی جس طرح فضیلت بیان کر کے نماز میں خاموشی سے پڑھنے اور سکون سے پڑھنے کی تعلیم کی ہے اس طرح حضور علیہ السلام نے ہاتھ اٹھانے کو منع فرما کر سکون کا حکم دیا ہے۔ قرآن کو خبر واحد سے منسوخ کرنا بھی خلاف قاعدہ ہے۔ اس لئے اس بارے میں سکون پر عمل کرتے ہوئے خلاف سکون قولی اور فعلی احادیث کو منسوخ تصور کیا جائے گا کیونکہ تعارض کی حالت میں بنابر مذہب احناف اول نسخ ہے۔

قاعدہ: جب ایک مسئلہ میں احادیث مختلفہ آجائے تو قاعدہ کیا ہے؟

عندالشوافع رحمهم الله: قال أشیاخنا رحمهم الله اجمعین: اذاوردت الاحادیث المختلفة فی المسئلة فیأخذالشافعی رحمه الله بأصح مافی الباب مرفوعاً عندالمالکی رحمهم الله: ویأخذمالک رحمه الله بتعامل اهل المدینة وان خالفه حدیث مرفوع۔

احناف: ویأخذابو حنیفة رحمه الله بکل المرفوعات بالحمل علی محمل واحدوربمایأخذبالقوی ویخرج المحامل فی الوقائع المخالفة له۔

قاعدة عندالحنابلة: ویأخذاحمدبن حنبل رحمه الله بالکل مع لحاظ أقوال الصحابة والتابعین رضوان الله علیهم۔ ولنا تجدعنه روایات فی مسألة۔ واذاتعارض الحدیثان ففی کتب الشافعیة یعمل بالتطبیق ثم بالترجیح ثم بالترجیح ثم بالتطبیق ثم التساقط۔

والمقدم عندناهو النسخ الثابت بالنقل وأماالنسخ الاجتهادی فمرتبة بعد الترجیح وقبل التطبیق وأماتقدم الترجیح قبل التطبیق فهو مقتضی القریحة المسلیمة فان فی الترجیح عملاًبالعلم وفی التطبیق عملاًبعدمه والعلم مقدم علی عدمه۔[3]

---

[1] (شرح السنة للامام البغوی ص ۲۶۰ ج۳ باب الخشوع فی الصلاة، مشکوة بحواله ترمذی ص۷۷ قبیل مایقرأ بعدالتکبیر، مرقاة ج۲ ص ۵۲۳، قال ابن حجر وسنده حسن وترمذی ج ۱ ص ۸۷ باب ماجاء فی التخشع فی الصلوة)

[2] (مرقاة ج۲ ص ۵۲۱-۵۲۲)

[3] (العرف الشذی شرح الترمذی لعلامة شیخ الحدیث محمدانور شاه دیوبندی کے ساتھ فاروقی کتب خانہ ملتان ص۵۷۴)

ترجمہ: ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ اجمعین نے فرمایا کہ جب ایک مسئلہ میں مختلف احادیث ہوں توامام شافعی رحمہ اللہ اس باب اصح الاحادیث مرفوعہ لیتے ہیں اورامام مالک رحمہ اللہ اہل مدینہ کے عمل کو لیتے ہیں اگرچہ اس کے مخالف احادیث بھی موجودہوں اورامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سب مرفوع احادیث ایک محمل پر حمل کرتے ہوئے عمل کرتے ہیں اورحدیث قولی کو بہت زیادہ لیتے ہیں اور مختلف حادثات میں ان کیلئے حمل کرنے کی جگہ نکالتے ہیں۔اورامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ صحابہ کرام اور تابعین رحمھم اللہ کے اقوال کالحاظ کرتے ہوئے سب کو لیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ میں مختلف روایات پاتے ہیں۔کتب شوافع میں پہلے تطبیق ہے کہ دونوں حدیث ایک محمل پر حمل ہو پھر اگر تطبیق ممکن نہ ہوتو ترجیح پر عمل کرتے ہیں راجح پر عمل کرتے ہوئے مرجوح چھوڑتے ہیں اوراگر ترجیح بھی نہ ہوسکے تو پھر نسخ پر عمل کرتے ہیں اوراگر نسخ نہ ہوسکے تو پھر تساقط کرتے ہیں یعنی دونوں روایتوں کو غیر معمول بہا کرتے ہیں اور ہماری کتابوں میں (یعنی مذہب حنفی) پہلے نسخ پھر ترجیح پھر تطبیق اور پھر تساقط کرنے پر عمل پیرا ہے۔ہمارے ہاں وہ نسخ مقدم ہے جو نقل سے ثابت ہو اور جو فسخ اجتہادی ہے اس کا مرتبہ ترجیح کے بعد ہے اگر ترجیح ممکن نہ ہو تو دونوں کو ساقط کرتے ہیں اور تطبیق سے نسخ اجتہادی کا مرتبہ مقدم ہے۔ پہلے ترجیح پر عمل کرنا اس لئے ہے کہ تطبیق پر مقدم کیا جائے۔یہ قصد سلیمہ کا تقاضا ہی ہے اس لئے کہ ترجیح میں علم پر عمل کرنا ہے اور تطبیق میں عدم علم پر عمل ہے اور علم عدم علم سے پہلے ہے۔[1]

مندرجہ بالا تحقیق سے آپ کو یہ بات روزروشن کی طرح معلوم ہوئی کہ چاروں مذاہب مقبولہ مروجہ میں سے کسی بھی میں نہیں کبھی ایک پر عمل کریں اور کبھی دوسرے پر یا کوئی ایک پر عمل کرے اور کوئی دوسرے پر یا جس نے ان میں سے کسی پر عمل کیا تو اس نے صحیح کام کیا اور سنت یا مطلوبہ عمل ادا کیا الغرض موجودہ دور میں جو ایسا کرتا ہے درحقیقت وہ مذاہب اربعہ حقہ سے خارج اور ہواپرست ہے۔

فصل: جب ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ اٹھانا ممنوع اور منسوخ ہے اور نسخ ثابت ہے نقل سے اس لئے نسخ مقدم ہے اور وہ تین قسمیں جس میں ہاتھ اٹھانا یا ہاتھ کے قائم مقام انگلی اٹھانا ہے منسوخ ہے صرف اور صرف پوشیدہ دعا کرنا باقی ہے نماز میں۔

اقسام دعا: وعن محمدبن الحنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال الدعاء أربعة دعاء رغبة و دعاء رهبة و دعاء تضرع و دعاء خفية ففی دعاء الرغبة يجعل بطون كفيه نحو السماء وفی دعاء الرهبة يجعل ظهر كفيه الی وجهه كالمستغيث من الشيئ وفی دعاء التضرع يعقد الخنصر و البنصر ويحلق بالابهام و الوسطی و يشير بالسبابة و دعاء الخفية مايفعله المرء فی نفسه وعلى هذا قال ابو يوسف رحمه الله فی الاملاء يستقبل بباطن كفيه القبلة عندافتتاح الصلاة و استلام

[1] (العرف الشذی شرح الترمذی لعلامة شیخ الحدیث محمدانور شاہ دیوبندی کے ساتھ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۷۴)

الحجر وقنوت الوتر وتكبيرات العيدين ويستقبل بباطن كفيه السماء عندرفع الايدی علی الصفاو المروة وبعرفات وبجمع وعندالجمرتين لانه يدعوفی هذه المواقف بدعاءالرغبة الخ۔

بعض حضرات نے اس سے تعبیر باشارہ مروجہ سے کی ہے جو بالکل غلط ہی ہے۔

۱۔مبسوط لسرخسی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۲۶ دار الفکر، ۲۔بحر الرائق ج ۲ ص ۴۳ باب الوتر و النوافل ایچ ایم سعید کراچی ترمایفعله المرء فی نفسه فقط، ۳۔وبحر الرائق ج۸ص۲۰۷، ۴۔درمختار ج ۱ ص۷۷، ۵۔کشف الاستار علی درمختار ج ۱ ص۷۷، ۶۔حاشیه الطحطاوی علی در المختار ج ۱ ص ۲۲۴، ۷۔شامی ج ۱ ص ۳۷۵ مکتبه حقانیه پشاور، ۸۔فتح القدیر ج ۱ ص۳۷۸، ۹۔فیض الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۳۴۵، ۱۰۔عرف شذی شرح ترمذی ص۳۳۷دار الکتب بیروت، ۱۱۔ترمذی ج ۱ ص ۴۱حاشیه میں فاروقی کتب خانه ملتان، ۱۲۔الفتاویٰ تاتارخانیه مکتبه رشیدیه کوئٹه ج۱۸ ص ۵۳، ۱۳۔عالمگیری ج۵ ص ۳۱۸اوراس میں یہ عبارت بھی موجود ہے کذافی مجموع الفتاویٰ ناقلاعن شرح السرخسی لمختصرالحاکم الشهیدفی باب قیام الفریضه ، ۱۴۔کبیری مع بهامش صغیری مطبع لاهور ص ۲۸۸ ، ۱۵۔غنیة فی شرح غنیة المصلی ص۳۲۷سهیل اکیڈمی لاهور ، ۱۶۔مراقی الفلاح ص۲۰۶ ، ۱۷۔حاشیه طحطاوی ذیل مراقی ص۲۰۶ ، ۱۸۔فتاویٰ سلطانیه ص ۵۳۵وغیره۔

مذکورہ سب کتب اس بات پر دلالت کرتی ہیں بلکہ سب نے تصریح کی ہے کہ دعاء تضرع کا طریقہ یہ ہے کہ چھنگلیا اوراس کے ساتھ والی انگلیاں بند کرکے درمیانی اوربڑی انگلی کوحلقہ کرکے اور مسبحہ پراشارہ کرے یہ عمل نماز کے اخیر میں دعاکرنے کے وقت میں تھااب منسوخ ہوکر بغیر مسبحہ کے اٹھانے کے دعاکی جاتی ہے۔

اس پر دلیل امام ترمذی رحمہ اللہ کا ابواب الدعوات ص۱۹۹ج ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی کی یہ حدیث شریف ہے:

عاصم بن کلیب عن ابیه عن جده قال دخلت علی النبی ﷺ وهو یصلی وقد وضع یده الیسری علی فخذه الیسری ووضع یده الیمنی علی فخذه الیمنی وقبض اصابعه وبسط السبابة وهو یقول یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک هذاحدیث غریب من هذاالوجه۔

یعنی عاصم بن کلیب کا جدامجد کہتا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہاں آیا اورآپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور تحقیق آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ دائیں ران پر اوربایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور مسبحہ کے بغیر سب انگلیوں کو بند کرکے مسبحہ کو پھیلایا اورآپ ﷺ یہ دعا کرتے تھے : یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔ اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ اس مقام پر کوئی مخصوص دعامنقول نہیں جو چاہے کرے۔ اس دعا کو دعائے اخلاص، دعائے تضرع اور دعائے استغفار کہا جاتا ہے۔

۱۹۔ سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ اپنی کتاب کتاب الدعاء میں تحریر فرماتے ہیں :

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ النَّوْفَلِيُّ الْمَدِينِيُّ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأُوَيْسِيُّ، ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَكَذَا الْإِخْلَاصُ - يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ - وَهَذَا الدُّعَاءُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْنِ، وَهَذَا الِابْتِهَالُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا۔[1]

۲۰۔ حدثنا العباس بن الفضل الاسفاطی، ثنا ابو ثابت محمد بن عبیداللہ مدنی، ثنا عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، ثنا العباس بن عبداللہ بن معبد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی ﷺ قال الاخلاص هكذا ورفع اصبعا واحدة من الید الیمنیٰ و الابتهال هكذا و مد یدیه و جعل بطن الكف مما یلی الأرض، و الدعاء هكذا و جعل یدیه بطونهما مما یلی السماء۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اخلاص اس طرح ہے اور دائیں ہاتھ کی ایک انگلی اٹھائی اور دعا میں انتہائی عاجزی کا اظہار اس طرح ہے اور ہاتھوں کو دراز کر کے ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کر دیا اور دعا اس طرح ہے اور ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کر دیا۔

(باب رفع الیدین علی المنبر فی الاستسقاء حدیث نمبر ۲۱۷۸ ص ۲۲۵ - ۲۲۶ دار الحدیث قاہرہ) کے تحت محقق نے لکھا کہ اس کی اسناد حسن ہیں اور اس سے مستدرک میں (۷۹۰۳) و سنن البیہقی الکبریٰ (۲۶۲۳) ص ۹۰ اس کی اسناد حسن ہے اور اس سے سنن ابی داؤد (۱۴۹۱) کتاب الدعاء ص ۹۰

۲۱۔ اور کتاب الدعوات الکبیر للبیہقی متوفی ۴۵۸ھ (القسم الثانی) منشورات کویت باب من آداب الدعاء حدیث نمبر ۲۶۳ ص ۳۴۔

۲۲۔ اور السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث نمبر ۲۷۹۴ میں ہے کہ:

عن العیزار سئل ابن عباس عن الرجل یدعو یشیر باصبعه؟ فقال ابن عباس رضی اللہ عنهما هو الاخلاص۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ ایک شخص دعا کرتا رہتا ہے اپنی انگلی سے اشارہ کرتا رہتا ہے؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ اخلاص ہی ہے (یہ عیزار سے منقول ہے) اس طرح اربدۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ یہ اخلاص ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تضرع ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اس دعا کو اخلاص اور تضرع اور استغفار کہا جاتا ہے یعنی اس دعا کو احادیث میں تین ناموں سے موسوم کیا گیا ہے اس لئے فقہاء نے اس کو دعائے تضرع سے ذکر کیا ہے اور عثمان نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ شیطان کیلئے مقمع ہے یعنی ذلیل کرنے کا آلہ ہے۔)

---

[1] (الدعاء للطبرانی ص ۹۰ دار الکتب العلمیة - بیروت)

(۲)۲۲۔اور حدیث ۲۷۹۵ عن التمیمی وھو اربدۃ عن ابن عباس: ھو الاخلاص و عن ابان بن ابی عیاش عن أنس بن مالک قال: التضرع و عن عثمان عن مجاھد قال: مقمعۃ للشیطان اور حدیث ۲۷۹۶ عبداللہ بن عن ابن عباس أن رسول اللہ ﷺ قال، ھکذا الاخلاص یشیر باصبعه التی تلی الابھام، و ھذا الدعاء فرفع یدیه عذو منکبیه و ھذا الابتھال فرفع یدیه مداً۔[1]

۲۳۔عن عکرمۃ عن ابن عباس قال المسئلۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحو ھما و الاستغفار ان تشیر باصبع واحدۃ و الابتھال ان تمدیدیک جمیعا و فی روایۃ قال و الابتھال ھکذ اور رفع یدیه و جعل ظھورھما ممایلی وجھه۔[2]

۲۵۔ذکر العلۃ التی من اجلھا کان یشیر المصطفیٰ ﷺ بالسباۃ فی الموضع الذی وصفناہ۔

حدیث نمبر ۱۹۴۱ ص ۱۵۸ صحیح ابن حبان دار الفکر بیروت۔۔۔ و وضع مرفقه الایمن علی فخذہ ایمنی علی فخزہ ایمنی و قیض خنصرہ و التی تیلھا و جمع بین ابھامه و الوسطی و رفع التی تلیھا یدعو ابھا۔

یعنی اشارہ جواب سلام اور دعاء اخلاص کے لیے تھا نہ کہ برائے توحید۔

کیونکہ علامہ عینی تحریر فرماہیں:

و قال ابو حنیفۃ و اصحابه لایو دہ نطقاً و اشارۃ بکل حال۔[3]

اور علامہ عینی تحریر فرماہیں کہ:

و قد ذکرنا ان احادیث الرفع فی غیر تکبیرۃ الاحرام منسوخۃ۔[4]

اور علامہ حصکفی در مختار میں تحریر فرماہیں:

علی صدر ردالمختار ج ۲ ص ۲۱۵ مکتبه رشیدیه کوئٹه: و ماورد نسخ بحدیث۔ان فی الصلاۃ لشغلاً و در مختار ایچ ایم سعید کراچی ج ۱ ص ۹۳:

علامہ شامی تحریر فرماہیں:

ان مافی المتون مقدم علی مافی الشروح و مافی الشروح مقدم علی مافی الفتاویٰ۔[5]

اور بدائع الصنائع میں ہے:

و لم یبطل ماادیٰ بالاجتھاد الاول لان ما اصضیبا الاجتھاد لا نیقض با جتھاد مثله۔

---

[1] (سنن کبریٰ لبیھقی ج باب مانیوی المشیر باشارته فی التشھد صفحه ۱۹۱ دار الکتب علمیه بیروت)

[2] (رواہ ابو داؤد و مشکوٰۃ ۱۹۶ اصح المطابع دھلی، ابو داؤد میر محمد کتب خانه کراچی ج ص ۲۰۸)

[3] (شرح ابو داؤد ج ۳ ص ۱۰۹، دار الکتب بیروت)

[4] (شرح ابی داؤد ج ۲ ص ۴۰۹، طبع بیروت)

[5] (شامی ج ۱ ص ۵۳)

مطلب یہ کہ پہلے اجتہاد اس سے بعد اجتہاد کے وجہ ختم نہیں کیا جا سکتا۔[1]

ترجمہ از صفحہ نمبر ۵۰: محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دعاء کی اقسام چار ہیں:

(۱) رغبت کی دعا (۲) رہبت کی دعا (۳) تضرع کی دعا (۴) پوشید دعا

(۱) دعاء رغبت میں ہتھیلیوں کا باطن آسمان کی طرف کیا جاتا ہے۔

(۲) اور دعاء رہبت میں ہتھیلیوں کی الٹی طرف اپنے منہ کی طرف کی جاتی ہے جیسے کہ کسی سے کوئی چیز مانگتا ہے۔

(۳) اور دعا تضرع میں چھنگلی اور ساتھ والی انگلی کو بند کریں (ملالیں) انگوٹھا اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنالیں اور مسبحہ سے اشارہ کریں۔

(۴) دعاء خفیہ جو انسان اپنے دل میں ہی دعا کریں۔ بنابر اس بات امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہکی املاء میں منقول ہے کہ تکبیرات عیدین کے وقت اور قنوت وتر (یعنی وتر میں دعا قنوت پڑھتے وقت) اور حجر اسود کے استلام کے وقت اور افتتاح نماز کے وقت ہتھیلیوں کے باطن طرف قبلے کے طرف متوجہ کریں۔ اور جمرات کو مارنے کے وقت اور صفا و مروہ میں اور مزدلفہ میں بھی ایسا کرے کیوں کہ ان مقامات میں دعاء رغبت ہی کرتے ہیں۔(امام یوسف صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جس کو آپ نے املاء میں ذکر کیا ہے نہ وہ جس کو بعد میں آنے والے علماء نے بغیر سوچ نقل کیا ہے اور اس کو اشارات برائے نفی اثبات در تشہد پر محمول کیا)۔

اور صفحہ نمبر ۵۱ اور ۵۲ پر حدیث کا ترجمہ: عاصم بن کلیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتا ہے فرمایا میں آپ ﷺ کے پاس آیا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور تحقیق کے ساتھ آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو بند کر دیا اور مسبحہ کو پھیلایا اور وہ یہ دعا کر رہے تھے اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھیں۔

حدیث نمبر ۱۹: امام طبرانی نے اپنی کتاب کتاب الدعا میں نقل فرمایا ہے:

کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ دعاء اخلاص اس طرح ہے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اور یہ دعا ہے اور ہاتھوں کو کاندھوں کے طرف اٹھایا اور یہ دعا ابتھال ہے اور ہاتھوں کو لمبا کر کے اٹھایا حدیث نمبر (۲۰) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دائیں ہاتھ کی ایک انگلی اٹھایا کر دعاء اخلاص اس طرح ہے۔ اور ہاتھوں کو لمبا کر کے ہاتھوں کے ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کر دیا اور فرمایا یہ

[1] (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۱، وفی شرح المجلہ تسلیم رستم باز ص ۱۲ الاجتہاد لا ینقض بمثلہ ۱۲)

دعا ابتھال ہے اور ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کر کے اٹھایا اور فرمایا کہ یہ دعا ہی ہے اور صفحہ نمبر ۵۴ پر حدیث نمبر ۲۲ کا ترجمہ: عیزان سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی دعا کرتے وقت ایک انگلی سے اشارہ کرنے والے کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواباً فرمایا کہ یہ اخلاص ہے صفحہ نمبر (۲) ۵۴ حدیث نمبر ۲۲، و نمبر ۲۷۹۵: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ اخلاص ہی ہے۔ اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ تضرع ہی ہے اور عثمان مجاہد سے ناقل ہے آپ نے فرمایا کہ اس میں شیطان کی ذلت اور اہانت ہے۔

حدیث نمبر ۳/ ۲۲ نمبر ۲۷۹۶: عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یقیناً رسول ﷺ نے فرمایا انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی (مسبحہ) سے اشارہ کرے یہ اخلاص ہی ہے اور دونوں ہاتھ کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور کہا کہ یہ دعا ہی ہے اور دونوں ہاتھوں کو لمبا کر کے اٹھایا اور فرمایا یہ ابتھال ہی ہے۔

۲۳۔ حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا (۵۳ صفحہ پر اصل مذکورہ ہے) کہ سوال کرنے کا ادب و طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں کے برابر یا ان کے قریب تک اٹھاؤ استغفار کا ادب یہ ہے کہ تم اپنی ایک انگلی کے ذریعہ اشارہ کرو اور دعا میں انتہائی عجز و مبالغہ اختیار کرنا یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھے دراز کرو یعنی اتنے اٹھاؤ کہ مونڈھوں کے قریب ہو جائے۔[1]

ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے کہا دعا میں انتہائی عاجزی کا اظہار اس طرح ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان کی پشت کو اپنے منہ کے قریب کیا۔[2]

صحیح ابن حبان میں ہے: جس علت کے وجہ رسول ﷺ اشارہ فرماتے تھے مسبحہ انگلی سے جس جگہ میں کہ ہم نے بیان کی ہے اس کا بیان کرنا (پھر اپنی سند سے حدیث بیان کی جس میں ہے) کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھ دیا اپنی چھنگلی اور ساتھ والی انگلیاں بند کر کے اور درمیانی اور انگوٹھے ملا کر اور مسبحہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اٹھا کر اس پر دعا کرتے تھے۔

علامہ عینی نے شرح ابو داؤد میں لکھا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب یعنی (امام محمد اور ابو یوسف) کے ہاں جواب سلام نہ زبان سے اور نہ اشارہ سے ہر حال میں نہ دے اور رفع یعنی ہاتھ اٹھانے والی احادیث حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے نماز میں شغل تکبیر تحریمہ کے علاوہ سب منسوخ ہے (اس طرح مالی ارکم رافعی ایدیکم۔۔۔اسکنوا) کے

---

[1] (ابوداؤد ج ا ص ۲۰۹)

[2] (ابوداؤدو مشکوۃ ص ۱۹۶)

ساتھ اور یہ قاعدہ ہے متون شروح سے مقدم ہے اور شروح فتاویٰ سے مقدم ہے۔ اور ایک اجتہاد دوسرے اس طرح اجتہاد سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ **کمایاتی۔**

ویجاب بانہ مخصوص بمالیس فی الصلاۃ للاجماع علی انہ لا رفع فی دعاء التشہد انتھی۔

یعنی دعا میں ہاتھ اٹھانا خاص ہے اس دعا کے ساتھ کے نماز میں نہ ہو کیوں کہ حالت تشہد دعا کرنے میں ہاتھ اٹھانا نہیں اس لئے کہ اس پر اجماع ہے۔[1]

نوٹ: اگر کہا جائے کہ حدیث میں ہے کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں بد خو گھوڑوں کی دم کی طرح تم ہاتھوں کو اٹھاتے ہو نماز میں سکون کرو یعنی ہاتھ مت اُٹھاؤ۔

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں تحریر کرتے ہیں کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے انداموں کے ساکن کرنے کا حکم دیا ہے اور اشارہ سے سلام کا رد کرنا جواب دینا اس میں اس حکم نبوی سے نکلتا ہے اس لیے کہ اس میں ہاتھوں کو اٹھانا اور انگلیوں کو ہلانا ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ ہاتھ نہ اٹھانے سے اور جواب سلام اشارہ سے نہ کرنے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے اس حکم پر عمل ہوا جو نماز میں انداموں اور انگلیوں کو ساکن کرنا ہے۔

اور یہ قول جو ہم نے بیان کیا اس باب میں یہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔[2]

عرض ہے کہ مندرجہ بالا میں ہاتھ نہ اٹھانے کو نماز میں کہا گیا ہے نہ کہ انگلی نہ اٹھانے کا۔ بلب ادب عرض ہے کہ یہ اعتراض علمی ذوق نہ رکھنے سے پیدا ہوا ہے۔ اس لیے یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ:

(۱) ضرورت انتفاء الکل بانتفاء الجزء۔[3]

(۲) لان انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔[4]

(۳) ان انتفاء بعضھا ایّ بعض کان یستلزم انتفاء الکل۔[5]

(۴) انتفاء الجزء یوجب انتفاء الکل۔[6]

(۵) ضرورۃ انتفاء الکل بانتفاء جزءہ۔[7]

---

1 (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷۵ لابن الھمام طبع النوریہ سکھر اور نور الایضاح طبع امدادیہ ملتان کی شرح مراقی الفلاح نسخہ دیگر ص ۸۷ مکتبہ امدادیہ ملتان)

2 (شرح معانی الاثار ج ۱ ص ۱۹۸ مکتبہ حقانیہ ملتان)

3 (شرح المقاصد فی علم الکلام باب المقصد الثانی جزء الاول بیروت ص ۲۹۹)

4 (المواقف ج ۲ ص ۳۲۵، عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۲۲ دار الاحیاء بیروت)

5 (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۷ فصل اول مصنفہ ابو الحسن مبارک پوری)

6 (بیان المختصر شرح مختصر ابن حاجب ج ۱ باب تعلق الامر بالمعدوم)

7 (شرح مختصر ابن حاجب ج ۳ ص ۴۰ باب ھل النقص قادِح فی العلۃ)

(٦) و انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔[1]

(٧) ضرورۃ انتفاء الکل بانتفاء الجزء۔[2]

(٨) ضرورتۃ انتفاء الکل بانتفاء جزء واحد منہ۔[3]

(٩) و انتفاء الجز یوجب انتفاء الکل۔[4]

حکم وقوع النجاست فی البئیر و انتفاء الجزء یستدعی انتفاء الکل۔[5]

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ ایک لازمی وجہ ہے کہ ایک جزء یعنی بعض جو بھی ہو ضروری طور پر اس کے انتفاء کے وجہ سے کل ختم ہو جاتا ہے اور وہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اور جز کے انتفاء کل سے منفی آئندہ اوراق میں آئے گا۔

تبصرہ: یہی وجہ ہے کہ اگر ایک انگلی بھی متحرک کرے تو حکم سکون کو نہ مانا پھر ایک ہاتھ پانچ انگلیوں کو متحرک کرنے والا اور اشارہ کرنے والا کس طرح حضور علیہ السلام کا حکم ماننے اور اس پر عمل کرنے والا بن سکتا ہے؟ اور ساتھ ساتھ حکم نبوی ﷺ کی پانچ آیاتِ قرآنی مذکورہ بھی پامال کر دی اور اجماع کی بھی مخالفت کر دی۔

دوسرا جواب یہ ہے: کہ ایک انگلی اٹھانا قائم مقام دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کے ہے یعنی ایسا ہے کہ اس نے دونوں ہاتھوں کو اٹھا رکھا ہے (ملاحظہ ہو درجہ ذیل):

الشیخ محمد انور شاہ کشمیری ثم الدیوبندی تحریر فرماہیں:

و الطریق معروف فی الدعاء الآن رفع الأیدی کلتیہما ثم تتبعت لذلک ان الدعاء ھل یکون برفع الاصبع ففی الدر المختار عن القنیۃ فی باب صفۃ الصلاۃ: و الاشارۃ لعذر کبر یکفی فجوز بالاشارۃ عند العذر کانہ اختصار من رفع الایدی۔[6]

صاحبِ فیض الباری آگے جا کر لکھتے ہیں:

و فی البحر فی باب الوتر عن مولی ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ انہ کان یرفع یدیہ فی القنوت للدعاء و تارۃ یکتفی بالاصبع ایضاً و نسب ذلک الی امامنا ایضاً۔

---

[1] (الابھاج فی شرح المنھاج جلد ۲ ص ۱۵۹ باب المسئلۃ اولیٰ متی یوجد المشروط)

[2] (شرح التلویح علی التوضیح ج ۱ ص ۱۴۴ فصل انواع علاقات المجاز)

[3] (فتح القدیر ج ۹ ص ۲۰ کتاب الھبۃ)

[4] (التحبیر شرح تحریر ج ۱ ص ۱۴۴ باب قولہ فصل۔ ضرورۃ انتفاء الکل بانتفاء الجزء ج ۲ ص ۱۲۹ تیسر الحریر، عنایہ ج ۱ ص ۱۰۰ فصل بیئر، عنایہ شرح ھدایہ باب قضاء الفوائت ج ۱ ص ۴۹۶)

[5] (البنایہ شرح اھدایۃ ج ۱ ص ۴۴۰)

[6] (ج ۲ ص ۳۴۵ باب رفع الیدین بالخطبۃ)

ترجمہ: آج کل دعا کا معلوم و معروف طریقہ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا ہے۔ پھر میں نے تلاش و تتبع کی کہ کیا ایک انگلی اٹھانے سے ہوتا ہے تو در مختار میں قنیہ سے نقل ہے باب صفۃ الصلاۃ میں پایا کہ عذر کے وجہ سے جیسے سردی ہو انگلی اٹھانا کافی ہے تو عذر کے وقت اشارہ کو جائز کیا گیا۔ گویا کہ یہ دونوں ہاتھوں کے اٹھانے سے مختصر طریقہ ہے۔ در مختار ج ا ص ۷۷ بحر میں مولی ابو یوسف سے منقول ہے کہ آپ دعا کے لیے قنوت وتر میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور اس طرح کبھی ایک انگلی اٹھانے پر اکتفا کرتے تھے اور اس کی نسبت ہمارے امام صاحب کو بھی کرتے۔[1]

و قنیہ، فیض الباری، در مختار، بحر، کل یہ چار کتب ہیں۔

سابقہ ۲۵ کتابوں میں سے گزر چکا ہے کہ اس کو دعاء اخلاص اور دعاء تضرع کہا جاتا ہے، نیز دعاء استغفار بھی۔

عمدۃ القاری شرح بخاری لعلامہ بدر الدین عینی میں ہے:

كان قتادة يشير باصبعه و لا يرفع يديه۔

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عادت تھی کہ ہاتھوں کو نہ اٹھاتے صرف انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔[2]

فتاوی تاتار خانیه عن ابو یوسف: ان شاء اشار باصبعه فی الدعا و ان شاء رفع یدیه۔

(۱۰) فی التحفة: ان رفع یدیه نحو السماء فحسن و ان ترک ذلک و اشار الی السماء باصبعه فحسن۔[3]

(۱۱) فان کان وقت عذر أو برد شدید فاشار بالمسبحة قام مقام بسط کفیه: فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۱۸۔

ترجمہ نمبر ۹: تاتار خانیہ میں ابی یوسف سے روایت نقل کرتا ہے کہ دعا والے کا اختیار ہے کہ دعا میں انگلی سے اشارہ کرتا ہے یا کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھاتا ہے یہ دعاء کرنے والے کی رائے پر موقوف ہے۔ اور تحفہ میں ہے اگر دعا میں آسمان کی طرف اٹھایا دونوں ہاتھوں کو تو بہتر ہے اور اگر یہ چھوڑ کر اور آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو بہتر ہے۔ اور فتاوی ہندیہ والا لکھتا ہے: کہ اگر عذر کا وقت تھا یا سخت سردی تھی تو مسبحہ سے اشارہ کیا یہ دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے قائم مقام ہے۔

عن ابی قتادة الانصاری رضی الله تعالیٰ عنه فارس رسول الله ﷺ قال بعث رسول الله ﷺ جیش الأمراء باب غزوة مؤتة۔۔۔۔ ثم رفع رسول الله ﷺ اصبعه فقال۔ اللهم انه سیف من سیوفک فانصره۔

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جیش الأمراء میں جب حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیادت و قیادت سنبھال لی تو رسول ﷺ نے انگلی اٹھا کر فرمایا۔ کہ آپ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد فرما۔[1]

---

[1] (ج ۲ ص ۳۴۵ فیض الباری شرح بخاری)

[2] (عمدة القاری شرح بخاری لعلامه بدر الدین عینی، ص ۴۶۲ ج ۲۲ باب ۲۳، بدائع صنائع لکاسانی ؒ ج ۱ ص ۲۸۴ ایچ ایم سعید کراچی، شامی مصری ج ۱ ص ۳۷۵، فتاوی سلطانیه مولانا محمد سلطان ص ۵۳۵)

[3] (تاتار خانیه رشید کوئٹه ج ۲ ص ۲۶۴)

فصل: من آنچہ شرط بلاغ،است باتو میگویم؟ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال۔

سوال: دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ یا انگلی اٹھانا کیوں مشروع اور سنت ہے۔

الجواب: ارشاد ربانی ہے: ولکل وجھۃ ھو مولیھا: اور سب آدمی اور ہر گروہ اور ملک اور ہر ولایت کے لیے جہت ہے کہ اس کی طرف وہ متوجہ ہوتے ہیں۔ ولکل وجھۃ کے معنی اکثر مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ قبلہ مقربین عرش ہے اور قبلہ روحانیین کرسی ہے اور قبلہ کروبیین بیت المعمور ہے اور قبلہ دعا آسمان ہے اور قبلہ ملائکہ زمین کا بدن آدم علیہ السلام کا ہے اور قبلہ انبیاء بنی اسرائیل کا بیت المقدس ہے اور قبلہ آدم علیہ السلام و حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور محمد رسول ﷺ کعبہ ہے۔ اور قبلہ ارواح کا سدرۃ المنتھٰی ہے۔ تفسیر عزیزی اردو ترجمہ ایچ ایم سعید کراچی مؤلفہ مولانا شاہ عبد العزیز ہے۔ اور حکم خداوندی ہے کہ منہ قبلہ کی طرف کرو اس لیے دعا میں آسمان کی طرف انگلی یا ہاتھ اُٹھایا جاتا ہے۔[2]

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی دسواں فائدہ آسمان کا یہ لکھتے ہیں کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے۔[3]

ان السماء قبلہ الدعاء کما ان الکعبۃ قبلۃ الصلوٰۃ۔ وفی السماء رزقکم وما توعدون۔

یعنی نماز کے لیے قبلہ کعبہ ہے اس طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے۔[4]

انہ تعالیٰ جعل السماء قبلۃ الدعاء فالایدی ترفع الیھا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو دعا کا قبلہ بنایا ہے تو ہاتھ اس کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔[5]

(۲) حکمۃ الرفع الی السماء انھا قبلۃ الدعاء و مھبط الرزق و الوحی و الرحمۃ و البرکۃ۔

ترجمہ: دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ یا انگلی اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور رزق اور وحی اور رحمت اور برکت اس سے اتر کر آتی ہے۔[6]

(۸) قولہ: قبلۃ الدعاء ای کا القبلۃ للصلوٰۃ۔[7]

یعنی آسمان دعا کا قبلہ ہے اس لیے دعا میں اس کے طرف ہاتھ یا انگلی اٹھائی جاتی ہے۔[8]

---

[1] (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ھیثمی علیہ الرحمۃ متوفی ۸۰۷ھ ج۶ ص ۲۲۹، تاریخ دمشق الکبیر جلد نمبر ۶ جز نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۴۰ دار الحیاء التراث العربی)

[2] (تفسیر عزیزی لمحدث دھلوی ج ۲ ص ۸۶۲، مجموعۃ الرسائل امام الغزالی ج ۱ ص ۸ امدادیہ کوئٹہ)

[3] (تفسیر بیان القرآن، رسالہ رفع البناء فی نفع السماء، قبیل صفحہ نمبر ۱۰۱ وقبیل سورۃ آل عمران تاج کمپنی لاھور)

[4] (شرح مسلم لنووی ج ۱ ص ۱۸۱)

[5] (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۵۱۲ بحث فضائل السماء مطبع الحسینیۃ المصر)

[6] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵ اور صفحہ ۴۳ مکتبہ امدادیہ ملتان، نحو السماء لانھا قبلۃ الدعاء: در مختار جلد ۱ صفحہ ۷۷)

[7] (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۷۷ علی در مختار)

[8] (شامی جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

شامی میں یہ اضافہ بھی ہے تو وہم نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ اُوپر طرف ہے (تو اشارہ برائے توحید باطل ہے)۔[1]

کان السماء قبلة الدعاء کما ان الکعبة قبلة الصلاۃ۔[2]

رشید احمد دیوبندی نے اپنے احسن الفتاوی میں بھی آسمان کو دعا کا قبلہ تسلیم کیا ہے۔[3]

(۲۰) باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ۔[4]

اگر کوئی کہے کہ یہ باطل ہے اس وجہ سے کہ سلف میں سے کسی نے یہ نہیں کہا ہے۔ اور نہ اس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل کی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دعاء کا قبلہ وہ قبلہ نماز ہی کا ہے۔ یقیناً علماء نے تصریح کی ہے کہ دعا کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ قبلہ کے طرف منہ کرے وغیرہ وغیرہ۔

میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ اس کا تفصیلاً جوابات دوسرے رسالہ میں کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مگر اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ سب دعوے بلا دلیل ہے اور دعویٰ بلا دلیل عقلاً و شرعاً قبول نہیں دوسری بات یہ ہے کہ یہاں تو ہم نے صرف ۲۰ حوالے نقل کیے ہیں۔ مگر در حقیقت ایک سو پچیس سے زیادہ کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ گذشتہ کے مطالعہ سے دلائل بھی علم میں آئیں گے اس کے لیے قرآن و سنت اور فعل سلف سے دلائل موجود ہیں۔

و ان جبال العلم قد صرحوا به علی انف الجاهل المتقول۔

تیسری بات یہ ہے کہ نفی کے دعوے ہیں سابقہ مثبتین کے مقابلہ میں مقبول نہیں کیوں کہ علماء لکھتے ہیں کہ مثبت منفی سے مقدم ہے۔ صرف ایک مثال لکھتا ہوں کہ امام بخاری صحیح بخاری میں لے آئے ہیں کہ فضل ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ میں دعائیں کی مگر نماز نہیں پڑھا اور حضرت بلال صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے تو سب نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو لیا ہے کیوں کہ وہ مثبت ہے اور فضل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ تفصیل معترضین کے اعتراضات کے جوابات دوسرے رسالہ میں آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اور کچھ بعد کے اوراق میں بھی۔

---

[1] (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار جلد ۱ صفحہ ۲۲۴، رشیدیہ کوئٹہ، تفسیر البحر المحیط لابی حیان اندلسی متوفی ۷۴۵ھ جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ دار الکتب علمیہ بیروت، روح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ دار الاحیاء بیروت، روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۸ دار الفکر، روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۷۸ بیروت، روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۰۹)

[2] (عمدہ القاری جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ بیروت، سندھی علی النسائی جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، وفتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

[3] (احسن الفتاوی ج ۳ صفحہ ۵۷ و ۵۸)

[4] (دار السلام الریاض و احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

فصل: جب ایک مسلمان موحّد نماز میں گذشتہ آیاتِ قرآنی اور حضور علیہ السلام کے واضح حکم اسکنوا فی الصلوٰۃ اور نماز میں شغل کے خلاف نماز میں پھر بھی اشارہ کرے تو حضور علیہ السلام ایسے شخص کے بارے میں حکم دیا کہ نماز کو دوبارہ پڑھیں۔

حدثنا عبداللہ بن سعید نا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحق عن یعقوب بن علیۃ بن الاخنس عن ابی غطفان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ التسبیح للرجال یعنی فی الصلوٰۃ و التصفیق للنساء من اشار فی صلاۃ اشارۃ تفھم عنہ فلیعد لھا یعنی الصلوٰۃ قال ابو داؤد ھذا الحدیث وھم۔[1]

علامہ عینی نخب الافکار شرح معانی الاثار میں تحریر فرماہیں:

قال صاحب التنقیح: ابو غطفان ھو ابن طریف ویقال ابن مالک المزنی قال عباس الدودی سمعت ابن معین یقول فیہ: ثقۃ و قال النسائی فی الکنی: ابو غطفان ثقۃ قیل اسمہ سعد و ذکرہ ابن حبان فی الثقات، و اخرج لہ مسلم فی صحیحہ یکون اسنادہ الحدیث صحیحاً و ابو داؤد لم یبین کیفیۃ الوھم فلا یبنی علیہ شئی۔۔۔و تعلیل ابن الجوزی بابن اسحاق لیس بشئی لان ابن اسحاق من الثقات الکبار عند الجمھور۔[2]

اور حافظ ابی حفص عمر بن احمد بن عثمان معروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ تحریر فرماہیں:

حدثنا یوسف بن یعقوب بن خالد النیسابوری قال (نا) اسماعیل بن حفص قال (نا) یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عقبۃ عن ابی غطفان عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: من اشار فی الصلوٰۃ اشارۃً تفقہ او تفھم فقد قطع الصلوٰۃ۔

ترجمہ: حضرت ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے کہا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ کہنا ہے اور عورتوں کے لیے تالی بجانا ہے اور جس نے نماز میں اس طرح اشارہ کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس نے اشارہ کیا ہے تو اپنے نماز کو دوبارہ ادا کرے امام ابی داؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث وھم ہے۔ مگر وہم کا وجہ مذکور نہیں، لہٰذا جرح مقبول نہیں۔[3]

---

[1] (ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ، طبع میر کتب خانہ کراچی)

[2] (نخب الافکار جلد ۴ صفحہ ۱۲۳ طبع دار السیر بیروت و قدیمی کراچی جلد ۴ صفحہ ۴۰۲)

[3] (الناسخ والمنسوخ، صفحہ ۱۳۷ طبع مرکز اھل السنۃ ھند، اور شرح سنن الدار قطنی جلد ۲ صفحہ ۸۴/۸۳ التعلیق مغنی: غطفان: قال العراقی: قلت و لیس بمجھول فقد روی عنہ جماعۃ و ثقہ النسائی وا بن صبان (باب الاشارۃ فی اصلاۃ) اور مسند بزار جلد ۱۵ صفحہ ۱۱۶: حدیث نمبر ۸۴۱۶۔ حدثنا اسماعیل بن حفص قال نا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبۃ عن ابی غطفان عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: من اشار فی صلاتہ اشارۃ تفھم عنہ فلیعد صلاتہ۔ او قد فسدت، الحدیث مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت۔ اور امام طحاوی نے بغیر جرح قبول کر کے شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ بیان کی ہے)

علامہ بدرالدین عینی نے فرمایا کہ صاحب تنقیح نے فرمایا کہ ابو غطفان مجھول نہیں وہ طریف کا بیٹا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مالک مزنی کا بیٹا ہے ابن معین نے کہا ہے کہ غطفان ثقہ ہے اور نسائی نے کنی سے فرمایا کہ ثقہ ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا نام سعد ہے۔

آپ کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کی روایت نقل کی یعنی آپ رجال مسلم ہی سے ہیں۔ تو اس کا اسناد صحیح ہے، اور ابن جوزی کے بیان کئے ہوئے علت کا کوئی اعتبار نہیں یہ کوئی چیز نہیں اس لیے کہ ابن اسحاق جمہور کے ہاں بڑی ثقات میں سے ہے۔ اور ابن شاہین نے ناسخ منسوخ میں یہ حدیث نقل کی بغیر کوئی جرح کے جس نے نماز میں اشارہ کیا اس طرح کہ اس سے فہم کیا گیا تو نماز کو یقینی طور پر ختم کیا یعنی نماز ادانہ ہوئی۔ اور تعلیق مغنی علی دار قطنی میں بھی ہے۔ کہ عراقی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ مجھول نہیں کیوں کہ محدثین کی ایک جماعت نے آپ سے حدیثیں نقل کی ہیں اور نسائی اور ابن حبان نے آپ کی توثیق کی ہے اور مسند بزار میں بھی یہ حدیث منقول ہے جس کے آخر میں ہے کہ اپنے نماز کو دوبارہ پڑھیں یا یہ کہ اس کی نماز یقینا فاسد ہوئی۔

اور صاحب نخب الافکار لکھتا ہے:

ابو داؤد ھم یبین کیفیۃ الوھم فلا یبنی علیہ شئی۔

کہ ابو داؤد نے وھم کا کیفیت بیان نہیں کی لہذا اس پر کسی چیز کا بنا نہیں ہو سکتا۔[1]

اور علماء علم اصول فقہ فرماتے ہیں:

والطعن المبھم لا یوجب جرحاً فی الراوی کما لا یوجبہ فی الشاھد ولا یمنع العمل بہ۔

ای الطعن المبھم من ائمۃ الحدیث بان یقول ھذا الحدیث مجروح او منکر ولا یمنع العمل بہ ای الحدیث اھ۔

یعنی مشکوک اور گول مول طعن کے وجہ سے راوی حدیث کا مجروح نہیں ہو سکتا جیسا کہ گواہ اس وجہ سے لازمی طور پر مجروح نہیں ہو سکتا اور جرح مشکوک اور گول مول کے وجہ سے حدیث پر عمل کرنا منع نہیں ہے۔ آئمہ حدیث سے مشکوک جرح کہ حدیث مجروح ہے۔ یا منکر ہے یہ حدیث پر عمل منع نہیں کرتا۔[2]

قولہ: اسکنوا: أمر من سکن یسکن ای اثبتوا ولا تتحرکوا ولا تحرکوا أطرافکم بل لازموا السکون والقرار لا نکم بین یدی ربکم جلت قدرتہ۔

---

[1] (نخب الافکار، جلد ۹ صفحہ ۱۲۳)

[2] (حسامی مع النامی صفحہ ۱۵۴ امدادیہ ملتان)

ویستفادمنہ احکام: الاول: أن فیہ دلالۃ علی أن ردالسلام بالاشارۃ فی الصلاۃ مکروہ لانہ مأمور بالسکون وھو عدم الحرکۃ فاذا أشار احتاج الی رفع الید و تحریک الأصابع کما ذکرنا۔

نخب الافکار شرح معانی الاثار میں ہے:

و قد ذکر ابن القصار أن ھذا الحدیث حجۃ فی النھی عن رفع الایدی فی الصلاۃ و ذکر أن فی ذلک نزلت: الم تر الی الذین قیل لھم کفوا أیدیکم و اقیمو الصلوٰۃ۔

رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ أمر: اسکنوا: یہ امر سکن یسکن سے ہے مستقل ہو کر حرکت مت کرو اور اپنے ہاتھ پاؤں کو مت ہلاؤ بلکہ سکون کو لازم کرو کیوں کہ تم اللہ جل جلالہ کے سامنے کھڑے ہو۔[1]

اس سے کئی احکام نکلتے ہیں اول یہ کہ اس میں سلام کا جواب اور رد اشارہ سے نماز میں مکروہ ہے اس لیے کہ نمازی کو سکون کا حکم ہے اور سکون عبادت ہے عدم حرکت سے تو جب اشارہ کرتا ہے تو ہاتھ اٹھانے اور انگلیوں کو حرکت دینے کا محتاج ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اگر چہ حدیث منقول ابو داؤد وغیرہ کے وجہ سے احناف کے ہاں فاسد نہیں مکروہ ہے اس لیے حضور علیہ السلام نے نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا یہ حکم استحباباً ہے جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اٹھو نماز پڑھو جبکہ اس نے پہلے نماز پڑھ لی تھی مگر نماز کچھ کراہت آنے کے وجہ سے اس کو دوبارہ پڑھنے کا امر فرمایا اس طرح یہاں بھی اگر چہ یہ فعل قلیل ہے نماز فاسد نہیں ہوئی مگر کراہت کے آنے کے وجہ سے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم ہوا تا کہ مکمل بغیر کوئی کراہت ادا کر کے پورا ثواب مل جائے اور کتب فقہ میں یہ تفصیل موجود ہے کہ نماز میں فرض نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ نماز فرض ہے اور واجب رہنے کے وجہ سے اعادہ نماز واجب ہے سنت سے سنت اور مستحب سے مستحب ہے۔

امام طحاوی نے شرح معانی الاثار میں یہ بات کہ نماز میں اندراموں کو ساکن رکھنا یہ امام ابو حنیفۃ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

اور شاہ انور شاہ کشمیری دیوبندی نے عرف شذی میں تحریر کیا ہے:

والطحاوی اعلم بمذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی امام طحاوی، امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا بہت زیادہ علم رکھتے ہیں۔[2]

اور باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰۃ میں لکھتے ہیں:

و تأمر الشریعۃ بالسکون فی الصلاۃ کما ھو عادۃ السلف الصالحین۔

---

[1] (نخب الافکار شرح معانی الاثار جلد ۹ صفحہ ۱۵۰، صفحہ ۱۵۱)

[2] (عرف شذی، صفحہ ۲۲ باب الاستنجاء بالحجارۃ دار الکتب علمیۃ بیروت)

ترجمہ: شریعت مطہرہ نماز میں سکون عدم حرکت کا حکم کرتی ہے جیسا کہ یہ ہمارے سلف صالحین کی عادت ہے۔[1]

اس طرح مولوی محمد انور شاہ الکشمیری الدیوبندی لکھتا ہے:

و بالجملة فالشريعة تأمر بالوقار و السكون فی الصلاة كما هو دأب السلف الصالحين فی صلاتهم وروى البيهقی باسناد صحيح عن مجاهد قال: كان ابن الزبير اذا قام فی الصلاة كانه عود و حدث أن أبابكر الصديق كان كذلک و كان يقال ذلک الخشوع فی الصلاة، كمافی الفتح، و الیراجع لتفصيل أقوال السلف فی الخشوع۔[2]

حدیث نمبر ۱۱۳

محمد قال اخبرنا ابو حنيفة علیہ الرحمۃ قال حدثنا معن بن عبدالرحمن عن القاسم بن عبدالرحمان عن ابيه عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال و قروا الصلاة يعنی السكون فيها قال محمد و به نأخذ و هو قول ابی حنيفة رضی اللہ عنہ۔

اور ابوالوفاء الافغانی اس کی شرح میں تحریر فرماہیں:

و فی المجلد الثالث من مجمع البحار الانوار جلد ۱ صفحه ۱۳۱ و منه قاروا الصلاة ای اسكنوا فيها و لا تحركو و لا تعبثوا، اه۔ معجم الكبير ج ۴ صفحه ۱۵۷، مصنف عبدالرزاق ج ۲ صفحه ۲۶۵ سنن بيهقی كبرىٰ جلد ۲ صفحه ۴۹۸ حديث نمبر ۴۲۱۹: مسند ابی العباس السراج صفحه ۱۸۸ كاذناب خيل حديث نمبر ۷۲۸۔ قلت و اخرجه الامام ابو يوسف فی آثاره ص ۵۰۔ عنه قال بلغنی عن ابن مسعود رضی الله عنه انه قال توقروا فی الصلاة و اخرج الطبرانی فی الكبير عن ابن مسعود قال قاروا الصلاة يقول اسكنوا اطمعنوا و رجاله رجال الصحيح۔[3]

شرح کتاب الاثار میں افغانی صاحب آگے جاکر لکھتے ہیں:

عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ قال خرج علينا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال مالی اراكم رافعی ايديكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا فی الصلاة الحديث۔[4]

قال النووی و فيه الأمر بالسكون فی الصلاة و الخشوع فيها و الاقبال عليها۔[5]

اس لیے امام سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ نسائی میں رقم طراز ہیں:

قلت كان من علل ترک الاشارة الی التوحيد فی التشهد بانها تنافی السكون اخذ ذلک من هذا الرواية اعنی لفظ اسكنوا فی الصلاة و الله تعالیٰ اعلم۔[6]

---

[1] (عرف شذی صفحه ۴۳۳ دار الكتب علميه بيروت)

[2] (شرح التقريب، للعراقی (۲، ۲۷۲، ۳۷۳، ۳) و العمدة (۳۔۱۲)، معارف السنن جلد نمبر ۳ صفحه ۴۷۳ طبع ایچ ایم سعید کراچی شرح جامع الترمذی، و فتح الباری شرح صحيح بخاری جلد ۲ صفحه ۲۸۷ قديمی كراچی اور عمدة القاری جلد ۵ صفحه ۲۸۰ دار الاحيا التراث العربی بيروت)

[3] (كتاب الاثار جلد ۱ صفحه ۳۰۰ اور ۳۰۱ دار الكتب العلميه بيروت امام محمد علیہ الرحمۃ)

[4] (شرح كتاب الآثار، ج ۱، ص ۱۸۱)

[5] (شرح كتاب الاثار محمد رضی الله تعالیٰ عنه صفحه ۳۰۱ و صفحه ۳۰۲)

[6] (سندهی علی النسائی جلد ۱ صفحه ۱۷۶ قديمی كراچی)

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے: کہ شریعت مطہرہ نے نماز میں سکون اور وقار حکم کا دیا ہے جیسا کہ یہ سلف صالحین کا طریقہ اور عمل ہے کہ اپنی نمازوں میں۔ امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی کہ ابن زبیر جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا لگتا جیسا لکڑی ہوتی ہے اور حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی ایسے ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ نماز میں خشوع ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

خشوع کی تفصیل اور سلف کے اقوال معلوم کرنے کے لیے شرح تقریب عراقی، عمدۃ القاری کی طرف رجوع فرمائیں۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

ترجمہ: حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! ہمیں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں ہمیں معن بن عبد الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ نے قاسم بن عبد الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نماز میں وقار کا خیال رکھو یعنی سکون سے پڑھو حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم اسی بات کو اختیار کرتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

ابو الوفا الافغانی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الآثار کی شرح میں لکھتے ہیں کہ مجمع بحار الانوار کی جلد نمبر ا صفحہ ۱۳۱ پر ہے کہ نماز میں وقار کرو یعنی اس میں سکون کرو اور حرکت مت کرو اور عبث مت کرو۔

آگے جاکر لکھتے ہیں کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم پر رسول ﷺ نے خروج کیا فرمایا کیوں کہ میں آپ کو ایسے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے بدخو گھوڑوں کی دم، نماز میں سکون کرو یعنی سکون سے پڑھو۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز میں سکون اور خشوع کا اور اس کے طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے اور امام سندی حاشیہ نسائی پر لکھتے ہیں کہ تشہد کی حالت توحید کے لیے اشارہ نہ کرنے کی علت یہ ہے کہ اشارہ کرنا سکون کے خلاف ہے یہ حکم اس مذکورہ حدیث سے لیا گیا ہے۔ میری مراد اس سے **اسکنوا فی الصلوٰۃ** یعنی نماز میں ساکن رہو یعنی سکون سے ادا کرو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں ذکر کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کا بنا مسند ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آثار محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہے (یعنی دونوں کتابیں ایسی ہیں کہ جس پر مذہب حنفی کا دارومدار ہے)۔[1]

ابو الوفا رحمہ اللہ تعالیٰ آگے جاکر تحریر کرتے ہیں:

قال ولا یتشاغل بشئی غیر صلاتہ من عبث بثیابہ او بلحیہ۔ لقولہ الصلاۃ والسلام۔ کفوا ایدیکم فی الصلوٰۃ۔

---

[1] (کتاب الآثار مترجم صفحہ ۹۱ ایچ ایم سعید کراچی)

فرمایا اپنی نماز کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو اپنے لباس میں عبث کرتے ہوئے اور داڑھی اپنی سے (رسول مقبول ﷺ کے اس فرمان عالیشان سے ثابت ہوا کہ نماز میں لباس اور داڑھی وغیرہ پر ہاتھ پھیرنا یا سیدھا کرنا منع ہے۔ بلکہ نماز میں ہاتھوں کو بند رکھنا ہے)۔[1]

یہی وجہ ہے کہ علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال ثم یبسط کفیہ علی رکبتیہ و ینشر أصابعہ و لا یشیر بشئی منھا و ذلک لما فی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ لما جلس افترش رِجلہ الیسریٰ، و وضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ، ویدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنٰی۔

ترجمہ: ابو جعفر نے فرمایا پھر گھٹنوں پر اپنے ہاتھ پھیلائے اور اپنی انگلیوں کو منتشر کرے اور ان میں سے کسی چیز سے اشارہ نہ کرے۔ یہ وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث منقولہ کے وجہ سے تحقیق ہے جب نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے تو بائیں پاؤں کو پھیلایا اور اپنے بائیں ہاتھ بائیں ران پر رکھ دیے اور اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر۔ (اس میں اشارہ کا ذکر نہیں)

اور علامہ جصاص مجتہد مفسر محدث شرح مختصر الحاوی فتاوی فی الفقہ الحنفی میں تحریر فرماہیں:

و ینشر اصابعہ کما ینشر ھا فی السجود و الرکوع و لا یشیر شئی منھا لقولہ ﷺ کفوا ایدیکم فی الصلاۃ اسکنوا فی الصلاۃ۔[2]

و وضع یدیہ علی فخذیہ و بسط اصابعہ و تشھد یروی ذلک فی حدیث وائل و لا ن فیہ توجیہ اصابع یدیہ الی القبلۃ۔[3]

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے فرمایا: دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھ دے اور انگلیوں کو پھیلائیں اور تشہد پڑھیں اس بارے میں وائل کی حدیث روایت کرتی ہے اور اس میں ہاتھوں کی انگلیوں کا روبقبلہ کرنا ہے (اس میں امر قرآنی پر عمل کرنا ہے)۔

امام ترمذی کی گواہی:

حدثنا ابو کریب نا عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ قلت لا نظرن الی صلوٰۃ رسول ﷺ فلما جلس یعنی للتشھد افترش رجلہ الیسری و وضع یدہ الیسری یعنی علی فخذہ

---

1 (کتاب الاثار، ابو الوفاء افغانی حیدر آباد دکن (بالھند) جلد ۱ صفحہ ۲۰۳ دار الکتب علمیہ بیروت)

2 (شرح مختصر الطحاوی فی الفقہ الحنفی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۲۸ اور ۳۲۹ دار السراج المدینہ منورہ)

3 (ھدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ ۔ شرکۃ علمیہ ملتان شیخ الاسلام برھان الدین المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ)

اليسرى و نصب رجله اليمنى قال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح و العمل عليه عند اكثر اهل العلم و هو قول سفيان الثورى و ابن المبارك و اهل الكوفة۔[1]

ترجمہ: علامہ جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی انگلیوں کو اس طرح پھیلائیں جیسے کہ پھیلاتے ہیں سجدہ اور رکوع میں اور اس میں کسی چیز پر اشارہ نہ کرے رسول ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھو اور نماز میں سکون عدم حرکت کرو۔

صاحب ہدایہ تحریر فرماہیں کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں رانوں پر رکھ کر اور اپنی انگلیوں کو پھیلائے یہ وائل کی حدیث مرویہ سے ثابت ہے۔ اور اس میں قبلہ کی طرف انگلیوں کا کرنا ہے۔

امام ترمذی حضرت وائلر ضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کرکے وہ یہ ترجمہ کہ میں مدینہ منورہ کو آئے اور میں نے کہا کہ ضرور میں حضور علیہ السلام کی نماز کو دیکھوں گا تو آپ علیہ السلام تشہد کے لیے بیٹھ گئے تو بائیں پاؤں کو پھیلایا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ دیا اور دایاں پاؤں کھڑا کیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس پر اکثر اہل علم کا عمل ہے اور یہ سفیان ثوری اور ابن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (یہ ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ احناف کے مذہب میں اشارہ نہیں)

اور امام ترمذی **باب ماجاء فی الاشارة** میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث نقل فرماتے ہیں:

اذا جلس فی الصلاۃ وضع یدہ الیمنی علی رکبتہ و رفع اصبعہ التی تلی الابھام یدعو بھا و یدہ الیسری علی رکبتہ باسطھا علیہ: قال ابو عیسی حدیث ابن عمر حدیث حسن غریب لا نعرفہ من حدیث عبید اللہ بن عمر الا من ھذا الوجہ و العمل علیہ عند بعض اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ و التابعین یختارون الاشارۃ فی التشھد و ھو قول اصحابنا۔ جلد ا صفحہ ۳۹۔

یعنی آپ ﷺ بیٹھ گئے نماز میں تو دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھ دیا اور انگوٹھے کے قریب والی انگلی کو اٹھایا اس پر دعا کرتے تھے (اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ اشارہ دعاء کے لیے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لیے) اور بائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر پھیلایا ہوا رکھ دیا امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔

ہم عبید اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث صرف اس وجہ سے پہچانتے ہیں اور اس پر بعض اصحاب اور تابعین عمل پیرا ہیں کہ تشہد کی حالت میں اشارہ کرتے ہیں اور یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے۔

---

[1] (ترمذی جلد ا صفحہ ۳۸ و ۳۹ باب کیف الجلوس فی التشھد فاروقی کتب خانہ ملتان)

حضرت علامہ شیخ القرآن والحدیث غوث الزمان شیخنا و شیخ المشائخ العرب والعجم کہ مراد **اصحابنا** سے اہل حدیث ہے آگے جاکر تحریر فرماہیں:

فالمحصول ان الفقهاء من اصحابنا ظاهر الرواية و علماء المتون لا يعملون بحديث الاشارة و الذالم يذكروا ها في السنن و الآداب لان وضع اليدين علے الفخذين مبسطوتتين سنة و السكون مامور به و في الاشارة تركها فتركوه و ايضاً قالوا انعمل بحديث صلوا كما ريئتموني اصلي انتهى و ليس في تلك الصلوٰة ذكر الاشارة فالصلوٰة بدون الاشارة مامور به فلذا رجحوا فعل عدم الاشارة على الاشارة۔

ترجمہ: نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مذہب ظاہر الروایۃ کے فقہاء اور متون والے اشارہ کے حدیث پر عمل نہیں کرتے اس لیے انہوں نے اشارہ کو سنتوں اور مستحبات میں ذکر نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر بچھائے ہوئے رکھ دینا سنت ہے اور نماز میں سکون مامور بہ ہے اس پر امر نبوی ﷺ اور اشارہ کرنے میں اس حکم نبوی ﷺ کو ترک کرنا ہے اس لیے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس طرح یہ بھی کہا کہ ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جیسا میں نماز پڑھتاہوں اس طرح آپ لوگ بھی نماز پڑھ لیں اور اس نماز میں اشارے کا ذکر نہیں تو نماز بغیر اشارہ کرنے مامور بہ ہے اس لیے فقہاء نے ہمارے مذہب والوں کو ترجیح دی اشارہ نہ کرنے کو بمقابلہ اشارہ کرنے پر (کیوں کہ قولی فعلی پر مقدم ہوتا ہے)۔[1]

نوٹ: یہ بات سب کو معلوم و منظور ہے کہ امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی چھ کتابیں ہیں ان میں سے ظاہر روایت میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت منقول نہیں۔ اس طرح متون فقہ جو اصل مذہب کو نقل کرتے ہیں ان میں اشارہ کا وجود نہیں مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں ہے کہ ہمارے مذہب کے پہلے طبقہ کے مسائل جو کہ مسائل کی اصول ہیں اور ظاہر الروایۃ کے مسائل ہیں۔

صفحہ ۹ و اعلم انهم ذكروا ان ما في المتون مقدم على ما في الشروح الخ۔ صفحہ ۱۰

اور وقایۃ الروایۃ متن شرح وقایہ میں ہے:

فالحكم بما في المتون كما لا يخفى لانها صارت متواترة۔

شامی میں ہے:

و اضعا يديه على فخذيه مواجها اصابعه نحو القبلة مبسوطة۔[2]

---

[1] (تسہیل الترمذی منظور عام پریس پشاور ۱۳۹۵ھ ص ۵۹)
[2] (شامی جلد ۱ صفحہ ۵۳)

عبید اللہ بن مسعود شرح وقایہ الروایۃ میں فرماتا ہے:

وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ فَإِنَّ السُّنَّةَ عِنْدَهُ أَنْ يَعْقِدَ الْخِنْصِرَ وَالْبِنْصِرَ وَيُحَلِّقَ الْوُسْطَى وَالْإِبْهَامَ وَيُشِيرَ بِالسَّبَّابَةِ عِنْدَ التَّلَفُّظِ بِالشَّهَادَتَيْنِ وَمِثْلُ هَذَا جَاءَ عَنْ عُلَمَائِنَا أَيْضًا۔ [1]

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روضۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

یستحب ان یرفع مسبحته فی کلمة الشهادا ذا بلغ همزة الا الله۔ ولنا وجه شاذ أنه یشیر بها فی جمیع التشهد۔ انتهی۔ [2]

امام شاہ ولی اللہؒ نے بھی مسوّیٰ میں لکھا ہے:

قلت اکثر اهل العلم علی استحباب الاشارة۔

اس طرح مصفی میں تحریر فرماہیں:

موضع اشارۃ قول الا اللہ است بحدیث مسلم۔ [3]

علماء نے ذکر کیا ہے کہ متون کے مسائل شروح سے پہلے ہیں عمدۃ الرعایہ۔ جو متون میں ہے وہ حکم ہی ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اس لیے کہ متون کے مسائل متواتر ہوتے ہیں۔ شامی شرح وقایہ کے متن وقایۃ الروایت میں ہے کہ تشہد کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں رانوں پر رکھتے ہوئے اور اپنی انگلیوں کو بچھائے قبلہ کی طرف متوجہ رکھیں شارح عبید اللہ صاحب نے ذکر کیا کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاف ہے کیوں کہ ان کے ہاں چھوٹی انگلی اور ساتھ والی کو بند کرے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے اور مسبحہ سے اشارہ کرے شھادتین پڑھنے کے وقت اور ہمارے مذہب کے علماء میں سے بھی ایسا منقول ہے۔ (حسب قاعدہ مذکور شرح کا قول مقبول عند الاحناف بمقابلہ متن کے نہیں ہے)

امام نووی فرماتے ہیں کہ جب کلمہ میں شہادۃ میں ہمزہ الا اللہ کو پہنچے تو اشارہ کرے اور ہمارے شوافع میں ایک شاذ روایت یہ ہے کہ سب تشہد میں اشارہ کرے یعنی ابتداء سے آخر تک شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اکثر علماء کے ہاں اشارہ مستحب ہے اور مصفیٰ میں تحریر کرتے ہیں کہ الا اللہ کے پڑھنے کے وقت انگلی اٹھائے۔ (یعنی شاہ صاحب شوافع کے ساتھ ہیں۔)

[1] (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج٢، ص٢٩٠، مركز العلماء العالمي للدراسات وتقنية المعلومات، مجمع الأنهر، ج ١، ص ١٠٠، الناشر: دار إحياء التراث العربي)

[2] (امام نووی روضۃ الطالبین جلد ١ صفحہ ٢٦٢):

[3] (مسوی مصفی جلد ١ صفحہ ١١٦ میر محمد کراچی وغیرہ)

امام طحاوی کا مختصر تذکرہ:

نام: احمد بن محمد کنیتہ ابو جعفر الطحاوی الایزدی۔

امام جلیل القدر مشہور فی الآفاق ذکرہ الجمیل مملؤ فی بطون الاوراق ولہ ۲۲۹ھ قیل ۲۳۰ھ توفی ۳۲۱ھ کان اماما ثقۃ فقیھاً عاقلاً لم یخلف مثلہ و ذکر السیوطی قال کان ثقۃ ثبتاً فقیھا لم یخلف بعدہ مثلہ انتھت الیہ ریاسۃ الحنفیۃ بمصر انتھی۔

عبد البر نے فرمایا:

کو فی المذھب عالماً بجمیع مذاھب العلماء انتھی: ماخوذ از فوائد بھیہ۔

یعنی امام طحاوی اطراف عالم مشہور ہیں اور ان کے ذکر جمیل سے اوراق بھرپور ہیں۔ معتمد امام تھے عقل والے فقیہ تھے ان جیسے بعد میں نہیں آئے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معتمد علیہ تھے اس کے بعد ان جیسے عالم نہیں آئے مصر میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو حنفیہ کی سیادت ان کو منتھی ہوئی عبد البر نے فرمایا کہ حنفی مذہب والے اور سب علماء کے مذاہب کے عالم تھے۔ ایضاً۔

اس میں ہے اتقانی نے غایۃ البیان میں لکھا:

انہ مؤتمن لا متھم مع غزارۃ علمہ و اجتھادہ و ورعہ و تقدمہ فی معرفۃ المذاھب و غیرھا۔

یعنی امام طحاوی اس امت کے لیے امانت دار تھے اپنے کثرت علم کے باوجود اور اپنے اجتہاد اور تقویٰ پرہیز گاری مذاہب کے علم میں سب سے آگے تھے (آپ کا متن فقہ میں معتبر فقہ ہے جس میں نفیٔ اشارہ ہے)۔

امام جصاص احمد بن علی ابو بکر الرازی

الجصاص کان امام الحنفیۃ فی عصرہ۔ ولد ۳۰۵ھ توفی ۳۷۰ھ ھو اصحاب ابی حنیفۃ فی وقتہ و کان مشھوراً بالذھر امام جصاص۔

اپنے زمانہ میں احناف کے امام تھے پاکدامنی میں مشہور تھے۔ (رتبہ اجتہاد تھے)

صاحب ھدایہ: علی بن ابی بکر المرغینانی: کان اماما فقیھا حافظاً محدثا مفسراً جامع العلوم ضابطہ للفنون متقنا نظاراً مرقفا زاھداً ورعا بارعاً فاضلاً ماھراً اصولیا أدیبا شاعر لم تر العیون مثلہ فی العلم و الادب و لہ الید الباسط فی الخلاف و الباع الممتد فی المذھب۔

فوائد بھیہ اور طبقات السنیہ میں ہے:

وعدہ من المجتھدین فی المذھب۔[1]

اور فتح القدیر کے صفحہ اول پر کشف الظنون کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت ما صنفو اقبلھا فی الشرع من کتب۔ فاحفظ قواعدھا و اسلک مسالکھا یسلم مقالک من زیغ و من کذب و قال بعضھم۔

برھان الدین اللہ حارس شرعہ: ام الکرامۃ مقتدی علمائہ علی لواء العلم حتی أصبحت و علماء دین اللہ تحت لوائہ۔

یعنی صاحب ہدایہ مرغینانیؒ: امام فقیہہ تھے حافظ تھے محدث، مفسر تھے۔ جامع علوم، فنون علم کے حاکم تھے آنکھ ملانے والا تہمت سے بری تھا عبادت کے لیے دنیا کو چھوڑا تھا پرہیز گار علم میں کامل فاضل اور ماہر تھے۔ اصولی، ادیب، شاعر تھے۔ آپ جیسا آنکھوں نے نہیں دیکھا علم اور ادب میں خلاف میں لمبی ہاتھ رکھتے تھے اور مذہب میں پھیلے ہوئے ہاتھ رکھتے تھے۔ اور مجتہدین فی المذہب کا مرتبہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے سابقہ آسمانی کتابوں کو منسوخ کیا اس طرح ہدایہ نے سابقہ شرع میں لکھی ہوئی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ اس کے قواعد کو یاد کرو اور اس کے مسئلہ پر چلتے رہو آپ کی بات کجی سے درست ہو کر جھوٹ سے محفوظ رہے گی۔

اور بعض علماء نے کہا:

برہان الدین اللہ تعالیٰ کی شریعت کے چوکیدار ہیں۔ کرامتوں کی اصل ہیں اور شریعت کے علماء کا پیش رو ہیں۔ علم کے جھنڈے کو ایسا بلند کیا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے علماء آپ کے جھنڈے کے تحت ہوئے۔" مختصراً ذکر کیا"

فصل: حضرت علامہ امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے موطا میں اشارہ کی حدیث نقل کر کے لکھ دیا:

قال محمد و بقنیع رسول اللہ ﷺ نأخذ و ھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صاف ستھرا بنائے ہوئے طریقہ پر ہم عمل کرتے ہیں وہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے پھر ہم کیسے یہ کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں اشارہ کرنا نماز میں تشہد کی حالت نہیں اس طرح امالی ابی یوسف میں ذکر اشارہ کرنے کا ہے۔

الجواب: بحیثیت مسلمان ہم پر لازم ہے کہ حقیقت معلوم کر کے حق کا اتباع کریں موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کتب نوادر میں سے ہے۔ یہ بات گزر چکی کہ فتویٰ ظاہر الروایات پر ہوتا ہے اور متون شروع اور فتاویٰ سے مقدم ہے۔

---

[1] (فوائدبھیہ صفحہ ۱۴۱)

اس طرح امالی کہ نوادر میں سے ہے علامہ عبد الحی رحمہ اللہ تعالیٰ مقدمہ عمدۃ الرعایۃ میں لکھتے ہیں:

لو وجد بعض انسخ النوادر فی زماننا لا یحل عزو مافیھا الی محمد و لا الیٰ ابی یوسف لا نھالم تشتھر فی زماننا فی دیارنا ولم تداول۔

ترجمہ: اگر ہمارے زمانے میں نوادر کے بعض نسخے پائے جائیں تو ان کے مسائل کی نسبت کرنا امام محمد اور نہ امام ابو یوسف کو جائزہے کہ یہ ان کا مذہب ہے اور انہوں نے ذکر کیا۔ اس لیے یہ ہمارے ملک اور زمانہ متواول نہیں ہوئے ہیں۔

ملا علی قاری تذکرۃ الموضوعات کے حوالہ سے تحریر فرماہیں:

ان النقل الاحادیث النبویۃ و المسائل الفقھیۃ و التفاسیر القرآنیۃ لا یجوز الا من الکتب المتداولۃ لعدم الاعتماد علی غیرھا من وضع الزنادقۃ و الحاق الملاحدۃ، الخ۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور فقہی مسائل اور تفاسیر قرآنی کا نقل کرنا جائز نہیں مگر صرف متداول کتابوں سے۔ نہ کہ نوادر سے۔ اس بناپر اشارے کے مسئلے کو امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ کو منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ [1]

دوسری بات یہ ہے: آیئے اور موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ کریں مگر غور سے کہ حدیث اشارہ کو آپ نے کون سے باب میں ذکر کیا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ محدثین کی اصطلاح اور قاعدے کے مطابق کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ موطا میں باب منعقد کرتے ہیں وہ یہ **باب العبث بالحصی فی الصلوٰۃ و مایکرہ من تسویتہ۔**

نماز میں بے فائدہ کام کرنا کنکریوں سے۔ اور وہ کام جو کنکری برابر کرنے سے مکروہ ہے۔ آپ نے اس باب میں پہلا ابو جعفر القاریؒ سے منقول حدیث نقل کی کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو کنکری برابر کرتے۔ ہلکی تسویہ سے اور ابو جعفر نے فرمایا کہ ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے پیچھے تھے تو آپ نے اپنا ہاتھ میری گردن پر رکھ کر مجھے دبایا۔

دوسری مطلوبہ حدیث بیان کرتے ہیں:

اخبر نا مالک اخبر نا مسلم بن ابی مریم عن علی ابن عبدالرحمن المعاوی انہ قال رانی عبداللہ بن عمر و انا اعبث بالحصی فی الصلوٰۃ فلما انصرفت نھانی و قال اصنع کما کان رسول اللہ ﷺ یصنع فقلت کیف کان رسول اللہ ﷺ یصنع قال کان رسول اللہ ﷺ اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی قبض اصابعہ کلھا و اشار باصبعہ التی تلی الابھام و وضع کفہ الیسری علی فخذہ الیسری قال محمد بصنیع رسول اللہ ﷺ نأخذ و ھو

[1] (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۱ امدادیہ ملتان)

قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاما تسویۃ الحصیٰ فلا بأس بتسویتہ مرۃ واحدۃ و ترکھا افضل و ھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[1]

ترجمہ: علی ابن عبد الرحمن معاوی سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نماز میں سنگریزوں سے بے فائدہ عبث کرتا تھا، عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے دیکھا تو جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے اس عبث کام سے منع کیا اور فرمایا کہ ایسا کرتے رہو جیسے رسول اللہ ﷺ کرتے رہے تو میں نے عرض کی کہ رسول اللہ ﷺ کیسا کرتے تھے تو فرمایا کہ جب نماز میں رسول اللہ ﷺ قعدہ پر بیٹھتے تو اپنا دائیاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھ دیتے اور اپنی ساری انگلیوں کو بند کرتے یعنی سب کے سب بند کرتے اور اپنے انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی سے اشارہ کیا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ دیا۔

ناظرین کرام کو عرض ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نماز میں سنگریزوں سے عبث کرتے ہوئے فعل بیان کررہے ہیں۔ کیوں کہ عنوان یہی قائم کیا۔ علماء کرام کو محدثین کا طرز عمل معلوم ہے کہ وہ جو حکم کرتے ہیں اور مسئلہ بیان کرتے ہیں تو ترجمۃ الباب سے ثابت کرنے کا حکم اور فیصلہ بیان کرتے ہیں نہ کہ اس حدیث میں جو اور مسائل ہوں اس کا حکم دیتے ہیں اگرچہ ترجمۃ الباب میں ان کو اشارہ نہ ہو۔

توضیح ممثل کے لیے ایک مثال سن لیجئے۔ سلسلہ کتب حدیث میں اصح الکتب صحیح البخاری ملاحظہ ہو۔ وہ یہ کہ باب سکر الانھار:

حدثنا عبداللہ بن یوسف ثنا اللیث ثنی ابن شھاب عن عروۃ عن عبداللہ بن الزبیر انه حدثه ان رجلا من الانصار خاصم الزبیر عندالنبی ﷺ فی شراج الحرۃ التی یسقون بھا النخل فقال الانصاری سرح الماء یمر فابیٰ علیه فاختصما عند النبی ﷺ قال رسول اللہ ﷺ للزبیر اسق یازبیر ثم ارسل لماء الی جارک فغضب الانصاری فقال ان کان ابن عمتک فتلون وجه رسول اللہ ﷺ ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر فقال الزبیر واللہ انی لا حسب ھذہ الایة نزکت فی ذلک فلا وربک لا یومنؤن حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم قال محمد بن عباس قال ابو عبداللہ لیس یذکر عن عروۃ عن عبداللہ الا اللیث فقط۔[2]

ترجمہ: روایت ہے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ اُنہوں نے حدیث بیان کی کہ انصاری کے ہاں اس کا فیصلہ مقام حرۃ کے نالے کی بابت دربار رسالت ﷺ میں آئے۔ وہ نالہ جس سے کھجور کے درخت کو سیراب کیا جاتا ہے تو انصاری نے کہا کہ پانی چھوڑو بہنے دو تو زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات سے انکار کیا تو دونوں نے حضور علیہ السلام کے ہاں فیصلہ لے آئے۔ رسول ﷺ نے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا باغ سیراب کرکے پھر پانی چھوڑ دو

[1] (موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۱۰۸ و صفحہ نمبر ۱۰۹ قدیمی آرام باغ کراچی)

[2] (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۱۷)

اپنے پڑوسی کو تو وہ انصاری غصہ ہوا کہ یہ آپ کے کزن (چچی کا بیٹا) ہے اس لیے آپ ﷺ نے ایسا فیصلہ کیا تو رسول اللہ ﷺ سخت غصہ ہوئے جس کی وجہ سے رنگ مبارک متغیر ہوا۔

پھر فرمایا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اپنے درختوں کو پانی دینے کے بعد اس وقت تک روکے رکھو جب تک کہ وہ کھیت منڈیروں سے بہنے لگے۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم بہ خدا یقیناً میں ضرور جانتا ہوں یہ آیت مبارکہ اس بارہ میں نازل ہوئی ہے کہ ایسا کام نہیں جیسے ان کا گمان ہے۔ جب یہ لوگ اپنے اختلافات میں آپ کو حکم نہ کریں مؤمن نہیں ہوسکتے ص۹۹۔

(فی ھذہ الایۃ) اربعۃ اقوال احدھا و ھو قول ابن جریر ان لا الاولی رد الکلام تقدمھا تقدیرہ فلا یفعلون اذ لیس امر کما یزعمون من انھم آمنوا بما انزل الیک ثم استأنف فعلی ھذا یکون الوقف علی لا تاماً: الثانی ان الاولی قدمت علی القسم اھتماما بالنفی ثم کررت توکیدا و کان یصح اسقاط الاولی و یبقی معنی النفی و لکن تفوت دلالۃ علی الاھتمام المذکور و کان یصح اسقاط الثانیۃ و یبقی معنی الاھتمام و لکن تفوت الدلالۃ علی النفی فجمع بینھما لذلک: الثالث: ان الثانیۃ زائدۃ و القسم معترض بین حرف النفی و المنفی و کان التقدیر فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتَّی یُحَکِّمُوکَ: الرابع: ان الاولی زائدۃ و الثانیۃ غیر زائدۃ و ھو اختیار الزمخشری فانہ قال لا مزیدۃ لتاکید معنی القسم کما زیدت فی لئلا یعلم لتاکید وجوب العلم و لا یؤمنون جواب القسم کذا فی السمین۔[1]

ترجمہ : فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتَّی یُحَکِّمُوکَ: میں تکرار لا میں چار قول ہیں:

(۱) وہ ابن جریر کا قول ہے: لام اول پہلے کلام کا رد ہے اس کی تقدیر یہ ہے تو وہ نہیں کرتے ہیں اس لیے کہ ایسا نہیں جیسے یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے جو تم پر نازل ہوئی ہے اس پر ایمان لایا ہے تو استناف کیا اس وجہ سے لام پر وقف تام ہوگا۔

(۲) پہلا لام قسم پر مقدم کیا گیا ہے برائے اہتمام نفی پھر تاکید کے لیے مکرر ہوا ہے اور لام اولیٰ کا ساقط کرنا صحیح ہے اور پھر بھی نفی کا معنی باقی رہتا ہے مگر اہتمام مذکور پر دلالت کا نفی ہوتا ہے اور دوسرے لام کو ساقط کرنا بھی صحیح تھا اور اہتمام کا معنی پھر بھی باقی رہتا ہے مگر نفی پر دلالت ختم ہوجاتا ہے۔ اس لیے دونوں لاموں کو جمع کیا گیا۔

(۳) دوسرا لام زائد ہے اور قسم حرف نفی اور منفی میں معترضہ ہے اور تقدیر عبارت ایسا تھا فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ۔ میں ایمان نہیں لارہے ہیں قسم ہے آپ کے رب پر۔

---

[1] (جمل بر حاشیہ جلالین صفحہ ۸۰ حاشیہ ۱۰ ایچ ایم سعید کراچی و جمل جلد ۱ صفحہ ۳۹۷ قدیمی کراچی۔ الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون المعروف باسمین الحلبی جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ و صفحہ ۳۸۵ سورۃ النساء علی آیت نمبر ۶۵)

(۴) پہلا لام زائد ہے اور دوسرا زائد نہیں ہے اور یہ توجیہ علامہ زمخشری نے اختیار کیا ہے کیوں کہ انہوں نے کہا کہ لا زائد شدہ ہے برائے تاکید معنی القسم جیسا کہ **لئلا یعلم** میں زائد کیا گیا ہے برائے تاکید وجوب علم اور **لَا یُؤْمِنُونَ** جواب القسم ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرا باب یہ قائم کیا ہے: باب شرب الاعلیٰ قبل الاسفل بالا نیچی والے سے پہلے اپنا باغ سیراب کرے اور اس باب میں پھر وہ حدیث نقل کرتا ہے:

حدثنا عبدان انا عبداللہ انا معمر عن الذھری عن عروۃ قال خاصم الزبیر رجلاً من الانصار فقال النبی ﷺ یا زبیر اسق ثم ارسل فقال الانصاری انہ ابن عمتک فقال اسق یا زبیر حتی یبلغ الجدر ثم امسک فقال الزبیر فاحسب ھذہ الایۃ نزلت فی ذلک: فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُونَ حَتَّی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ۔

ترجمہ: عروہ نے بیان کیا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک انصار کے آدمی سے جھگڑا ہوا نبی ﷺ نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنے باغ کو سیراب کرو پھر اس کے طرف پانی چھوڑ دو اس انصاری نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنے باغ کو سیراب کرو پھر جب پانی باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے تو پانی کو روک لینا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرا گمان ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی۔ اے رسول مکرم ﷺ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ ہر باہمی جھگڑے میں آپ ﷺ کو حاکم نہ مان لیں۔[1]

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تیسرا باب منعقد کیا ہے۔ باب شرب الاعلی الی الکعبین اوپر والوں کا اپنے باغ کو ٹخنوں تک پانی سے سیراب کرنا۔

حدثنا محمد انا مخلد ابن یزید الحرانی انا ابن جریج ثنی ابن شھاب عن عروۃ بن الزبیر انہ حدثہ، ان رجلا من الانصار خاصم الزبیر فی شراج من الحرۃ یسقی بھا النخل فقال رسول اللہ ﷺ اسق یا زبیر فامرہ باالمعروف ثم ارسل الی جارک قال الانصاری ان کان زبیر ابن عمتک فتلون وجہ رسول اللہ ﷺ ثم قال اسق ثم احبس حتی یرجع المآء الی الجدر واستوعی لہ حقہ فقال الزبیر واللہ ان ھذا الایۃ انزلت فی ذالک فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتَّی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ فقال لی ابن شھاب فقدرت الانصار والناس قول النبی ﷺ اسق ثم احبس حتی یرجع المأء الی الجدر فکان ذالک الی الکعبین۔ ان الجدر ھو الاصل ۱۲

[1] (بخاری جلد ا صفحہ ۳۱۸)

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں از عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ انصار کے ایک آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیاہ پتھریلی زمین کی وادی کے پانی سے کھجور کے درختوں کو پانی دینے کے بارے میں جھگڑا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنے باغ کو سیر اب کرو آپ ﷺ نے آپ کو یہ حکم دستوراور رواج کے مطابق دیا تھا پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو تب انصاری نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں نا پس رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہوا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنے باغ میں پانی دو پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ پانی باغ کی دیواروں کی طرف لوٹ جائے اور آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا پورا حق دیا پس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ کی قسم یہ آیت اس قضیہ میں نازل ہوئی۔ رسول مکرم ﷺ آپ ﷺ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ ہر باہمی جھگڑے میں آپ ﷺ کو حاکم نہ مانیں مجھ سے ابن شہاب نے کہا نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا تھا اے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم باغ کو سیر اب کرو حتیٰ کہ پانی باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے اس ارشاد سے انصار اور دوسرے لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے حدیث میں جو الجدر کا لفظ ہے اس سے مراد جڑ ہے۔

علامہ بدرالدین عمدۃ القاری میں تحریر کرتے ہیں: یعنی **رجوع الماء الی الجدر و وصوله الی الکعبین و هو موضع الترجمة: حاشیه ۲** بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہ حدیث اسی لیے یہاں روایت کی ہے کہ اس میں ٹخنوں تک باغ کو پانی سیر اب کرنے کا ذکر ہے۔ (یعنی یہاں صرف اسی بات کو امام بخاریؒ بیان کرنا چاہتے ہیں فقط) آیئے دوسری مثال بھی صحیح بخاری سے سن لیجیے۔

باب الزکاة علی الاقارب و قال النبی ﷺ له اجران القرابة و الصدقة:

(۱) حدثنا عبداللہ بن یوسف قال حدثنا مالک عن اسحٰق بن عبداللہ ابن ابی طلحة انه سمع انس بن مالک یقول كانَ أبو طَلْحَةَ أكْثَرَ أنْصارِيٍّ بالمَدِينَةِ مالًا مِن نَخْلٍ، أحَبُّ مالِهِ إلَيْهِ بَيْرُحاءَ، مُسْتَقْبِلَةَ المَسْجِدِ وكانَ النبيُّ ﷺ يَدْخُلُها ويَشْرَبُ مِن ماءٍ فيها طَيِّبٍ، قالَ أنَسٌ: فَلَمّا نَزَلَتْ: {لَنْ تَنالُوا البِرَّ حتّى تُنْفِقُوا ممّا تُحِبُّونَ} [آل عمران:۹۲]، قامَ أبو طَلْحَةَ فقالَ: يا رَسولَ اللَّهِ، إنَّ اللَّهَ يقولُ: {لَنْ تَنالُوا البِرَّ حتّى تُنْفِقُوا ممّا تُحِبُّونَ} [آل عمران:۹۲] وإنَّ أحَبَّ أمْوالِي إلَيَّ بَيْرُحاءَ، وإنَّها صَدَقَةٌ لِلَّهِ أرْجُو بِرَّها وذُخْرَها عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعْها حَيْثُ أراكَ اللَّهُ، فقالَ: بَخٍ، ذلكَ مالٌ رابِحٌ أوْ رايِحٌ - شَكَّ ابنُ مَسْلَمَةَ - وقدْ سَمِعْتُ ما قُلْتَ، وإنِّي أرى أنْ تَجْعَلَها في الأقْرَبِينَ، قالَ أبو طَلْحَةَ: أفْعَلُ ذلكَ يا رَسولَ اللَّهِ، فَقَسَمَها أبو طَلْحَةَ في أقارِبِهِ، وفي بَنِي عَمِّهِ. قال إسماعيل وعبد الله بن يوسف ويحيى بن يحيى: عن مالك: (رايح) ۱۲۔

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں اپنے سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغ کے لحاظ سے مال دار تھے۔ اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ باغ بیر حاء باغ تھا اور وہ مسجد (نبوی) کے سامنے تھا رسول ﷺ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ: اس وقت تک ہر گز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو (آل عمران ۹۲) تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہر گز نیکی کو نہیں پاسکتے۔ جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاء باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے میں اس کی نیکی اور اللہ کے نزدیک اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں، پس یا رسول اللہ! ﷺ اس کو وہاں خرچ کیجئے جہاں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بتائے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے یہ نفع آور باغ و مال ہے (آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا) اور تم نے جو کہا وہ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو۔ پس حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ایسا ہی کروں گا، پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچازادوں میں تقسیم کر دیا۔ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت روح نے کی ہے اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رابح کی روایت کی ہے۔[1]

بخ کا مصداق: تقال عند المدح و الرضاء بالشئی۔

کسی چیز سے راضی ہونے اور اس کے صفت کرنے کے وقت کہا جاتا ہے۔[2]

(۲) باب من تصدق الی وکیله ثم رد الوکیل الیه و قال اسمٰعیل اخبرنی عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمة عن اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحة لا اعلمه الا عن انس قال لما نزلت لن تنالوا البر حتی تنفقو امما تحبون جآء ابو طلحة الی رسول اللہ ﷺ فقال ای رسول اللہ یقول اللہ فی کتابه (لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا بما تحبون) و ان أحب اموالی الی بیئرحی قال و کانت حدیقة کان رسول اللہ ﷺ یدخلها و یستظل فیها و یشرب من مائها قال فهی الی اللہ و الی رسوله ارجو بره و ذخره فضعها ای رسول اللہ ﷺ حیث اراک اللہ فقال رسول اللہ ﷺ بخ یا ابا طلحة ذلک مال رابح قد قبلناه منک (هو محل ترجمة خیر جاری) ورددناه علیک فاجعله فی الاقربین فتصدق به ابو طلحة علی ذوی رحمه قال و کان منهم ابی و حسان قال فباع حسان حصته منه من معاویة فقیل له تبیع صدقة ابی طلحة فقال الا ابیع صاعاً من تمر بصاع من دراهم قال و کانت تلک الحدیقة فی موضع قصر بنی حدیلة التی بناه معاویة۔

---

[1] (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۹۷)

[2] (مجمع البحار الانوار جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۵۴ دار الایمان سعودی)

ترجمہ: امام بخاری اپنی سند سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے روایت کی (انہوں نے کہا) مجھے اس حدیث کا علم صرف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا ہے انہوں نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "تم اس وقت تک ہر گز نیکی نہ پاسکو گے جب تک کہ اس چیز سے نہ خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو" (آل عمران ۹۲) تو رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "تم اس وقت تک ہر گز نیکی نہ پاسکو گے جب تک کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو" (آل عمران ۹۲) اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاء ہے اور وہ ایک باغ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے تھے اور اس کے سایہ میں آرام فرماتے تھے اور اس کا پانی نوش فرماتے تھے، سو اب وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ (کی راہ میں صدقہ ہے) میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کی اُمید رکھتا ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ کو اللہ عزوجل جہاں بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کیجئے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوڑو! اے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تو بہت نفع آور مال ہے۔ ہم نے اس کو تم سے قبول کر لیا اور ہم نے اس کو تمہیں واپس کر دیا۔ تم یہ اپنے قرابت داروں کو دے دو، تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ اپنے ذوالارحام (ماں کی طرف سے قربت داروں) کو دے دیا، اور ان میں حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فروخت کر دیا، ان سے کہا گیا: تم حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ فروخت کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: کیا میں ایک صاع کھجوروں کو ایک صاع دراہم کے عوض فروخت نہ کروں اور یہ باغ بنو حدیلہ کے اس محل کی جگہ تھا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنایا تھا۔[1]

پہلے باب میں اقارب پر صدقہ اور دوسرے باب میں وکیل کو صدقہ دیکر وکیل اس کو واپس کرنے کے لیے ذکر کیا۔

نوٹ: اور خیر جاری نے ذکر کیا ہے **"قد قبلناه منک و رددناه علیک"** یعنی یقیناً ہم نے آپ سے قبول کر کے اور آپ کو واپس کر دیا۔ یہ محل ترجمہ ہے۔ یعنی حدیث اس لیے بیان کی گئی ہے۔

(۳) باب اذا وقف ارضاً و لم یبین الحدود فھو جائز و کذالک الصدقة" حدثنا عبداللہ بن مسلمة عن مالک عن اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحة انه سمع انس بن مالک یقول کان ابو طلحة اکثر انصاری بالمدینة مالاً من نخل و کان احب ماله الیه بیر حاء مستقبلة المسجد و کان رسول اللہ ﷺ یدخلها و یشرب من ماء فیها طیب قال انس فلما نزلت لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون قام ابو طلحة فقال یا رسول اللہ ﷺ ان اللہ یقول لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون و ان احب اموالی الی بیر حاء و انها صدقة اللہ ارجو برها و ذخرها عند اللہ فضعها حیث اراک اللہ تعالیٰ فقال بخ

---

[1] (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

ذالک مال رابح اور رائح شک ابن مسلمة و قد سمعت ما قلت و انی اریٰ اَن تجعلها فی الاقربین قال ابو طلحة افعل یا رسول اللہ ﷺ فقسمها ابو طلحة فی اقاربه و فی بنی عمه و قال اسمٰعیل و عبداللہ بن یوسف ویحییٰ بن یحییٰ عن مالک رایح۔

ترجمہ: اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور اس کی حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور یہ مطلق نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ زمین ہے جو مشہور ہو اور اس کی حدود کو بیان کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر وہ زمین مشہور نہ ہو تو پھر اس کی حدود کو بیان کرنا ضروری ہے تا کہ التباس نہ ہو۔ اسی طرح جس وقف کو لفظ صدقہ کے ساتھ بیان کیا جائے اسکا بھی یہی حکم ہے۔

''امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انصار میں سب سے زیادہ کھجور کے باغات تھے اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاء (کا باغ) تھا جو مسجد کے بالمقابل تھا، نبی ﷺ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی ''تم ہر گز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو'' (ال عمران ۹۲) تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، یا رسول اللہ ﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تم ہر گز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک کہ تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران ۹۲) اور میرے نزدیک میرا سب سے پسندیدہ مال بیر حاء ہے اور یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں اسکی نیکی اور اللہ کے پاس اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں، پس جہاں آپ کو اللہ بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو رہنے دو یہ نفع آور مال ہے۔ یا فرمایا یہ نفع آور ہے۔ اس میں راوی ابن مسلمہ کو شک ہے (آپ ﷺ نے فرمایا) تم نے جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں یہی کروں گا پس حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اسماعیل نے کہا اور عبد اللہ بن یوسف اور یحییٰ بن یحییٰ نے از امام مالک کہا ''رائح'' ۔

رائح کا معنی ہے:

أی یروح علیک نفعه و ثوابه یعنی قرب و صوله الیه۔

یعنی یہ ایسامال ہے جس کاثواب اور نفع آپ کو جلد از جلد پہنچ جائے گا۔[1]

تبصرہ: مذکورہ احادیث مبارکہ کی مثالوں سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ محدثین عظام جو باب منعقد کریں اور اس باب میں جو حدیث بیان کریں اس سے ان کا مطلب صرف وہ چیز ثابت کرنا ہوتا ہے۔ جس کو اس نے ترجمۃ الباب میں بیان کی ہو اور اس کے متعلق حکم کرنا مقصود ہوتا ہے نہ اس حدیث میں دیگر بیان شدہ اشیاء کا۔ لہٰذا جب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب یہ منعقد کیا **باب العبث بالحصی فی الصلوٰۃ و مایکرہ من تسویتہ:** اور اس باب علی بن عبد الرحمن کا منقولہ حدیث بیان (جو کہ کئی دوسرے محدثین نے بھی اپنے کتابوں میں بیان کیں) اور حدیث شریف عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے علی عبد الرحمن کو نماز سنگریزوں سے عبث کرنے سے منع کرتے ہوئے آپ نے اپنی انگلیاں بند کر دیں یعنی قبض اصابعہ یہ محل ترجمہ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ نماز میں انگلیوں کو بند رکھنا اس پر کہ یہ حضور علیہ السلام کا فعل ہے ہم عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ پھر بھی اگر ایک بار کنکریوں کو برابر کیا تو کوئی حرج نہیں مگر نہ کرنا بہتر ہے اور یہی امام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

یہ وہ توجیہ ہے جس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں ان الفاظ سے تصدیق کی ہے کہ آپ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے فرمایا:

قال و قروا الصلوٰۃ یعنی السکون فیھا قال محمد و بہ نأخذ و ھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نماز میں وقار کا خیال رکھو یعنی سکون سے پڑھو حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم اسی بات کو اختیار کرتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔[2]

اس کی تصدیق حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۲۹۸ مکتبہ الحقانیہ ملتان (کہ رسول مقبول ﷺ نے نماز میں جسم کے اعضاء کو ساکن رکھنے کا حکم دیا۔ اور اس باب میں جس قول کو بیان کیا یہ امام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی یوسف اور محمد رحمہا اللہ تعالیٰ کے قول ہیں) میں کی ہے۔

---

[1] (مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

[2] (شرح کتاب الآثار لابو وفاء الافغانی جلد ا صفحہ ۳۰۰ حدیث نمبر ۱۳ اور المعجم الکبیر لطبرانی جلد ۴ حدیث نمبر ۹۲۴۱ صفحہ ۱۵۷ دار الکتب علمیہ بیروت اور مصنف عبدالرزاق جلد ۲ حدیث نمبر ۳۳۰۵ صفحہ نمبر ۲۶۵ اور اس میں تحت الخط: اخرجہ (ھق) من طریق حسین۔ و اخرجہ (ش) من طریق ابی معاویۃ عن لاعمش صفحہ ۴۵۳ وغیرہ)

مؤطاء امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث منقولہ میں از علی ابن عبد الرحمن المعاوی میں ہے: قبض اصابعہ کلھا صفحہ ۱۰۸ یہ جملہ یہ ثابت کرتا ہے کہ بیس قسم اقسام حدیث میں سے یہ قسم مفسر سے ہے۔

کیوں کہ اصول فقہ کے علماء کرام مفسر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما المفسر فھو ما ظھر المراد بہ من اللفظ ببیان من قبل المتکلم بحیث لا یبقی معہ احتمال التاویل و التخصیص مثالہ فی قولہ تعالیٰ، فسجد الملئکۃ کلھم فاسم الملئکۃ ظاھر فی العموم الا ان احتمال التخصیص قائم فالسد باب التخصیص بقولہ کلھم، اھ۔[1]

اور **فصول الحواشی لاصول الشاشی** میں ہے:

فی العموم یعنی جمیع افراد الملئکۃ علی ماھو مقتضی صیغۃ الجمع ظاھر و ان کان لایتنا و لھا قطعا و یقینا (کلھم) لان کلمۃ للاحاطۃ و الشمول فیتاکد بہ عموم الجمع فانقطع احتمال التخصیص القول صفحہ ۱۵۳ حقانیہ پشاور۔

ترجمہ: مفسر وہ ہے جس کی مراد لفظ سے متکلم کے بیان سے ظاہر ہو اس طور سے کہ اس کے ساتھ تاویل اور تخصیص کا احتمال باقی نہ رہے اس کی مثال باری تعالیٰ کے قول **فسجد الملئکۃ کلھماہ** میں ہے پس لفظ **ملائکۃ** عموم میں ظاہر ہے مگر تخصیص کا احتمال موجود ہے پس **کلھم** کے ذریعے تخصیص کا دروازہ بند ہو گیا۔

فصول میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لفظ (**ملئکۃ ظاھر فی العموم**) ملائکہ کا اسم اپنے عموم میں ظاہر ہے یعنی تمام افراد کو شامل ہے۔ جو کہ ظاہر طور پر صیغہ جمع کا مقتضی ہے اگرچہ قطعی اور یقینی طور پر نہیں ہے (**قولہ کلھم**) اس لیے کہ **کلۃ** کل احاطہ اور شمولیت کے لیے ہے۔ تو اس پر جمع کا عام ہونا مضبوط ہو جاتا ہے۔ تو احتمال تخصیص ختم ہوا۔

اس طرح قبض اصابعہ کہ اپنی انگلیوں کو بند کر دیا لفظ انگلیوں میں عموم ظاہر ہے کہ سب بند کر دی مگر تخصیص کا احتمال موجود تھا تو جب آپ نے کلھا بڑھا دیا تو اس سے تخصیص کا دروازہ بند ہو گیا۔ کوئی انگلی بھی کھلی نہیں رہی بلکہ سب کی سب بند کر دیں جس سے اشارے کا احتمال سرے سے ختم ہوا۔ اور مکمل طور پر سکون ثابت ہوا جو کہ مطلوب تھا تو ایک عظیم الشان عالم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی دونوں کتابوں میں متضاد ہونے کا ثبوت نہ رہا۔

اس کے باوجود حال یہ ہے کہ کتاب الآثار امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس کے بارے میں گزرا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فقہ حنفی کی بنیادی کتاب گردانا ہے۔

---

[1] (شاشی صفحہ ۲۳ قدیمی کراچی)

اور قرۃ العینین فی تفضیل الشخین میں تحریر فرماہیں کہ مسند امام اعظم اور کتاب الآثار محمد رحمہا اللہ تعالیٰ پر فقہ حنفی کا دارومدار ہے اور فقہ حنفی کی بنیاد اس پر ہے:

ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجۃ میں ہے: کہ کتاب الآثار وہ صحیح احادیث جمع کرنے میں اول تصنیف ہوئی ہے اور معروف ترتیب فقہی پر یہ مرتب کی گئی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی موطاء میں اس کی اتباع اختیار کی ہے صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ ہو۔ آگے جاکر لکھتا ہے : قلت: لاشک ان الموطا امثل من سنن ابن ماجۃ بل و من الکتب الخمسۃ بکثیر فانہ ام الصحیحین و کذلک کتاب الآثار و ہو ام الام علی رغم اعراض من اعرض عنہ صفحہ ۳۶ مع سنن ابن ماجۃ طبع قدیمی کراچی۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ابن ماجۃ سے بہت زیادہ صحیح کتاب ہے بلکہ پانچ کتابوں سے زیادہ صحیح ہے کیوں کہ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا اُم ہے اور اس طرح کتاب الآثار بھی ہے کہ سب سے زیادہ صحیح ہے کیوں کہ یہ ام الام ہے یعنی اصل کا اصل ہے تو جب ظاہر الروایت کے مقابلہ میں نوادر کا مسئلہ قابل قبول نہیں تو ام الام کے مقابلہ میں نوادر کا مسئلہ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے اور اس پر ام الام کا مسئلہ مسترد کیا جا سکتا ہے۔

مبسوط سرخسی میں کتاب الآثار کا تذکرہ جابجا ہمیں ملتا ہے مثلاً (۱) مبسوط جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ باب زکاۃ البقر (۲) اور جلد ۱۶ صفحہ ۵۵ و ۱۶ باب اجارۃ الرقیق فی الخدمت و غیرھا (۳) (شرح کتاب الآثار) فقد ذکر محمد علیہ الرحمۃ فی شرح الاثار مبسوط جلد ۱ صفحہ ۸۰ تخلیل اللحیۃ قال حافظ ابن حجر العسقلانی فی تعجیل المنیفۃ (صفحہ ۲) والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفردا انما ھو کتاب الاثار التی رواھا محمد بن الحسن عنہ و یوجد فی تصانیف محمد بن حسن، ماتمس الیہ الحاجۃ صفحہ ۱۰ ابن ماجہ کے ساتھ ہے۔

یعنی ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اکیلے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث وہ صرف کتاب الآثار ہی ہے جس کو امام محمد بن حسن رحمہا اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے محمد بن حسن کے تصانیف میں اس کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے مقدمہ عمدۃ الرعایۃ مسائل الفقھیۃ لایجوز الامن الکتب المتداولۃ لعدم الاعتماد علی غیرھا من وضع الزنادقۃ و الحاق الملاحدۃ بخلاف الکتب المحفوظۃ الخ۔

کتب متداولہ کے علاوہ دیگر کتب پر اعتماد نہیں اس لیے ان سے مسائل فقہیہ لینا جائز نہیں اس لیے کہ زنادقہ اور ملاحدۃ نے ان میں مسائل رکھے ہیں۔ اس طرح موطا امام محمد کتب متداولہ میں نہیں اور ام الام کے خلاف اس کتاب میں یہ کہ "بصنیع رسول اللہ ﷺ تأخذو ھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

اس کے بعد لکھتے ہیں:

فاماتسویۃالحصی فلا بأس بتسویتہ مرۃ واحدۃ وترکہا افضل وھو قول حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اصل عبارت ایسے معلوم ہوتی ہے کہ:

قال محمداماتسویۃالحطی، الخ۔

اور اس کا درمیانی جملہ کسی کا اضافہ شدہ ہے کہ ائمہ احناف کو بدنام کرنا چاہتے ہیں کہ کتاب موطا میں کہتا ہے اشارہ تشہد میں ہمارا مذہب ہے اور کتاب الآثار میں لکھتا ہے سکون عدم حرکت مذہب احناف ہے۔ اس طرح کتاب الحجۃ میں اپنا اور امام ابو حنیفہؒ کا قول عدم اشارہ پر نقل کیا ہے۔ دیکھو مذہب احناف اور اسکے ائمہ۔ اس پر دلیل موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرز عمل ہی ہے آیئے اور موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بار بار مطالعہ کریں تو سارے موطا میں آپ کو یہ طرز عمل انو کھا ثابت ہو جائے گا۔

ایقاض الغافلین:

حدیث جبریل علیہ السلام صحیحہ مرویہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلم میں وابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متفق علیہ میں ہے:

قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک الحدیث۔[1]

شرح الطیبی میں ہے:

والعبادۃ للہ الذی لا تنبغی العبادۃ الا لہ علی نعت الھیبۃ والتعظیم، حتی کانہ ینظر علی اللہ خو فامنہ و حیاء و خضوعالہ: ایضافیہ: ای کن عالما متیقظاً لا ساھیا غافلا، مجداً فی مواقف العبودیۃ مخلصاً فی نیتک، آخذاً أھبۃ الحذر الی مالا یحصی فان من علم أن لہ حافظا رقیباً شاھداً بحرکاتہ وسکناتہ، لا سیما ربہ و مالک أمرہ فلایسئی الأدب طرفۃ عین، ولا فلتۃ خاطر، اھ۔[2]

وفی المرقاۃ: ای حال کونک مشبھا بمن ینظر الی اللہ خوفامنہ وحیاءو خضوعاً وخشوعاو ادباو صفاءووفاءو ھذامن جوامع الکلم۔

ترجمہ: اس آدمی کے حال سے مشابہت رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو خوف، حیاء، خضوع، خشوع، ادب، صفاء اور وفا کے ساتھ اور یہ جوامع الکلم میں سے ہے۔[3]

---

[1] (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱ قدیمی کراچی)
[2] (طیبی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳ کراچی)
[3] (مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۶۰ امدادیہ ملتان)

و ذکر شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ: بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الاحسان فی العبادۃ علی و جھین احدھما: لمن بلغ غایۃ مرتبتہ بحیث کانہ یری معبودہ و یعاینہ سبحانہ و ھو مقام المشاھدۃ، و تلزمہ غایۃ الھیبۃ و التعظیم و الا جلال و الخضوع و الخشوع و الحیاء و المحبۃ و الانجذاب و الشوق و الذوق و الا جتماع بظاھر و باطنہ و ثانیھما: یغلب علیہ ان الحق سبحانہ مطلع علیہ و رقیب علی احوالہ۔۔۔ ھذا ایضاً یورث الخوف و الخشیۃ و الا جتماع فی الحرکات و السکنات و ضبط الافعال و رعایۃ الادب فی جمیع الحالات و عدم الالتفات یمیناً و شمالاً، الخ۔[1]

ترجمہ: پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ استحضار ممکن نہ ہو تو اتنا دھیان کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ (طیبی) اللہ کے لیے وہ عبادت مناسب ہے (ضروری طور پر) جو ہیبت اور تعظیم کی صفت پر ہو یہاں تک کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اس حال میں کہ خوف حیاء اور خضوع کے ساتھ ہو۔ یعنی بیدار عالم بن کر کہ نہ غافل اور نہ ساہی ہو۔ عبادت کے موافق سے مکرم ہو کر اپنی نیت میں اخلاص کے ساتھ اس قدر خوف کی استعداد رکھتے ہوئے جس کی کوئی حد نہ ہو۔ تو جو یہ علم رکھتا ہو کہ اس کے لیے حفاظت کرنے والا نگہبانی کرنے والا اور اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنے والا ہے پھر خاص کر اس کا رب اور حکم کرنے والا مالک تو آنکھ جھپکنے کے برابر بھی بے ادبی نہ کرے اور نہ دل میں کوئی فکر آئے۔

(لمعات) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے احسان فی العبادۃ کو دو جملوں میں بیان فرمایا: ایک ان میں جو اپنے مرتبہ انتہاء کو پہنچا ہو اس حیثیت کے ساتھ گویا وہ اپنے معبود کو دیکھ رہا ہو اور اس کا معبود اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ مقام مشاہدہ ہے اور اس مقام میں اس پر لازم ہے نہایت ہی ڈرنا، تعظیم کرنا اور اللہ تعالیٰ کو بڑا جاننا اور خضوع کرنا اور خشوع کرنا اور حیاء اور محبت کرنا جذبہ شوق اور ذوق کا ہونا اور ظاہر اور باطن ایک جیسا کرنا۔

دوسری قسم: جو اس حالت تک نہیں پہنچا ہو لیکن غالب اس پر کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس پر خبر رکھنے والا ہے اور اس کے احوال کا نگہبانی کرنے والا ہے۔ یہ بھی ڈرنا اور خشیت اور اجتماع فی الحرکات و سکنات اور تمام کام کا ضبط اور تمام حالات میں آداب کا لحاظ رکھنا اور سیدھا اور بائیں طرف نہ دیکھنا پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ کوئی کھڑا ہو جبار قہار بادشاہ کے حضور میں اور اس کے احوال کی نگہبانی کرتا ہے اور اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو اس حالت میں اس بندے پر بے ادبی اور غفلت کے دروازے تنگ ہو جاتے ہیں۔

ناظرین کرام! جب حضور مقبول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سائل (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کے جواب میں یہ فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہو اگر تم اسے نہ دیکھ رہے ہو مگر وہ تمہیں دیکھتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا احسان ہے۔

---

[1] (لمعات التنقیح جلد ۱ صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹ ملتقطاً۔ علوم اسلامیہ لاہور)

مذکورہ شارحین وغیرہ کی تحقیق سے خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ جل وعلیٰ شانہ کی عبادت نہایت عاجزی خشوع اور خضوع، سکون اور اطمینان اور آداب کے ساتھ ادا کی جائے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کا اگر کوئی ادنیٰ ملازم یا عام آدمی بڑے سے بڑے حاکم مثلاً گورنر یا وزیر اعظم وغیرہ کے سامنے بات کر رہا ہو اور باتوں میں انگلی سے اس کے طرف اشارہ کر رہا ہو کہ تو ایسا ہے ویسا ہے اگرچہ اس کا صفت بیان کر رہا ہے مگر وہ گورنر اور وزیر اعظم اس کی ان حرکات کو ناپسند کرتے ہوئے اس کو اپنی شان کے مناسب سزا ضرور دے گا۔ تو جو مسلمان نماز میں اگرچہ وہ اللہ کو نہیں دیکھتا ہے مگر اللہ پاک اسے دیکھ رہا ہے اس کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ فعل بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں تو خدا جانتا ہے کہ اس اہم عبادت میں وہ اللہ کو نشانہ بناتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کتنا ناراض ہو جائے گا۔ نماز میں قرآن و سنت کے ذریعے اسکو سکون کا حکم ہے اور یہ ایسی حرکت کرتا ہے۔ اس وجہ سے ہر مسلمان نمازی کو چاہئے کہ جیسا قیام کی حالت میں دست بدستہ عاجزی کے ساتھ کھڑا رہتا ہے اسی طرح حالت تشہد میں بھی عاجزی اور سکون کے ساتھ ہاتھوں کو رانوں پر رکھ کر قعدہ ادا کرے۔

دعوت الی الحق

عرض یہ کہ موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یا اور کتب حدیث کی کتابوں میں یہ ہو کہ حدیث غیر منسوخہ ناسخ لایات القرآنی اور احادیث نبوی کے نسخ کے لیے آیا ہے یا کہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہے یا کیا ہے یہ کہ اشارہ تشہد میں برائے اثبات وحدانیت کرو کہ حضور علیہ السلام نے اثبات وحدانیت کے لیے اشارہ مسبحہ انگلی سے کیا ہے۔ تصریحاً ہو تو بتائیے موطا امام محمد اور امالی امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا جواب۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن الھمام رحمہم اللہ تعالیٰ سے سن لیجئے مگر اس سے قبل درایت اور روایت کا معنی و مصداق بھی سن لیں:

قال فی شرح المنیة و لا ینبغی أن یعدل عن الدرایة أی الدلیل اذا وافقها روایة علی ما تقدم عن فتاویٰ قاضی خان شامی۔ قوله الدرایة المراد بالدرایة بالدال المهملة فی أولها العلم الحاصل من أحدا لنصوص الشرعیة الصحیحة و منه علی بیاض الشامی جلد ۱ صفحه ۳۴۳

ترجمہ: شرح منیہ میں ہے کہ جب دلیل کے ساتھ روایت موافق ہو جائے تو اس سے عدول (یعنی اسکو ترک کرنا) نہیں چاہئے۔ بنابہ اس کے جو فتاویٰ قاضی خان میں گزرا ہے۔ شامی (صاحب شامی نے منہ میں ذکر کیا ہے) درایة دال بے نقطہ جس کو دال مہملہ کہتے ہیں یہاں یہی دال مراد ہے جو پہلے واقع ہے۔

نصوص شرعیہ صحیحہ میں سے کسی ایک نص سے ثابت شدہ علم کو درایت کہتے ہیں۔[1]

امالی: و الامالی جمع املاء و هو أن یقعد العالم و حوله تلامیذه بالمحابر و القراطیس فیتکلم العالم بما فتحه الله تعالیٰ علیه من ظهور قلبه فی العلم و تکتبه التلامذة ثم یجمعون ما یکتبونه فیصیر کتابا فیسمونه الاملاء۔[2]

یعنی امالی املاء کی جمع ہے وہ یہ کہ طلباء اپنے استاد کے ارد گرد بیٹھے قلم دوات اور کاغذ ساتھ ہو تو عالم کو جو علم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو بطور املاء بیان کرتے ہیں اور طلباء لکھتے ہیں پھر تو جو کچھ انہوں نے لکھا ہو گا اس کو جمع کریں تو وہ کتاب بن جائے گی تو اس کو املاء اور امالی کہا جاتا ہے۔

نمبر ۱: اہل حدیث شیخ محمد دق بن عبد الغفور فرماتے ہیں:

ذکر فی الملل و النحل و غیره۔

ان اهل الحدیث و اصحابه اهل الحجاز و هم و مالک علیہ الرحمۃ ابن انس و محمد بن ادریس الشافعی علیہ الرحمۃ و سفیان الثوری علیہ الرحمۃ و احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ و داود بن علی الاصبهانی علیہ الرحمۃ و اصحابهم۔

ان کو اہل حدیث کہنے کی وجہ:

و انما سموا بذلک لان عنایتهم بتحصیل الاحادیث و نقل الاخبار و بناء الاحکام علی النصوص و لا یرجعون الی القیاس الجلی و الخفی ما وجدوا خبرا او اثرا و اصحابهم لا سیما الشافعی علیہ الرحمۃ لا یصدر عن استنباطاتهم توجیها۔

نمبر ۲: اهل الرائی: و اما اهل الرائی و اربابه فاهل العراق و هم ابو حنیفة علیہ الرحمۃ و اصحابه۔

ان کو اہل رائی کیوں کہا جاتا ہے۔

و انما سمو بهذا لان اهتمامهم بتحصیل او جه من القیاس و الایتان بترجیح بعض الاحادیث علی بعض: و القاصرون یزعمون انها قیاسات فی مقابلة النصوص و اصحابه ربما یزیدون علی اجتهاده و اجتهاداً و یخافونه فی الحکم الاجتهاد۔

عن عبدالله بن مبارک انه قال النقل قد عرف و ان احتیج الی الرائی فرای مالک و سفیان علیہ الرحمۃ و ابو حنیفة علیہ الرحمۃ احسنهم رایا و ادقهم فطنة و اغوصهم علی الفقه و هو افقه الثلاثة۔[3]

---

[1] شامی جلد ۱ صفحہ ۳۴۳ کتاب الصلوٰۃ)

[2] (والأمالی و شرح عقود رسم المفتی صفحہ ۳۴)

[3] (فتح الرحمان مطبع فخر الدین لاہور ۱۳۱۲ھ الملل و النحل جلد ۱ صفحہ ۲۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت صفحہ ۲ الملل النحل جلد ۱ صفحہ ۲۱۹ العلمیہ بیروت)

یعنی مجتہدین ائمہ میں سے دو قسم ہیں :

(۱) اصحاب حدیث (۲) اصحاب الر اٰی۔ اہل حدیث اور ان کے اصحاب وہ اہل حجاز والے ہیں اور وہ مالک بن انس کے اصحاب اور محمد بن ادریس الشافعی کا اصحاب اور سفیان ثوری کے اصحاب اور احمد بن حنبل کے اصحاب اور داود بن علی بن محمد اصفہانی رحمہم اللہ تعالی کے اصحاب ہیں۔

یہ جماعت اس لیے اصحاب حدیث (اہل حدیث) پر مسمی کی گئی کہ انکا مد نظر احادیث حاصل کرنا اور اخبار نقل کرنا ہوتا ہے اور نصوص پر احکام بنا کرنا ہوتا ہے اور قیاس جلی یا خفی کو رجوع نہیں کرتے جب تک کہ خبر یا اثر ان کو نہ ملے اور اس کے اہل پھر خاص کر امام شافعیؒ ان کے استنباطات سے توجیہ صادر نہیں ہوتی۔ماخوذ از رسالہ۔

اہل رائے اہل عراق ہیں اور وہ امام ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالی ہیں۔

یہ جماعت اہل رائے پر اس وجہ سے مسمی کی گئی کہ قیاس کی وجوہات حاصل کرنا اور بعض احادیث کو بعض پر ترجیح دینا ہے کم علم یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ نصوص کے مقابلہ میں قیاسات ہیں اور آپ کے اصحاب آپ کے اجتہاد پر اجتہاد زیادہ کرتے ہوئے مسائل اجتہادی میں اور حکم اجتہادی میں آپ کی مخالفت کرتے ہیں:ماخوذ از رسالہ۔

عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا نقل تو یقیناً معروف ہے اور اگر رائے کو ضرورت پیش ہو تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور سفیانؒ کی رائے بہتر ہے اور ان میں بہتر رائے والا اور سب سے زیادہ باریک رائے سمجھنے اور معانی کی تہہ کو پہنچنے والے فقہ میں امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ان تینوں میں بہت زیادہ۔

فقیہ: امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ سب نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمیت اور فقاہت کا اقرار کیا ہے۔

عود بسوئے مطلوب

صفحہ (۹۹) سے مربوط ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماہیں:

ووجهه عموم دليل الرفع للدعاء ويجاب بانه مخصوص بما ليس فى الصلاة للاجماع على أن لا رفع فى دعاء التشهد۔

دعاء قنوت میں رفع یدین کی وجہ دعاء کے لیے دلیل کا عام ہونا ہے۔اور اس سے جواب دیا جاتا ہے کہ دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا اجماع کی وجہ سے خاص ہوا ہے اس دعاء کے لیے جو کہ نماز میں نہ ہو کہ دعاء تشہد میں ہاتھوں کو اٹھانا نہیں۔[1]

[1] (مراقی الفلاح، جلد ۱، صفحہ ۳۷۵، ص۸۷، مکتبہ امتیازیہ، ملتان)

مطبوعہ سکھر میں اس طرح لکھا ہے:

عن ابی یوسف رحمہ اللہ ان شاء رفع یدیه فی الدعاء و ان شاء اشار باصبعه (بحوالہ مبسوط و محیط)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ اگر چاہے تو دونوں ہاتھ دعاء میں (خارج الصلاۃ) اٹھائے اور اگر چاہے تو انگلی سے اشارہ کرے۔

اشارہ کا طریقہ:

اس سے بعض نے یہ فہم کیا ہے کہ امالی میں قاضی ابو یوسف صاحب سے اشارہ منقول ہے اس وجہ سے آپ نے فرمایا:

و هو المروی عن محمد فی کیفیة الاشارة قال یقبض خنصره و التی تلیها ویحلق الوسطی و الابهام و یقیم المسبحة و کذا عن ابی ایوسف علیہ الرحمۃ فی الامالی و هذا فرع تصحیح الاشارة و عن کثیر من المشائخ لا یشیر أصلا و هو خلاف الدرایة والروایة فعن محمد ان ما ذکرناه فی کیفیة الاشارة مما قلناه قول ابی حنیفة رضی اللہ عنہ و یکره ان یشیر بمسبحتیه و عن الحلوانی یقیم الاصبع عند لا اله و یضعها عند الا الله لیکون الرفع للنفی و الوضع للاثبات وینبغی ان یکون اطراف الاصابع علی حرف الرکبة لا مباعدة عنها۔

ترجمہ: یہ محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ اپنی چھنگلی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو جما دے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنالیں اور مسبحہ انگلی کو کھڑا کر دے اور اس طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے امالی میں منقول ہے۔ اور یہ اشارہ صحیح ہونے کی فرع ہے (اول تو اشارہ کا قول صحیح نہیں اور اگر صحیح ہو جائے تو بہت مشائخ کہتے ہیں کہ بالکل اشارہ نہ کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اشارہ کو ثابت ماننا خلاف درایت اور روایت ہے (درایت کے سلسلے پہلے گزرے ہوئے مشائخ نے قرآنی آیات کے علاوہ وائل ابن حجر سے منقول حدیث اور شغل والی حدیث اور اسکنوا والی حدیث ذکر کی ہے اور روایت شرح معانی الآثار اور کتاب الآثار لامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں مذکورہ یہ سکون نماز میں اور حرکت کسی عضوہ کو نہ دینے کو امام ابو حنیفۃ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذکور گزرا ہے) لہٰذا ابن الھمام نے کہا کہ مذکورہ نوادر کا فیصلہ اور حکم خلاف درایت اور روایت ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جو کچھ ہم نے اشارہ کی کیفیت کے بارے ذکر کیا اس میں سے جو ہم نے کہا ہے یعنی (ان ما ذکرناه فی کیفیة الاشارة مما قلنا) سرے سے موطا میں ہے ہی نہیں۔ آگے امام ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رائے بیان کی کہ مسبحہ سے اشارہ کرنا مکروہ ہے۔

حلوانی سے روایت ہے کہ لا الہ کہنے کے وقت مسبحہ اٹھالیں اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھ دے تاکہ اٹھانا نفی غیر اللہ کے لیے ہو جائے اور رکھنا اثبات توحید کے لیے ہو جائے (یعنی مذہب حنفی میں ایسا نہیں) اور انگلیوں کے اطراف (سروں) کو زانوں (گھٹنوں) کے ساتھ ہونا مناسب ہے نہ کہ اس سے دور ہو (اس سے ابن الھمام نے حلوانی کی بات کو رد کر دیا)۔[1]

اسی طرح شاہ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی تحریر فرماہیں:

و قال صاحب القاموس فی سفر السعادة، ان الاحادیث تبلغ عدداً کثیراً، و اقول ان الاحادیث ثلاثة نعم طرقها کثیرة۔

و اما موضع الاشارة: فقال الشافعية: یرفعها علی کلمة اشهد، ویضع علی الاثبات ویضم الأصابع من ابتداء تشهدو یقول الحلوانی: یضم حین الرفع و هو علی کلمة لا النفی و یخفضها علی الاثبات ثم لا یبسط الاصابع لعدم ثبوته کما قال الملاعلی قاری فی بعض رسائله، و اما المرفوع فی موضع الرفع و وضعه فلم اجده و لا الموقوف و لعل لعمل اهل المذهبین سکة و اما هذا الموضع المذکور منا فقول الحلوانی و لیس من الائمة، اه۔[2]

و یشیر عند قوله الا الله و هو الصحیح من مذهب ابی حنیفة ذکره محمد فی الموطأ۔[3]

و موضع اشارہ قول الا اللہ است بحدیث مسلما مصفی شرح مسویٰ کلاھما شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

اور روضۃ الطالبین و عمدۃ المتقین میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

یستحب أن یرفع مسبحته فی کلمة الشهادة، اذا بلغ همزة الا الله و هل یحر کها عنه الرفع رجهان، الأصح لایحر کها و لنا وجه شاذ: انه یشیر بها فی جمیع التشهد، الخ۔[4]

اشارے کا مقام یہ ہے:

کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ کے تحقیق میں دکتور عبد الحمید ہنداوی لکھتے ہیں:

تحت الخط: قال الشیخ الالبانی: حدیث مروی خرجه مسلم: و الظاهر من الحدیث ان الاشارة و الرفع عقب الجلوس، و مایقال ان الرفع انما هو عند قوله، لا اله و فی المذهب الآخر عند قوله الا الله فکله رأی لا دلیل علیه من السنة، و قول ابن حجر الفقیه کما نقله فی المرقاة و یسن۔ أن یخصص الرفع بکونه مع الا الله لما فی روایة مسلم، فوهم محض فانه لا اصل لذلک، لا فی مسلم و لا فی غیره من کتب السنة لا باسناد صحیح و لا ضعیف بل و لا موضوع و

---

[1] (فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۷۲، مکتبہ رشیدیہ، سلکی روڈ، کوئٹہ)
[2] (عرف شذی شرح ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)
[3] (مسوی جلد ۱ صفحہ ۱۱۶)
[4] (روضۃ الطالبین و عمدۃ المتقین، جلد ۱ صفحہ ۲۶۴ مکتب الاسلامی بیروت)

مثلہ وضع الاصبع بعد الرفع لا اصل لہ بل ظاہر الروایۃ الاخری وغیرھا استمرار تحریکھا الی السلام کما ھو مذھب مالک۔[1]

قلت: ولکن الصواب عدم التحریک لان الحدیث الذی استدل بہ الشیخ وسیأتی قریباً، زیادۃ التحریک فیہ شاذۃ کما سبنینہ فی موضعہ، انتھی۔[2]

تو شوافع نے کہا کہ اشہد کے کلمہ پر انگلی اُٹھائے گا اور اثبات پر رکھے گا۔ اور انگلیوں کو ابتداء تشہد سے بند کرے گا۔ اور حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ انگلی اٹھانے کے وقت انگلیوں کو بند کرے گا۔ اور یہ نفی کے کلمہ لا کے وقت اور اثبات پر پھر رکھے گا۔ پھر انگلیوں کو عدم ثبوت کی وجہ سے نہیں پھیلائیں۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے۔ اور ہر چہ حدیث مرفوع ہے۔ انگلی اٹھانے یعنی بلند کرنے اور پھر رکھنے اس کے بارے میں نے حدیث مرفوع کو نہیں پایا۔ اور نہ حدیث موقوف کو پایا۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں مذہب والے اعراض کرتے ہوں میں نے جو یہاں بیان کیا یہ حلوانی کا قول ہے اور آئمہ مجتہدین میں سے نہیں ہے اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے قول کے وقت جو الا اللہ کہتے وقت اشارہ کرے گا۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں صحیح ہے کہ اس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا میں بیان کیا ہے اور الا اللہ کہنے کے وقت اشارہ ہی ہے مسلم کی حدیث کی وجہ سے۔

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے: آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ہمزہ الا اللہ کو پہنچے کلمہ شہادۃ میں تو انگلی کھڑی کرنا مستحب ہے کہ اس کو اٹھائے۔ اور کہا اٹھانے کے وقت ہلانے میں دو قول ہیں اصح قول یہ ہے کہ نہیں ہلائے گا۔ اور ہمارے مذہب میں ایک شاذ وجہ یہ ہے کہ سارے تشہد میں اس انگلی سے اشارہ کرے گا۔

شیخ البانی (غیر مقلد اور صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع کہنے والا) ذیل میسر یہ نقل محقق نے کی ہے۔ کہ البانی کے ہاں حدیث سے ظاہر یہ ہے کہ اشارہ اور انگلی اٹھانا بیٹھنے کے بعد ہے۔ اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ لا الہ اور دوسرے مذہب میں الا اللہ کے وقت انگلی اشارہ کے لیے اٹھانا ہے یہ سب ان لوگوں کی رائے ہی ہے سنت میں سے اس کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ اور مرقاۃ ابن حجر فقیہ کا جو قول لیا گیا ہے کہ یہ سنت ہے۔ کہ رفع انگلی کو الا اللہ کے ساتھ خاص کیا جائے صحیح مسلم کے روایت کے وجہ سے تو یہ خالص وہم ہی ہے (یعنی ان کے دل کا خیال ہے) اس لیے کہ اس کے لیے کوئی دلیل ہی نہیں یعنی اس کے لیے کوئی بنیاد نہیں نہ صحیح مسلم میں اور نہ سنت کی کتابوں میں سے کسی اور کتاب میں نہ صحیح سند کے ساتھ اور نہ ضعیف کے ساتھ بلکہ موضوع سند کے ساتھ بھی نہیں ہے۔ اور اس طرح انگلی اٹھانے کے بعد اس کو نیچے رکھنے کے لیے نہ کوئی ثبوت ہے کہ اٹھانے کے بعد پھر رکھ

---

[1] (صفۃ صلاۃ النبی ﷺ صفحہ ۱۱۸۔۱۱۹)

[2] (کتاب المیسر جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ طبعہ مکتبۃ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمہ۔ الریاض)

دیں بلکہ آخری ظاہر الروایت وغیرہ اس کے سلام تک انگلی کا ہلانا ہے۔ جیسا کہ یہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے (تحقیق والاعبدالحمید کہتا ہے) میں کہتا ہوں کہ صحیح رائے نہ ہلانا ہے اس لیے کہ جس حدیث پر شیخ نے دلیل پکڑی ہے نزدیک آنے والی ہے۔ اس میں زیادہ ہلانا شاذ ہے جیسا کہ ہم اسے اپنی جگہ پر جلد ہی بیان کریں گے۔

حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف:

عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح شمس الأئمة الحوانی متو فی سنة ثمان او تسع و اربعین و اربع مائة۔ و ذکره ابو محمد عبدالعزیز بن محمد النخشی الحافظ فی معجم شیوخه فقال و منهم شمس الائمة ابو محمد الحلوانی شیخ عالم بانواع العلوم معظم للحدیث و اهله و لم اشک انه صاحب حدیث فی الباطن ان شاءالله تعالیٰ من تعظیمه للحدیث غیر انه یفتی علی مذهب الکوفین, اه۔

ترجمہ: حلوانی کا نام عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح شمس الائمۃ الحلوانی متوفی ۴۴۸یا۴۴۹ھ اس کا ذکر ابو محمد عبدالعزیز بن محمد النخشی حافظ نے اپنی معجم شیوخ میں ذکر کیا ہے تو فرمایا اور ان میں سے شمس الائمۃ ابو محمد الحلوانی ہیں اقسام علوم کے عالم اور شیخ تھے حدیث اور اہل حدیث کے تعظیم کرتے تھے مجھے اس میں شک نہیں کہ یہ اہل حدیث (یعنی غیر مقلد) باطن میں ہیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ کہ حدیث کے تعظیم کرتے تھے اس کے علاوہ اہل کوفہ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے۔[1]

شاہ ولی اللہ محدث الدھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۱۷۶ھ

مقدمہ مرقاۃ میں اس کی تفصیلی حالت اور سیرت بیان کی گئی ہے ہم یہاں صرف مختصراً چند فقرے ان میں سے بیان کرتے ہیں۔

لکھتے ہیں:

مع جلالة قدره و علو کعبه فی العلوم و المعارف کان له شذو ذو ذلات و اجب التحرز عنها۔

ترجمہ: آپ کے بلند مرتبہ علوم اور معارف میں وسعت علم کے باوجود آپ کے شاذ اقوال ہیں اور حق سے پھسلنا زیادہ ہے۔ اس سے اپنے آپ کو اسے بچا کر رکھنا ضروری اور لازمی ہے۔[2]

الملاعلی القاری: کے لیے بھی مقدمہ مرقاۃ ملاحظہ ہو۔

---

[1] (فوائدالبھیۃ صفحہ ۹۶، ۹۵ ملتقطاً)

[2] (مقدمہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴ طبع امدادیہ ملتان اس مقدمہ کے ساتھ ساتھ رسائل کوثری مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی اور رسائل کوثری رحمہ اللہ تعالیٰ دارالفتح صفحہ ۲۴۲ ملاحظہ ہو)

محمد عبدالحی لکھنوی تعلیق مجد کے مقدمہ کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں:

ولولا مافی بعضھا من رائحۃ التعصب المذھبی۔[1]

ان القاری الحنفی حالہ عجیب جدا یورد و ینقل الروایات الموافقۃ و المخالفۃ رطباً و یابساً صحاحاً و ضعافاً و لا ینقح الاحادیث و لا یمیز بینھما و لا یرفع التدافع و التعارض و لا یحملھا علی محامل صحیحۃ لا علی مقتضی مذھبہ و لا علی غیرہ مع تصلبہ فی مذھب الحنفیۃ، اھ۔[2]

ترجمہ: حضرت علامہ عبدالحئ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملا علی قاری میں تعصب مذہبی ہے اور علامہ محمد حسن سنبلی نے فرمایا کہ ملا علی قاری مذہب حنفی میں سخت ہونے کے باوجود آپ کا حال نہایت تعجب خیز ہے موافق اور مخالف روایات نقل کرتے ہیں اس طرح رطب یابس صحیح اور ضعیف نقل کرتے ہیں اور احادیث کی درستگی نہیں کرتے ہیں اور ان میں تمیز نہیں کرتے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتے اور تدافع اور تعارض کو ختم نہیں کرتے اور صحیح محامل پر ان کو حمل نہیں کرتے نہ اپنے مذہب کے تقاضے کے مطابق اور نہ دوسروں کے مذہب کے مطابق عرف شذی:

قال مولانا المرحوم الگنگوھی لا یضعھا کل الوضع و نھاک حدیث یخبر الراوی فیہ بانہ علیہ السلام امال شیئاً۔

یعنی علامہ گنگوہی نے کہا کہ انگلی کو مکمل نہیں رکھے گا اس میں حدیث شریف ہے اس میں راوی نے خبر دی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے تھوڑا سا مائل کیا تھا۔[3]

تبصرہ: (ا) حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر آج تک جتنے بڑے بڑے علماء نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے وہ قابل اعتبار اور شرعاً قابل قبول نہیں۔

کبیری نے بحث سنۃ العشاء: میں لکھا ہے:

فدار الامر فی الرواۃ علی اجتھاد العلماء ص ۳۳۵ مطبع العزیزی لاھور لا عبرۃ بغیر الفقھاء: شامی جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ لا عبرۃ بغیر الفقھا شامی جلد ۳ صفحہ ۳۳۹ طبع دار الکتب العربیۃ الکبری مصر اور فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۸۹ فیہ فدار الامر فی الرواۃ علی اجتھاد العلماء اھ۔ لم تنقل عن الفقھاء أی المجتھدین بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۵۰ یعنی فقہاء سے مراد مجتہدین ہیں۔ و لا عبرۃ بغیر المجتھدین بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۵۰۔ یعنی عالم غیر

---

[1] (مقدمہ مرقاۃ، صفحہ ۳۴)

[2] (مقدمہ مرقاہ صفحہ ۳۴ امدادیہ ملتان، تنسیق النظام فی مسند الامام لعلامہ الشیخ المحدیث الفقیہ محمد حسن السنبلی المتوفی ۱۳۰۵ھ مسند الامام اعظم صفحہ ۲۴ حاشیہ نمبر ۲ مکتبہ رحمانیہ لاھور)

[3] (عرف شذی صفحہ ۱۴۰ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

مجتہد کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے یعنی اس کے قیاس معتبر، حجت اور دلیل نہیں ہے۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۰ اور صفحہ ۱۴۰ جلد ۶ صفحہ ۲۶۴ اور کنز بر حاشیہ بحر الرائق اور کنز جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ کتاب القضاء اور النہر الفائق جلد ۳ صفحہ ۶۰۰ اور ۶۰۱ اور تبیین الحقائق جلد ۵ صفحہ ۸۳ اور معیار الحقائق جلد ۲ صفحہ ۳۹۷ و مستخلص وغیرہ۔

یعنی ابن نجیم اور ابن الھمام رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمیں کوئی معلوم نہیں کہ اس نے اہل حدیث کا موافقت کی ہو۔ خوراج کے بارے میں مجتہدین سے بات صحیح ہو چکی ہے کہ خوارج کافر نہیں اور اہل مذہب کے کلام میں ان کو کافر کرنا زیادہ واقع ہوتا ہے مگر وہ فقہاء اور مجتہدین کے کلام میں نہیں بلکہ غیر مجتہدین ہے اور غیر مجتہدین کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

نتیجہ:

جب کتاب الآثار مسند امام اعظم اور علامہ طحاوی اور جصاص سے ثابت ہوا کہ تشہد کی حالت میں اشارہ نہیں تو جو اہل مذہب علماء نے مذہب شافعی کا اتباع کرتے ہوئے اور حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلدین بن کر اشارہ برائے وحدانیت ثابت کیا تو ان مجتہدین کا امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابویوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ابن الھمام نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب روایت کو دو طرح رد کر دیا کہ اشارہ برائے توحید صحیح نہیں جیسا کہ مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں گزرا ہے، وہ یہ:

لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لا یحل عزو ما فیها الی محمد و لا الی ابی یوسف لانها لم تشتهر فی زماننا فی دیارنا و لم تداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر فی کتاب مشهور کالهدایة و المبسوط کان ذلک تعویلا علی ذلک الکتاب اه مقدمه عمدة الرعایة صفحه ۱۱ اور بحر الرائق جلد ۶ صفحه ۲۶۵ فتح القدیر ج ۶ ص ۳۶۰ رد المحتار مصری ج ۴ ص ۳۲۹ دراسات فی اصول حدیث علی منهج الحنفیه ص ۵۰۰ اور مدخل لاصول حدیث ص ۲۵۰ النهر الفائق ج ۳ ص ۶۰۲ دوسرا یہ کہ کثیر مشائخ سے مروی ہے کہ بالکل اشارہ نہ کرے۔

اور مقدمہ شامی میں ہے:

یؤخذ بقول الاکثرین شامی مصری جلد ۱ صفحه ۵۳ اور مقدمه متانة صفحه ۸۶۔

اگر نوادر کی بعض کتب ہمارے زمانے میں موجود ہوئیں تو ان کے مسائل کی نسبت امام محمد اور امام ابویوسف رحمہا اللہ تعالیٰ کو جائز نہیں اس لیے کہ یہ کتب ہمارے زمانے میں ہمارے ممالک میں مشہور نہیں ہوئی ہیں اور متداول نہیں ہیں۔ ہاں جب نوادر میں سے نقل مشہور کتابوں مثل ہدایہ اور مبسوط میں پایا گیا تو یہ ان کتابوں پر اعتماد ہوگا نہ کہ نوادر پر ایضاً بحر الرائق جلد ۶ صفحہ ۲۶۵ ملاحظہ ہو۔

تو عرض یہ ہے کہ جب نوادر کے مسائل کا امام محمد اور امام ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کو صحیح اور جائز نہیں تو پھر ان کو مذہب حنفی کہنا بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں ہے تو جب خصم نے یہ تسلیم کی کہ ظاہر الروایات کی کتب اور متون میں اشارہ کا ذکر نہیں تو پھر اشارہ برائے توحید کو کس منہ سے مذہب حنفی بتاتے ہیں۔

و وضع یدیہ علی فخذیہ و بسط اصابعہ۔[1]

و اضعا یدیہ علی فخذیہ موجہا اصابعہ نحو القبلۃ مبسوطۃ۔[2]

اور بدایۃ المبتدی متن ہدایہ اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

و یروی ذلک فی حدیث وائل و لان فیہ توجیہ اصابع یدیہ الی القبلۃ۔[3]

جس میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ان تین حکموں پر عمل کرنا ہے۔ دیکھو سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۴۴ اور آیت ۱۴۹ اور آیت ۱۵۰۔

اس لیے اشارہ کرنا خلاف ظاہر الروایات اور متون ہی ہے اس لیے اس کا فتویٰ دینا کہ اشارہ کرے فتویٰ خلاف کتب ظاہر الروایات اور متون ہی ہے اگر کوئی نہ جانے تو نہ جانے یہ اس کی کم علمی یا بے علمی کی دلیل ہے۔ ایسے اشخاص کی تقلید کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں تقلید مجتہد کی ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پندرہویں صدی کے ہوا پرست مبتدعین کے اس قاعدہ کہ جب ظاہر الروایت کے کتب میں ایک مسئلہ نہ ہو اور نوادر میں ہو تو اس پر عمل کرنا ہے یہ در حقیقت مذہب حنفی کو اساس سے ختم کرنے ہی کی کوشش ہے کوئی ذی عقل شخص ان کی تابعداری اور تقلید نہیں کر سکتا ہے۔

لیس لمفتی الافتاء بالروایۃ الضعیفۃ۔

یعنی مفتی کے لیے روایت ضعیفہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔[4]

و العمل علی ما فی المتون لانہ اذا تعارض ما فی المتون و الفتاوی فالمعتمد ما فی المتون۔

یعنی جو مسئلہ متون میں ہو اس پر عمل ہے اس لیے کہ جب متون اور فتاویٰ کے مسائل میں تعارض آ جائے تو جو متون ہے اس پر اعتماد ہے۔[5]

---

[1] (کنز جلد ۱ صفحہ ۸۴ مطبع احمدی دھلی اور قدری جلد ۱ صفحہ ۲۰ مکتبہ عباسیہ تیمر گرہ)

[2] (وقایۃ الروایۃ شرح وقایہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ مطبع مجتبائی دھلی)

[3] (ھدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۲)

[4] (شامی جلد ۲ صفحہ ۵۳۹ مصری)

[5] (شامی جلد ۴ صفحہ ۳۵۲ مصری)

معلوم ان المتون موضوعۃ لنقل ماھو مذھب فلایعدل عمافیھا اھ۔

یعنی متون نقل مذہب کے لیے رکھی گئی ہیں۔ تو اس میں جو ہے اس سے عدول نہیں کیا جا سکتا۔ [1]

و مافی المتون و الشروح مقدم علی مافی الفتاوی کما مر مراراً در مختار لان مسائل المتون ھی المنقولۃ عن ائمتنا الثلاثۃ او بعضھم الخ شامی جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ مصری۔

یعنی فتاویٰ سے متون اور شروح پہلے ہیں ان پر عمل کرنا مقدم ہے اس لیے کہ متون کے مسائل ہمارے تینوں ائمہ یعنی امام ابو حنیفۃ اور امام ابی یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کی گئی ہیں یا ان میں سے ایک سے نقل ہوتا ہے۔

قال فی الخیریۃ فالحاصل انہ مخالف لمافی المتون الموضوعۃ لنقل المذھب فلایجوز العمل و الفتوی بہ۔

صاحب خیر یہ نے فرمایا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ یہ متون کے مسئلہ کے مخالف ہے جو کہ نقل مذہب کے لیے بنائے گئے ہیں تو اس پر عمل اور فتویٰ دینا جائز نہیں۔ [2]

تو جب کہ نوادر کے علاوہ شروح اور فتاویٰ کا یہ حال ہے تو نوادر پر عمل اور فتویٰ دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

ان مافی المتون مقدم علی مافی الفتاوی شر نبلالیۃ۔

یعنی فتاویٰ شرنبلالیہ میں ہے کہ اختلاف کی صورت میں متون کا مسئلہ فتاووں سے مقدم ہے یعنی اس مسئلہ پر عمل ہو گا جو متون میں ہے:

قرۃ عیون الاخیار لسید محمد علاء الدین جلد ۲ صفحہ ۷۷ مصری۔

و لنا أن الآثار لما اختلفت فی فعل رسول اللہ ﷺ یتحاکم الی قولہ و ھو الحدیث المشھور ان النبی ﷺ قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن عند افتتاح الصلاۃ و فی العیدین و القنوت فی الوتر و ذکر اربعۃ فی کتاب المناسک و حین رأی بعض الصحابۃ رضوان اللہ علیھم یرفعون ایدیھم فی بعض أحوال الصلاۃ کرہ ذلک فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا و فی روایۃ قاروا فی الصلاۃ۔

امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ہمارے لیے دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے فعل کے بارے آثار مختلف ہوئے تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کے قول یعنی حکم کی طرف فیصلہ لینا ہے اور وہ مشہور حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات جگہوں کے علاوہ دوسرے مقامات میں رفع یدین مت کرو نماز شروع کرتے وقت اور عیدین میں اور وتر میں دعاء قنوت پڑھنے کے وقت اور تین کو کتاب المناسک یعنی حج میں ذکر کی اور جب آپ ﷺ نے بعض اصحاب کو دیکھا رضوان اللہ علیہم کہ نماز کے بعض حالات میں رفع یدین کرتے تھے تو اس کو ناپسند کیا تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش

[1] (شامی جلد ۳ صفحہ ۱۰۳ مصری)

[2] (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۴۷)

گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو اور ایک روایت میں ہے کہ نماز کی تعظیم کرو یعنی سکون سے ادا کرو۔[1]

ملاحظہ ہو صحیح مسلم باب نمبر ۱۲۵ حدیث صفحہ ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴ یہ احادیث ناسخ ہے رفع یدین کے لیے اور رفع انگلی قائم مقام رفع یدین ہے اس لیے نماز میں منسوخ ہے۔ اشارہ میں ہاتھ کی سب انگلیاں متحرک ہوتی ہیں اگر ایک انگلی بھی متحرک ہوئی تو ایسا ہے جیسا کہ ہاتھوں کا متحرک کرنا جیسا کہ پہلے گزرا ہے کہ انتفاء کل سے انتفاء جز لازم ہے کہ جب ہاتھ اٹھانا منع ہوا تو انگلی اٹھانا بھی منع ہوا اب اس کے بر عکس اگر نمازی نے ایک انگلی اٹھایا تو ایسا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھایا۔

الدر المنتقی فی شرح الملتقی میں ہے:

ان استعمال الجزء کالکل جلد ۴ فصل فی اللبس قبیل فصل فی النظر ۱۹۸ مجمع الانہر مکتبہ غفاریہ کوئٹہ۔

(۲) و انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔[2]

(۳) انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل فی نفس الامر ضرورتا لان ای الجزء کان متی زال لم یبق الکل من حیث ھو کل۔[3]

(۴) انتفاء الجزء یوجب انتفاء الکل۔[4]

(۵) بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب باب کون اللفظ قبل استعمال حقیقتاً او مجازاً۔[5]

(۶) الابھاج فی شرح المنھاج باب المسئلۃ الاولی متی یوجد المشروط۔

(۷) دستور العلماء جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۔

امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آپ نے ملاحظہ فرمایا: کہ اشارہ کی احادیث متعارضہ ہونے کی وجہ سے ہم نے فیصلہ احادیث قولی کو لے کر تحکیم کے لیے اور احادیث قولی نے بصراحت فیصلہ کر دیا کہ نماز میں ہاتھ مت اٹھاؤ اور نماز سکون سے ادا کرو۔

اور اس بات میں کوئی اختلاف معلوم نہیں وہ یہ کہ:

و اعلم أن کتب مسائل الاصول کتاب الکافی للحاکم الشھید و ھو کتاب معتمد فی نقل المذھب شرحہ جماعۃ من المشائخ منھم الامام شمس الائمۃ السرخسی و ھو المشھور مبسوط السرخسی قال العلامۃ الطرسوسی

---

[1] (مبسوط سرخسی جلد ۱ صفحہ ۱۴ دار المعرفۃ بیروت)

[2] (عنایہ شرح ھدایہ بر فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۸۸ مکتبہ نوریہ سکھر)

[3] (حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی باب المجاز جلد ۱ صفحہ ۴۱۸)

[4] (التحبیر شرح التحریر جلد ۱ صفحہ ۴۴۱)

[5] (جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

مبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفه ولا یرکن الا الیه و لا یفتی و لا یعول الا علیه اھ شامی جلد ۱ صفحه ۵۱، ۵۲ مصری۔

یہ بات کہ مسائل اصول کی کتابوں میں سے کتاب کافی ہے جو کہ حاکم شہید کی کتاب ہے اور مذہب کے نقل میں معتمد کتاب ہے مشائخ میں سے ایک جماعت نے اس کی شرح لکھ دی ہے ان میں سے ایک شمش الائمۃ سرخسی ہی ہیں۔ وہ مبسوط سرخسی سے مشہور ہیں علامہ طرسوسی نے فرمایا کہ مبسوط سرخسی کے مخالف پر عمل نہیں کیا سکتا اور میلان صرف اس کو کیا جاتا ہے نہ کہ اور کتاب کو اور فتویٰ نہیں دیا جاسکتا اور اعتماد نہیں جاسکتا مگر صرف اس پر۔

نتیجہ: ثابت ہوا کہ ظاہر الروایات میں احناف کا فیصلہ عدم اشارہ کرنا ہے اور نماز میں سکون یعنی عدحرکت اعضاء ہی مطلوب شرعاًاور مذہب حنفی ہی ہے۔ نوادراۃ میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عدم اشارہ لتوحید فی الصلاۃ ہے۔ نہ کہ اشارہ کرنا آیئے اور آپ کا فیصلہ سنئے۔

فرماتے ہیں:

قال ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ فی الرجل یسلم علیه و هو یصلی انه لا یرد علیه السلام فی صلاته و ما احب له ان یشیر (بیده) فان فی الصلاۃ شغلاً ص ۱۴۶۔

و قال اهل المدینة فی الرجل یسلم علی الرجل فی الصلاۃ لا یتکلم و یشیر بیده و قال محمد بن الحسن۔ ما احب له ان یزید فی صلاته شیئا لیس منها من اشارۃ و لا غیرها و لکن اذا قضی صلاته فلیرد علیه السلام فان من الخشوع فی الصلاۃ ترک الا اشارۃ کتاب الحجة علی اهل المدینة للامام الحافظ المجتهد الربانی ابی عبدالله بن الحسن الشیبانی رحمه الله تعالیٰ متوفی ۱۸۹ھ ص نمبر ۱۴۷۔۔۔۔

رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اشارہ سے جواب سلام نہ دیا مگر سلام کے بعد اپنا عذر یہ بیان کیا:

ان فی الصلاۃ لشغلا فترک ۔ ۲۴۸ جلد ۲ صفحه ۱۴۹ کتاب الحجة علی اهل المدینة للامام الحافظ المجتهد الربانی ابی عبدالله محمد بن الحسن الشیبانی علیه الرحمه متوفی ۱۸۹ ھ رتب اصوله و صححه و علق علیه العلامه المحقق المحدث الفقیه المفتی السید مهدی حسن الگیلانی القادری علیه الرحمه المفتی بدار العلوم دیوبند المتوفی ۱۳۹۶ ھ (شائع کردہ) دار المعارف النعمانیة الجامعة المدینة کریم پارک لاھور پاکستان۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا کہ اس نے سلام کیا اس شخص پر جو نماز میں تھا تو وہ اپنی نماز میں اس کے سلام کا جواب نہ دے گا اور میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں اس کے لیے کہ وہ ہاتھ سے اشارہ کرے اس لیے کہ نماز میں شغل ہے۔ اور اہل مدینہ یعنی مالکی صاحبان نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ نماز ادا کرتے ہوئے اس شخص کو سلام کرے کہ باتیں نہ کرے اور اس کو اپنے ہاتھ سے جواب سلام کے لیے اشارہ کرے۔

اور امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ نمازی کے لیے میں پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے نماز میں کوئی چیز زیادہ کرے جو نماز سے نہ ہو نہ اشارہ اور نہ کوئی اور عمل مگر جب نماز ادا کرے تو اس کو جواب سلام دے کیوں کہ نماز میں خشوع اشارہ نہ کرنا ہے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اشارہ سے جواب سلام نماز میں نہیں فرمایا مگر سلام کے بعد اپنا عذر یہ بیان کیا۔ تحقیق نماز میں البتہ شغل ہے تو چھوڑ دیا۔

اس سے اہل حدیث اور اہل الرائے کا اختلاف معلوم ہوا کہ کون اشارہ میں ہے جس کو صاحب خلاصہ نے حرام لکھا ہے اور مسند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن ابی وائل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انه قدم من ارض الحبشة سلم علی رسول اللہ علیه وسلم هو یصلی و لم ارد علیه السلام فلما انصرف رسول اللہ ﷺ قال ابن مسعود اعوذ باللہ من سخط نعمة اللہ قال النبی ﷺ و ما ذاک قال سملت علیک فلم ترد علی قال ان فی الصلوٰة لشغلاً قال فلم نرد السلام علی احد من یومئذ۔[1]

و قوله ان فی الصلوٰة لشغلاً رواه الشیخان و ابو داؤد و ابن ماجة عن ابن مسعود۔

کتاب الحجہ کے شارح نے یہ احادیث ذکر کی ہیں اور اس مفتی دیوبند نے توثیق کی مگر کوئی جواب نہیں لکھا۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ حماد سے اور حماد ابراہیم سے اور ابراہیم ابی وائل (شقیق) وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود حبشہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے حضور ﷺ نماز ادا فرمارہے تھے۔ آپ نے حضور علیہ السلام کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب سلام نہ دیا جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی نعمت کے غصہ سے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ استعاذے کا سبب کیا ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے ہم کو جواب نہ دیا تو رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً نماز میں ضرور شغل ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس روز سے ہم کسی کو سلام کا جواب نماز میں نہیں دیتے ہیں۔

حدیث مروی ابوہریرۃ بحوالہ ابو داؤد، اور ناسخ منسوخ ابن شاہین اور طحاوی اور مسند بزار اور سنن دار قطنی شرح کے ساتھ صفحہ ۶۵ و ۶۶ پر گزرا ہے جس میں ہے:

من اشار فی صلاته اشارة تفهم عنه فلیعد لها یعنی الصلوٰة۔

ابو داؤد اور مسند بزار میں یہ اضافہ ہے: او قد فسدت۔

[1] (مسند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۹۳ اصح المطابع کراچی)

کہ جب کوئی شخص نماز میں ایسا اشارہ کرے جو مقصد کو ظاہر کرتا ہے وہ نماز کا اعادہ کرے یا یقیناً نماز فاسد ہوئی۔

(۱) اہل ظواہر کے ہاں نماز کے دوران سلام اور دیگر امور کے لیے اشارہ جس سے مخاطب کو مقصد سمجھ آجائے یہ کلام کے حکم میں ہے اور مفسد نماز ہے۔

(۲) ائمہ اربعہ کے ہاں مفسد نماز تو نہیں ہے البتہ مکروہ ضرور ہے۔[1]

اس لیے اپنی نماز کو کراہت سے خالی کرنے کے لیے اور صاف بے غبار نماز کے لیے مناسب ہے کہ نماز کا اعادہ کریں اگرچہ سابقہ نماز فاسد نہیں ہوئی۔

اس طرح حضور علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ اور وہ مہمل نہ رہے گی کیوں کہ دلائل میں اصل چیز یہ ہے کہ عمل میں لائے جائیں نہ کہ مہمل و ترک کریں جب کے منسوخ نہ ہو۔ جیسا اشارہ مذہب حنفی کے آئمہ ثلاثہ سے ثابت ہوا کہ ان کے ہاں نہ کتب ظاہر الروایت میں اور نہ کتب نوادر میں نماز میں اشارے کا ثبوت ہے بلکہ ظاہر الروایت اور کتب نوادر سب میں مذہب احناف میں سکون اور وقار سے نماز پڑھنا ہے۔ اس لیے اعلم بالمذاہب خصوصاً مذہب حنفی علامہ ابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی نے شرح معانی الآثار میں تحریر کیا کہ جناب رسول مقبول ﷺ مسجد میں تشریف لائے آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا رکھے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے نماز میں بدخو گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھوں کو اٹھانے والے ہو نماز میں سکون اختیار کرو۔[2]

حاصل روایات:

جب نماز میں تسکین اطراف کا حکم ہے تو اشارے سے جواب سلام کرنا اس سے نکلنا ہے کیوں کہ اس میں ہاتھ بلند ہوتا ہے اور انگلیاں ہلتی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ یہ بھی اس روایت کے تحت داخل ہے۔ یہ قول ہمارے ائمہ ابو حنیفۃ، ابو یوسف، محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے ۳۰۹ جلد ا۔

مطلب:

مطلب یہ ہے کہ اگر نوادر میں ان سے اشارہ کا ثبوت ہوتا اور نوادر قابل عمل ہوتا تو یہ مفسر اور محدث عظیم ہرگز ہرگز ایسا فیصلہ اور حکم نہ دیتے اس کے علاوہ امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ اور مفسر عظیم مجتہد فی المذہب امام ابی الرازی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ شرح مختصر الطحاوی فتاوی فی الفقہ الحنفی میں تحریر فرما ہیں جو کہ معتمد متن ہے۔ (فتویٰ امام طحاوی)

[1] (شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۳۰۶)

[2] (تخریج مسلم فی الصلوٰۃ نمبر ۱۱۹)

قال ابو جعفر: (ویستقبل باصابع رجلہ الیمنی القبلۃ، کما یفعل فی السجود، ثم یبسط کفیہ علی رکبتیہ وینشر أصابعہ، ولا یشیر بشئی منھا) و ذالک لما فی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما جلس افترش رجلہ الیسریٰ، ووضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ ویدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی۔ (بغیر کسی اضافہ کے)

علامہ جصاص کا فتویٰ:

وینشر أصابعہ کما ینشرھا فی السجود والرکوع ولا یشیر بشئی منھا، لقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کفوا ایدیکم فی الصلاۃ، واسکنوا فی الصلاۃ جلد نمبر ۱ صفحہ ۶۲۸ وصفحہ ۶۲۹

مولوی محمد روشن خاک پائی علماء اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا بھی یہی حکم ہے ملاحظہ سورۃ النساء آیت نمبر ۷۷ کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ جو کہ خبر احاد پر منسوخ نہیں کیا جاسکتا جلد ۱ صفحہ نمبر ۴۲ پر اس کے متعلق کچھ بیان گزرا ہے۔

ترجمہ: (امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ) ابو جعفر نے کہا کہ دائیں پاؤں کی انگلیاں رو بہ قبلہ کریں جیسا کہ سجدہ میں کیا جاتا ہے پھر دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر انگلیوں کو بکھیرے ہوئے رکھ دیں اور ان میں کسی پر اشارہ نہ کریں۔ یہ اس وجہ سے کہ حدیث وائل بن حجر میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو پھیلاتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر رکھتے۔ اس کی شرح میں علامہ جصاص (مجتہد اور مفسر) نے فرمایا: اور اپنی انگلیوں کو ایسے پھیلائیں جیسے سجدہ میں پھیلاتے ہیں اور رکوع میں اور ان میں سے کسی چیز سے اشارہ نہ کریں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ارشاد سے کہ اپنے ہاتھوں کو روک دو بند کرو اور مت ہلاؤ نماز میں اور نماز میں سکون کرو۔

اللہ تعالیٰ کا بھی سورۃ النساء میں یہی امر ہے کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو۔

بدائع الصنائع میں ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: کان اعلم الناس بمذاھب ابی حنیفۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۳ اور حالات مصنفین درسِ نظامی میں ہے: اعلم الناس بمذھب ابی حنیفۃ صفحہ ۱۳۳ اور علامہ عبدالحیٔ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوائد بھیۃ میں لکھا ہے: لہ تصانیف جلیلۃ معتبرۃ فمنھا ـــ المختصر صفحہ ۳۲ (اس طرح علامہ عبدالحیٔ نے مقدمہ عمدۃ الرائے میں اس کو متن معتبر مانا ہے) عن ابن عبدالبر انہ قال کان الطحاوی کوفی المذھب عالماً بجمیع مذاھب العلماء انتھی بھیۃ صفحہ ۳۴۔

یعنی امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ سلف کے مذاہب پر سب سے زیادہ عالم تھے۔ اور مذہب امام ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ کی بڑی معتبر تصانیف ہیں ان میں سے مختصر ہے۔ اور ابن عبدالبر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ طحاوی حنفی مذہب والے تھے سب علماء کے مذاہب پر عالم تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

نتیجہ:

امام طحاوی اور جصاص رحمہا اللہ تعالیٰ کی شہادت سے ثابت ہوا کہ مذہب حنفی میں اشارہ تشہد میں بالکل نہیں نہ ظاہر الروایات میں اور نہ نوادر میں بلکہ بعض غیر حنفی العقیدہ نے مذہب حنفی کو بدنام کرنے اور علماء حنفی کو غیر معتبر کرنے کے لیے یہ جراثیم فقہ حنفی میں ڈال دیا ہے کہ علماء احناف کو بدنام کریں کہ ایسے فقہاء ہیں کہ ایک جگہ ایک بات دوسرے جگہ دوسری بات کرتے ہیں اس لیے ان کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں جیسے حلوانیؒ وغیرہ نے احناف کو کئی آراء پر منقسم کیا۔ اگر ہم گزرے ہوئے اختلاف کہ کوئی کہتا ہے بیٹھنے ہی سے انگلی اٹھائے اور کوئی کہتا ہے ان لا الہ کے لام پر اٹھائے کوئی کہتا ہے **الا اللہ** کے الف پر اٹھائے کہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ سے اس کے بارے میں کوئی قول منقول نہیں اس لیے ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پر بات کی ہے۔ جب کہ محمود بن صدرالشریعۃ نے وقایۃ الروایات میں اصل مذہب حنفی ان الفاظ میں بیان کی: **واضعایدیہ علی فخذیہ موجھا اصابعہ نحو القبلۃ مبسوطۃ** (اس میں تین آیات اور پانچ امر الٰہی پر عمل کرنا ہے سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴ دو دفعہ اور آیت ۱۴۹ اور ۱۵۰ میں دوامر اور باقی آیات کریمہ گزرے ہوئے صفحات میں ملاحظہ ہوں)۔

تو صاحب شرح وقایہ عبید اللہ بن مسعود نے شرح وقایہ میں لکھا:

و فیہ خلاف الشافعی فان عندہ یعقد الخنصر و البنصر و یحلق الوسطی و الا بھام ویشیر بالسبابۃ عندالتلفظ بالشھادتین و مثل ھذا جاءعن علمائنا ایضاً۔

کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر انگلی روبہ قبلہ کھلے رکھیں۔ اور اس میں شوافع نے خلاف کیا کیوں کہ ان کے ہاں خنصرہ اور بنصرہ کو بند کرکے درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بناکر سجدہ پر شہادتیں کہنے کے وقت اشارہ کریں۔ یہ فقرہ کتاب الام میں نہیں ہے اس کو بار بار ملاحظہ کریں اشارہ کریں اور اس جیسے ہمارے مذہب کے علماء سے بھی منقول ہے۔[1]

افسوس صد افسوس ان علماء احناف پر کہ انہوں نے تحقیقی اور ثابت بقرآن وحدیث محقق مذہب چھوڑ کر شوافع کے تابع ہوئے۔

[1] (شرح وقایہ، صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰ مجتبائی دھلی)

آیئے اس میں شوافع کا حال بھی ملاحظہ کریں۔ کتاب الام طبع دارالحدیث القاہرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۸۴ پر ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار المرادی نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

و اذا اراد الجلسوس فی مثنی جلس علی رجله الیسری مثنیة یماس ظهرها الارض و نصب رجله الیمنی ثانیا اطراف أصابعها و بسط یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ و قبض اصابع یده الیمنی علی فخذه الیمنی الا المسبحة و الابهام و اشار بالمسبحة انتهی۔

ترجمہ: کہ جب دو رکعت پر نمازی بیٹھنے کا ارادہ کرے تو بائیں پاؤں پر بیٹھ کر اس کو دوہرا کرے کہ پیٹھ زمین سے لگی ہوئی ہو۔ اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا کرے کہ انگلیوں کے اطراف دوہرے کئے ہوں اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر پھیلائے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو مسبحہ اور انگوٹھے کے علاوہ بند کرے اور پھر اشارہ کرے۔

ابوالعباس محمد بن یعقوب نیسابوری نے ربیع بن سلیمان سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول بیان کیا نہ اس میں اشارہ کے لیے مسبحہ اٹھانے کا کوئی مخصوص وقت کا ذکر ہے اور نہ اشارہ کا تعین کہ یہ اشارہ کس مقصد کے لیے ہے۔ اور نہ بیان اس میں ہے کہ مسبحہ اٹھانے کے بعد کس وقت رکھ دے۔

یہی وجہ ہے کہ شوافع حضرات بھی ہر ایک اپنے اپنے صواب دید کا بیان کرتے ہیں ملاحظہ ہو تحفۃ الحبیب شرح الخطیب:

حاشیه البجیرمی علی الخطیب خاتمة المحققین الشیخ سلیمان البجیرمی جلد ۲ صفحه ۶۴ اور الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع لشیخ محمد الشربینی الخطیب الموجود بالهامش شرکة مکتبة بمصر۔

اور بیٹھ کر اس کو دوہرا کرے کہ اس کا پیٹ زمین کو لگے ہوئے ہو اور دائیں پاؤں کو ایسے کھڑا کرے کہ اپنی انگلیوں کے اطراف دوہرے کئے ہوں۔ اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر پھیلائے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو مسبحہ اور انگوٹھے کے علاوہ بند کرے اور مسبحہ پر اشارہ کرے۔ ابوالعباس محمد بن یعقوب نیسابوری نے ربیع بن سلیمان سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول بیان کیا کہ اس میں مسبحہ کو اشارہ کے لیے اٹھانے کا کوئی مخصوص وقت کا بیان موجود نہیں اور نہ اس اشارہ کا تعین منقول ہے۔ یہ اشارہ کس وقت اور کس کے لیے کرے اور انگلی کو کب اٹھائے اور کس وقت رکھ دے اس لیے شوافع میں بھی ہر ایک اپنے اپنے صواب دید کا بیان کرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو: **تحفة الحبیب شرح الخطیب: حاشیه البجیرمی علی الخطیب لخاتمة المحققین الشیخ سلیمان البجیرمی جلد ۲ صفحه ۶۴** اور **الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع لشیخ محمد الشربینی الخطیب الموجود بالهامش شرکه مکتبة بمصر۔**

الثانیةعشرة (وضع) رؤوس اصابع (الفخذین فی الجلوس) بین السجدتین ناشر اأصابعه مضمومة للقبلة کما فی السجود و فی التشهد الاول و فی الآخیر (یبسط) یده (الیسریٰ) مع ضم أصابعها فی تشهده الی جهة القبلة بأن یفرج بینها لتتوجه کلها الی القبلة (و یقبض) أصابع یده (الیمنی) کلها (الا المسبحة) و هی بکسر الباء التی بین الابهام و الوسطی (فانه) یرسلها و (یشیر بها) ای یرفعها مع امالتها قلیلا حال کونه (متشهدا) عند قوله الا الله للاتباع و یدیم رفعها و یقصد من ابتدائه بهمزة الا الله أن المعبود واحد فیجمع فی توحیده بین اعتقاده و قوله و فعله و لا یحرکها للاتباع فلو حرکها کره و لم تبطل صلاته و الافضل قبض الابهام بجنبها بأن یضمها تحتها علی طرف راحته للاتباع فلو ارسلها معها أو قبضها فوق الوسطی او حلق بینهما او وضع الملةالوسطی بین عقدتی الابهام أتی بالسنة لکن ماذکر أفضل انتهی عبارة الاقناع قوله رؤوس اصابع الخ لا حاجة لا خراج المتن عن ظاهره فان المتن یفید وضع الیدین نفسها ـــــ ان المطلوب وضع الیدین علی فخذین بحیث تسامت رؤوسهما أطراف الرکبتین فتأمل: (قوله فی الجلوس بین السجدتین) مثله جلسة الاستراحة و الجلوس للتشهدین لکن کیفیة الوضع مختلفة ففی الاولین الیدین مبسوطتان و فی الأخیرین بینها المنن بقوله یبسطالیسری و یقبض الیمنی و لا یضر ادامة وضعهما علی الارض الی السجدة الثانیة اتفاقا خلافا لمن و هم فیه اه ابن حجر أی فقال ان ادامتهما علی الارض تبطل الصلاة اه عش علی مر۔

(قوله مضمومة للقبلة) انظر هذا مع ماتقدم فی الرکوع من انه یفرق فتنزل الرحمة علی بدنه فلم یطلب التفریق هنا قیاسا علیه و لذلک قیل به هنا فلیحرر الا أن یقال ان قوله ناشرا أصابعه مضمومة و قوله مع اصابعها ای مع تفریق یسیر بحیث تکون متوجهة للقبلة و لا یضر انعطاف رؤ و سها علی الرکبتین سم فی شرحه (قوله فی تشهده) شمل الاول و الآخر و هو کذلک و القبض یکون بعد وضع الید منشورة لا معه و لا قبله علی المعتمد کما قاله سلطان و قیل مع الوضع اه ـ ق ل و یدل له قوله المنهج و یضع یمناه قابضا أصابعها و الاصل فی الحال المقارنة (قوله الا المسبحة) سمیت بذلک لا نه یشار بها الی التوحید و تسمی السبابة لا نه یشار بها عند السب ق ل و لو تعددت المسبحة فالعبرة بالا صلیة فلو کانتا أصلیتین فالعبرة بما جاور الا بهام فلو قطعت هل تقوم الأخری مقامها أو لا محل نظر و الظاهر أنها تقوم مقامها و لا یشیر بالسبابة الیسری و ان فقدت الیمنی و لو عجز عن التشهد و قعد بقدره سن حقه ان یرفع مسبحته کما ان من عجز عن القنوت سن فی حقه أن یقف بقدره و أن یرفع یدیه زی و فی م ر و لو قطعت یمناه أو سبابتها کرهت اشارته بیسراه لفوات سنة بسطها لأن فیه ترک سنة فی محلها لا جل سنة فی غیر محلها کمن ترک الرمل فی الاشواط الثلاثة و یأتی فی الأخیرة ـ اه ـ

(قوله و یدیم رفعها) ای الی القیام او السلام ـ فان قلت المعنی الذی رفعت لا جله قد انقضی فکیف بقی رفعها ـ قلت لا نسلم انقضاءه لأن الأواخر و الغایات هی التی علیها المدار فمن ثم طلب منه ادامة استحضاری ذلک التوحید و الاخلاص فیه حتی یقارن آخر صلاته لتکون خاتمتها علی أتم الاحوال و اکملها ـ و الحکمة فی اختصاص المسبحة

بذلک أن لھا اتصالاً بنیاط القلب أی عرقه فکانھا سبب لحضوره و اما الوسطی فقیل ان لھا اتصالا بنیاط الذکر فلذاتابی النفوس الزکیة الاشارة بھا۔

(قوله و لا یحرکھا) فان قلت قد ورد التحریک أیضافی احادیث فلم قدم النافی، قلت انما قدم النافی ھنا علی المثبت عکس القاعدة لما قام عندھم فی ذلک و ھو أن المطلوب فی الصلاة عدم الحرکة فقد قیل انه اذا حرک عامداعالما بطلب صلاته فیکره التحریک عندنا خلافا للمالکیة و عبارة سم و لایحرکھا عند رفعھا للاتباع رواه ابو داؤد بل یکره تحریکھا و لا تبطل به الصلاة و قیل یحرم و تبطل به و قیل یسن للاتباع رواه البیھقی و صححه قال و یحتمل أن یکون المراد بتحریکھا فی خبره رفعھا لا تکرر تحریکھا اه و یؤیده أن فیه جمعا بین الخبرین و أن عدم التحریک أنسب بالصلاة المطلوب فیھا سکون الاعضاء و الخشوع الذی قدیذھبه او یضعفه التحریک۔ و اعلم ان کون رفع مسبحة الیمنی خاصا بھذا المحل تعبدی فلا یقاس به غیره فما یفعل بعد الوضوء و عند رؤیة الجنازة لا اصل له قرره شیخنا عن فتاوی ابن حجر اه رحمانی (قوله فلو حرکھا) و لو ثلاثا لأ نھا لیست عضو او لأ نه فعل خفیف و الکلام فی مالم یحرک الکف و الا بطلت بثلاثة افعال متوالیة عامدا عالما کتحریک الزند المقطوع الکف سم رحمانی۔ و الحاصل أن فی تحریکھا ثلاثة اقوال قول بالکراھة و قولان آخران أحدھما بالحرمة و تبطل به الصلاة و الآخر بالندب (قوله و لم تبطل صلاته) صرح به للرد علی من یقول بالبطلان کما علمت ع ش (قوله أو حلق بینھما) ای أوقع التحلیق بینھما أی بین الوسطی و الابھام أی جعلھما حلقة فالظاھر أن بین زائدة لانه لا یظھر ھا معنی اه شیخنا (قوله لکن ماذکر) ای او لا و ھو قوله و الافضل الخ۔[1]

اور علامہ ابن حجر المکی الھیتمی اپنے فتاوی: الفتاویٰ الکبری الفقھیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

(وسئل) نفع اللہ به عما لو رفع المسبحة فی التشھد عند الا اللہ فھل یستحب رفعھا الی تمام الصلاة او لا و قد نقل الشیخ زکریا فی شرح الروض المقدسی انه اذا رفع المسبحة فی التشھد عند الا اللہ یقیمھا و لا یضعھا و قال الجرجری فی شرح الارشاد انه یعیدھا الی ما کانت علیه و لیس فی المسئلة تصریح فھل الاولی بالعمل قول نصر المقدسی او لا؟ (فأجاب) بقوله المعتمد ما قاله الشیخ نصر علیہ الرحمۃ و عبارة شرح العباب قال الشیخ نصر المقدسی فی کافیة انه یقیمھا و لا یضعھا و لایحرکھا اه و ھو ظاھر فی بقائھا مرفوعة الی السلام و قول جمع متأخرین لم نر فیه نقلا و الظاھر انه یعیدھا بحث مخالف للمنقول کما علمت و ان تبعھم المصنف بقوله و فیه نظر انتھت جلد ۱ صفحه ۱۴۲ مکتبه دار الباز مکة المکرمة۔

بارھواں صفحہ نمبر ۱۳۵ (رکھنا) انگلیوں کے سروں کو دونوں سجدوں کے درمیان (بیٹھنے میں رانوں پر ہوں) سجدہ اور تشہد اول اور ثانی یعنی پہلے قعدہ اور دوسرے میں انگلیوں کو پھیلائے ہوئے قبلہ کی طرف کئے ہوئے ہوں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو تشہد میں قبلہ کی طرف پھیلاتے ہوئے رکھ دیں۔ اس طرح کہ انگلیوں کو مکمل ضم کئے ہوئے نہ ہونا کہ سارے انگلیاں بہ طرف

[1] (حاشیہ بجیرمی تحفة الحبیب جلد ۲ صفحه ۶۴ و صفحه ۶۵ مطبوعه بمصر ۱۹۵۱ م ۱۳۷۰ھ)

قبلہ ہو جائیں اور دائیں ہاتھ کی مسبحہ کے علاوہ ساری انگلیاں بند کریں (قبض کریں) جو کہ انگوٹھے اور درمیان انگلی کے درمیان میں ہے تو اس کو کھلا رکھیں اور اس پر اشارہ کرتے رہیں یعنی تھوڑا سا مائل کرتے ہوئے اس کو الا اللہ کہنے کے وقت اٹھائیں اس حالت میں کہ تشہد پڑھ رہے ہوں تابعداری کرنے کے لیے اور اس کو اٹھا ہوا دائم کریں۔ الا اللہ کے ہمزہ کہنے کے وقت سے اس کی ابتداء کرے کہ معبود ایک ہی ہے اپنے عقیدہ اور قول اور فعل کو جمع کرتے ہوئے اور تابعداری کرنے کی وجہ سے اس کو ہلاتے نہیں اور اگر ہلایا تو مکروہ ہے۔ اور اس کی نماز باطل نہیں ہوئی۔ اور بہتر یہ ہے کہ انگوٹھے کو درمیانی انگلی کی جانب پر بند کردیں تابعداری کے لیے۔ تو اگر اس کو اس کے ساتھ پھیلایا اور درمیانی کے ساتھ بند کردیا اور دونوں سے حلقہ بنایا اور یا درمیانی انگلی کے پور کو رکھ دیا انگوٹھے عقد تین کے درمیان تو سنت کو ادا کیا مگر جو پہلے ذکر کیا وہ بہتر ہے۔ (اقناع کی عبارت یہاں پر ختم ہوئی) (اس کا یہ قول کہ انگلیوں کے سرے الخ) متن کو ظاہر سے خارج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ متن دونوں ہاتھوں کو خود رکھنے پر مقید کرتا ہے۔۔۔۔ یقیناً رانوں پر ہاتھوں کو اس طرح رکھنا مطلوب ہے کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں کی طرف متوجہ ہوں تو فکر کرو (اس کا یہ قول دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں ہے) اس کی مثال جلسہ استراحت اور دونوں تشہد کے لیے بیٹھنا ہے مگر رکھنے کا طریقہ مختلف ہے تو پہلے دونوں میں دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور دونوں قعدوں میں آخر میں ان کا درمیان ہو گا المنن یعنی مقصود اس کا اس قول سے کہ بائیں کو پھیلائے اور دائیں کو بند کرے اس کو زمین پر دائم رکھنے میں کوئی حرج نہیں کہ دوسرے سجدہ تک رکھے رہیں اتفاقاً جنہوں نے اس میں وھم کیا ہے ان کے خلاف۔ اھ۔

ابن حجر نے فرمایا کہ اس کو زمین پر دائم رکھنا نماز کو باطل کرتا ہے اھ۔ ع ش علی م ر۔

(اس کا یہ قول کہ قبلہ کو ضم کئے ہوئے) پہلے گزرا کہ انگلیوں کو رکوع میں منتشر کریں تو اس کے بدن پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے یہ اس کے ساتھ ملاحظہ کریں۔ تو یہاں تفریق کو طلب نہیں کیا اس پر قیاس کرتے ہوئے اس لیے اس پر یہاں قول کیا تو اس کو تحریر کریں مگر کہا جائے کہ آپ کا یہ قول کہ اپنی انگلیوں کو پھیلائے ہوئے ضم کئے ہوئے اور اس کا یہ قول کہ اپنے انگلیوں کے ساتھ یعنی تھوڑے، کم تفریق کے ساتھ اس طور کہ قبلہ کو متوجہ ہو اور اس کے سرے گھٹنوں پر پڑنا کوئی نقصان نہیں کرتا۔ سم فی شرحہ (اس کا یہ کہنا کہ اپنے تشہد میں) پہلے اور آخری قعدہ دونوں کو شامل ہے اور وہ اس طرح ہے۔ اور قبض اصابع ہاتھ کی انگلیوں پھیلائے ہوئے رکھنے کے بعد ہے نہ ان کے ساتھ اور اس سے پہلے بنا بہ قول معتمد علیہ جیسا کہ اس کو سلطان نے کہا ہے۔ اور کہا گیا ہے یہ رکھنے کے ساتھ ہی ہے۔ اھ۔ ق ل اور اس کے لیے منع کا قول دلالت کرتا رہتا ہے۔ اپنا دایاں ہاتھ انگلی بند کرتے ہوئے رکھ دے اور اصل حال مقارنہ میں ہے (اس کا یہ قول کہ بغیر مسبحہ کے) اس کو مسبحہ اس لیے کہا گیا کہ اس پر توحید کے لیے اشارہ کیا جاتا ہے اور سبابہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ گالیوں کے وقت اس پر اشارہ کیا جاتا ہے ق ل اور

اگر مسبحہ متعدد ہوں تو اعتبار اصلی مسبحہ کا ہے وہ معتبر ہے اور دونوں مسبحہ اصلی ہوں تو وہ مسبحہ معتبر ہے جو کہ انگوٹھے کے ساتھ ہے۔ اور اگر مسبحہ کٹا ہوا ہو تو آیا دوسری انگلی اس کی قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں نظر محل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے مگر بائیں ہاتھ کے مسبحہ سے اشارہ نہ کرے اگر چہ دایاں ہاتھ نہ ہو اور اگر تشہد پڑھنے سے عاجز ہو اور اس کی مقدار بیٹھ گیا تو اس کے بارے میں مسبحہ اٹھانا سنت ہے۔ جیسا کہ دعاء قنوت سے عاجز کے لیے اس کی مقدار کھڑا ہونا سنت ہے کہ اس کی مقدار قیام کرے گا یہ اس کے بارے میں سنت ہے اور اپنے ہاتھ کو اٹھائے۔ اور م ر میں ہے۔ اگر اس کا دایاں ہاتھ قطع کیا گیا ہو یا اس کی مسبحہ انگلی تو بائیں پر اشارہ کرنا مکروہ ہے کراہت کی وجہ اس کی سنت کا فوت ہونا ہے۔ اس لیے کہ اس میں اپنے محل میں سنت ترک کرتا ہے برائے غیر محل میں سنت ادا کرنے کے لیے۔ جیسا کہ حاجی پہلے تین چکروں میں رمل چھوڑ کر آخری چکروں رمل کریں اھ۔ (اس کا یہ قول کہ اس کا اٹھانا دائم رکھے) یعنی قیام یا سلام پھیرنے تک اگر کہے کہ جس مقصد کے لیے انگلی اٹھائی گئی تھی وہ یقینا گزرا تو اس کا اٹھانا کس طرح باقی رہا۔ میں جواباً کہتا ہوں کہ میں اس کا ختم ہونا نہیں مانتا کیوں کہ اواخر اور غایات پر دارو مدار ہی ہے اس وجہ سے اس سے اس کا حاضر رہنا مطلوب ہوا کہ وہ توحید اور اخلاص اس میں باقی ہو یہاں تک کہ اس کی نماز کے آخر کے ساتھ متصل رہے کہ اس کا خاتمہ مکمل حالات پر ہو جائے۔ اور مسبحہ کو اشارہ کے لیے مختص ہونے کی حکمت یہ ہے کہ دل کارگوں کے ساتھ اس کا متصل ہونا ہے تو گویا کہ یہ اس کے حضور کا سبب ہے۔ اور درمیانی انگلی جو ہے تو کہا گیا ہے کہ اس کا ذکر کے رگوں کے ساتھ متصل ہونا ہے اس لیے پاک نفوس اس پر اشارہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ (اس کا یہ کہنا کہ اس کو متحرک نہ رکھیں) تو اگر آپ کہیں کہ اس کو متحرک رکھنا بھی حدیث شریف میں آیا ہے) تو کس وجہ سے آپ نے منفی حدیث کو مثبت سے مقدم کیا اور مثبت پر عمل نہیں کیا اور قاعدہ کو نہیں مانا۔ میں جواباً کہتا ہوں کہ خلاف قاعدہ حدیث نافی کو اس وجہ سے مقدم کر کے معمول کیا گیا اور مثبت پر عمل نہیں کیا گیا کہ ان کے ہاں ثابت ہوا تھا اس بارے میں کہ نماز میں مطلوب عدم حرکت ہے تو یقینا کہا گیا ہے کہ جب اس کو قصداً اس کے باوجود کہ اپنے نماز مطلب سے عالم تھا تو ہلانا مکروہ ہے ہمارے مذہب میں اور مالکیہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور سم کی عبارت میں ہے کہ اٹھانے کے وقت اس کو تحریک نہ دے تابعداری کرنے کے لیے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے بلکہ اس کی تحریک مکروہ ہے اور اس پر نماز باطل نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تحریک حرام ہے اور اس پر نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعداری کی وجہ سے سنت ہے اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے فرمایا کہ احتمال یہ ہے کہ تحریک سے مراد اس کی خبر میں انگلی اٹھانا ہے نہ کہ تکرار تحریک اھ۔ اس کی تائید کرتے ہیں کہ اس میں دونوں احادیث کو جمع کرنا ہے یہ اس کی تائید کرتا ہے۔ نماز میں اعضاء کا سکون اور خشوع مطلوب ہونے کے وجہ عدم تحریک نماز کے ساتھ زیادہ مناسب ہے جس کی تحریک یقیناً ختم کرتا ہے یا کمزور کرتا ہے۔

اور یہ بات جان لو کہ انگشت مسبحہ اٹھانا اس جگہ کے ساتھ خاص ہے اس پر اس کے علاوہ قیاس نہیں کیا جا سکتا تو جو وضو کے بعد یا جنازہ دیکھنے کے وقت کرتا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کو ہمارے شیخ نے حضرت ابن حجر کے فتاویٰ سے ثابت کیا ہے اھ۔ رحمانی (اس کا یہ قول کہ اگر اس کو گھمایا) اگر چہ تین بار ہو اس لیے کہ یہ اندام نہیں اور اس لیے کہ خفیف فعل ہے اور بات اس میں ہے کہ ہتھیلی کو حرکت نہ دی ہو ورنہ تین دفعہ مسلسل قصداً علم کے باوجود تحریک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ جیسے ہاتھ کے گٹے کو ہتھیلی کی انگلیوں سمیت قطع ہوئے ہلالے۔ سم رحمانی:

حاصل کلام یہ ہے کہ انگلی ہلانے میں تین اقوال ہیں ایک قول کراہت کے ساتھ ہے اور دو قول اور ہیں ان میں سے ایک حرمت کے ساتھ جس سے نماز بھی باطل ہو جاتی ہے اور تیسرا قول ندب کے ساتھ ہے۔ (حسب قاعدہ ترجیح حرمت کے لیے ہے) (اسکا یہ قول یا ان دونوں سے حلقہ بنائیں) یعنی ان دونوں کے درمیان میں حلقہ واقع ہو جائے یعنی درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان یعنی ان دونوں کو حلقہ کریں تو ظاہر یہ ہے کہ لفظ زائد ہے اس لیے کہ اس کا کوئی معنی ظاہر نہیں ہوتا، اھ۔

شیخنا (اس کا یہ قول لیکن جو ذکر ہوا) یعنی پہلے اور اس کا یہ قول کہ الافضل الخ حاشیہ بجیرمی تحفۃ الحبیب جلد ۲ صفحہ ۶۴ و ۶۵ مطبوعہ مصر: ۱۹۵۰ء م ۱۳۷۰ھ اور علامہ ابن حجر المکی الہیتمی اپنے فتاوی الفتاویٰ الکبریٰ الفقھیہ میں تحریر فرماہیں (اور سوال کیا گیا) اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے فائدہ عطا فرمائے اس سے کہ اگر تشہد میں الا اللہ کہنے کے وقت مسبحہ اٹھایا جائے تو آیا یہ اٹھانا نماز کے اختتام تک مستحب ہو گا؟ یا نہیں اور یقیناً شیخ زکریا سے منقول ہے کہ آپ نے شرح روض المقدسی میں ذکر کیا ہے کہ جب تشہد میں الا اللہ کہنے کے وقت مسبحہ اٹھایا تو اٹھایا ہوا رہنے دے اور نیچے نہ رکھے۔ اور جرجری نے شرح ارشاد میں فرمایا کہ اس حالت کو واپس کرے جس پر تھا اور مسئلہ میں تصریح موجود نہیں کہ عمل کے لیے مقدسی کا قول بہتر ہے یا نہیں (تو جواب دیا) اپنے اس قول سے کہ نصر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول معتمد علیہ ہے اور شرح عباب کی عبارت اس طرح ہے کہ شیخ نصر مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کافیہ میں فرمایا کہ یہ اس کو کھڑا ہوا رہنے دے اور نیچے نہ رکھے اور اسکو حرکت نہ دے یعنی نہ کرے، اھ۔

اور یہ سلام تک اٹھا ہوا باقی رہنا ظاہر ہے اور یہ متاخرین میں سے ایک جماعت کا قول ہے ہم نے اس بارے میں نقل نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ اس کو واپس کرے یہ منقول سے مخالف بحث ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا۔ اگر چہ مصنف اس کے پیچھے اپنے اس بات پر درپے ہوا۔ اور اس میں نظر ہے انتہت جلد ۱ صفحہ ۱۴۶ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ (تا صفحہ ۱۲۹ کے آخر تک)

کتاب الام کا 59 پر عبارت بار بار ملاحظہ کریں محدث ابو العباس محمد بن یعقوب النیسابوری متوفی سن ۳۴۶ھ نے فرمایا اخبرنا الربیع بن سلیمان المتوفی سن ۲۷۰ھ نے فرمایا **اخبرنا الشافعی** علیہ الرحمۃ: کتاب الام دارالحدیث قاھرہ ص ۳۸۴ پر امام شافعی رحمہ

اللہ تعالیٰ کا قول منقولہ میں ہے وقبض اصابع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی الا المسبحۃ والابہام و اشار بالمسبحۃ (مجھے یہ پسند ہے) کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بغیر مسبحہ اور انگوٹھے بند کرے اور مسبحہ پر اشارہ کرے۔ موجودہ عبارت میں نہ انگلی کا اٹھانا مذکور ہے اور نہ اٹھانے کا مقام کا ذکر ہے اور نہ یہ کہ اٹھانا جاری رکھیں یا نہ رکھیں اور نہ یہ تصریح ہے کہ یہ اشارہ کسی کے سلام کے جواب کے لیے کرے نہ کہ یہ اشارہ وحدانیت کے لیے ہے اور نہ یہ کہ یہ دعاء تضرع والا اشارہ ہے جو کہ پہلے نماز کی آخری دعا کے وقت ہوتا تھا پھر نماز میں منسوخ ہوا اور نماز کے بغیر اب بھی وہ ایک مسنون طریقہ ہے اور دعا میں نماز کے آخر میں یہ رفع امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جامع جلد ۲ میں ذکر کیا ہے تو جب یہ احتمال ہے کہ امام شافعیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد دعاء تضرع کے لیے اشارہ کرنا ہے تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب یہ احتمال موجود ہے اس لیے اس پر اشارہ توحید کے لیے استدلال باطل ہوا۔

باقی آپ کو خطیب، شرح خطیب اور حاشیہ خطیب اور فتاویٰ کبریٰ ابن حجر سے معلوم ہو گیا کہ جس طرح احناف قائل اشارہ کی آراء مختلف ہیں اس طرح شوافع بھی دونوں فریق کا قول پانچ بار اس حکم خداوندی کہ پھر اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیجئے اور اپنے چہروں کو اس کی طرف کیا کرو۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۴۴ و آیت نمبر ۱۴۹ اور آیت نمبر ۱۵۰ ملاحظہ ہو اس طرح آیت نمبر ۲۳۸ بقرۃ اور سورۃ النساء آیت نمبر ۷۷ اور سورۃ المؤمنون آیت نمبر ا و ۲ جس کی مختصر تحقیق گزری ہے اور اس طرح احادیث قولی جس میں اسکنوا اور خشوع کے بارے میں کتب احادیث سے مذکور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشارہ برائے توحید کے لیے کوئی دلیل قرآن اور حدیث میں واضح طور پر مذکور نہیں جس سے مذکورہ آیات اور احادیث قولی منسوخ ہو مثبتین اشارہ برائے توحید احناف اور شوافع کی آراء مختلف ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔

قیاس دو قسم پر ہے ایک یہ کہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ یا اجماع امت سے مستنبط ہو یعنی مثبت دلائل یہ تین دلائل ہیں اور قیاس مظہر ہے مگر مثبت نہیں۔ کما فی کتب فقہ و اصول فقہ۔

دوسرا وہ قیاس جو ان اصولوں سے مستنبط نہ ہو یا اس کے مقابل ہو وہ حجت شرعی نہیں اس کے لیے ملاحظہ سنن ابن ماجہ جلد ا صفحہ ۶ مطبع نور محمد کراچی باب اجتناب الرای والقیاس اور اس کا شرح انجاح الحاجۃ شیخ عبد الغنی المجددی الدہلوی المدنی المتوفی ۱۲۹۵ھ۔

ارشاد ربانی ہے: (وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ) پارہ نمبر ۱۸ سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۷۱ معارف القرآن میں خلاصہ و تفسیر ہے اور (بغرض محال) اگر (ایسا امر واقع ہو جاتا) اور دین حق اُن کے خیالات کے تابع اور موافق ہو جاتا تو (تمام عالم میں کفر و شرک پھیل جاتا اور اس کا اثر یہ

ہوتا کہ حق تعالیٰ کا غضب تمام عالم پر متوجہ ہو جاتا اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ) تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں سب تباہ ہو جاتے۔ بلکہ (اس سے بڑھ کر دوسرا عیب اور بھی ہے کہ حق کا اتباع جو انہیں کے نفع کا سامان ہے اُس سے دور بھاگتے ہیں بس) ہم نے اُن کے پاس اُن کی نصیحت (اور نفع) کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔ معارف القرآن جلد ٦ صفحہ نمبر ٣٢٠ و ٣٢١ خاتمۃ المحققین و عمدۃ الائمۃ المدققین الشیخ سلیمان البجیرمی نے جلد ٢ صفحہ ٦٤ مثبت کے برعکس نافی پر عمل کرنے کے لیے لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ مثبت کے مقابلہ نافی مقدم عکس قاعدہ اس لیے کیا ہے کہ اس بارے میں ان کے ہاں دلیل قائم اور موجود ہے اور وہ یہ کہ مطلوب نماز میں عدم حرکت ہے۔ آگے جاکر لکھتا ہے کہ عدم تحریک نماز سے زیادہ مناسب ہے مطلوب نماز میں سکون الاعضاء اور خشوع ہے تحریک اس (خشوع و سکون) کو ختم کرتا ہے یا کمزور کرتا ہے۔

یہ قاعدہ کہ مثبت نافی پر مقدم ہے جیسا کہ شوافع کے ہاں مقبول ہے اس طرح احناف وغیرہ کے ہاں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد ١ صفحہ ١٤٩ حاشیہ ٧ قدیمی کراچی بحوالہ قسطلانی بخاری جلد ١ صفحہ ٢١٨ حاشیہ ٥ بحوالہ قسطلانی قدیمی کراچی و عینی جلد ١ صفحہ ٣٢٠ باب اذا شہد شاہد او شھود الخ بمعہ حاشیہ ٢ اور فرمایا کہ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے بغیر اس کے جو شاذ ہو بحوالہ فتح الباری۔ اور تبنسیق النظام فی مسند الامام لعلامۃ المتاخرین الشیخ المحدث الفقیہ محمد حسن السنبلی المتوفی ١٣٠٥ھ مقدمہ صفحہ ١١ مسند صفحہ ٣٤ حاشیہ ٥ و صفحہ ٥٣ و صفحہ ٩٩ حاشیہ نمبر ٢ اور مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ٢ صفحہ ٢٧٨ امدادیہ ملتان اور ایضاً جلد ٢ صفحہ ١٥١ اور نور الانوار صفحہ ١٩٧ بحث التعارض، تفسیر بیان القرآن صفحہ ٦٠١ تاج کمپنی لاہور کبیری ٥٠٥ جس کے حاشیہ پر صغیری ہے اور عرف شذی مکتبہ رحیمیہ دیوبند ٣٤٣ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ٢٣ صفحہ ٢٩٦ اور فتاویٰ شامی جلد ١ صفحہ ٤٨ اور فیض الباری شرح بخاری جلد ٢ صفحہ ٣١ شامی جلد ٢ صفحہ ١٤٥ اور تفسیر روح المعانی جلد ١ صفحہ ١٤٥ اور جلد ٧ صفحہ ١٥٩ اور جلد ١٣ صفحہ ١٥٦ اور ہدایہ جلد ١ صفحہ ١٥٩ بحر الرائق جلد ١ صفحہ ١١٩ فتح القدیر جلد ١ صفحہ ٣٨٩ وغیرہ اس قاعدے کو چھوڑ کر آپ نے جب حدیث یحرکہا پر عمل کے بجائے اس حدیث کو لے لیا جس میں ہے لایحرکہا۔ پھر بھی جب آپ نے مسبحہ کو اٹھایا تو نماز میں مطلوب عدم حرکت اور سکون اعضاء اور خشوع ہے تو اس سے بھی وہ ختم یا کمزور ضرور ہوا۔ اور اپنے پاؤں کو اپنے کلہاڑے سے مارا۔ کیوں کہ در حقیقت اشارہ میں دائیں ہاتھ کی ساری انگلیاں حرکت کرتی ہیں اور اگر صرف ایک انگلی بھی آپ اٹھائیں گے تو سکون اعضاء اور خشوع اور نماز میں شغل والی ساری احادیث کا خلاف قرآنی مذکورہ آیاتوں کے ساتھ آپ سے صادر ہوا۔

صاحب مشکوٰۃ نے بروایت وائل بن حجر بحوالہ ابوداؤد والدارمی یہ حدیث بیان کی ہے جس میں ہے **ثم رفع اصبعہ فرایتہ یحر کھا یدعو بھا** اور ساتھ ہی بروایت عبداللہ بن زبیر بحوالہ ابوداؤد والنسائی یہ حدیث بیان کی ہے جس میں ہے یشیر باصبعہ اذا دعاولایحرکہا الفصل الثانی صفحہ ۸۵ صاحب کتاب نے جو طرز بیان کی ہے اس کے لیے کوئی قاعدہ اپنے مذہب کا بیان نہیں کیا۔

اور تعارض کے وقت کتب شافعیہ میں جو قاعدہ مذکور ہے کہ تعارض کی صورت میں پہلا تطبیق ہے اور تطبیق تو یہاں ممکن نظر نہیں آتا پھر ترجیح ہے اس کے لیے بھی کوئی وجہ موجود نہیں پھر نسخ ہے تاریخ معلوم نہ ہونے کی وجہ ایک کی بھی منسوخ ہونے کی دلیل نہیں پھر تساقط ہے تو صاحب حاشیہ نے اس قاعدہ کا بھی خلاف کیا۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لیے مانا جائے کہ اس طرح اشارہ میں صرف ایک انگلی ساکن نہ رہی تو پھر بھی اس سے لازم آیا کہ دونوں ہاتھ ساکن نہ رہے جیسا کہ گزرا ہے اس طرح یہ معلوم مشہور بات اور ذی علم پر مخفی نہیں کہ انتفاء الکل بانتفاء الجزء کہ جزء کے انتفاء سے کل منتفی ہوتا ہے بلا خلاف اہل علم میں ملاحظہ ہو درر المنتقی جلد ۴ صفحہ ۱۹۸ ذیل مجمع الانہر مکتبہ غفاریہ کوئٹہ

لان استعمال الجزء کالکل فصل فی اللبس قبیل فصل فی بیان احکام النظر فی ذیل مجمع الانہر۔

یعنی جزء کا استعمال ایسا ہے جیسے کل کا استعمال۔

اور عنایہ شرح ہدایہ بر فتح القدیر مطبع نوریہ سکھر جلد ا صفحہ ۸۸ **انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔** یعنی جب جزء ساکن نہ ہوا تو کل ساکن نہ ہوا۔ **لان انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل فی نفس الامر ضرورتاً لان ای جزء کان متی زال لم یبق الکل من حیث ھو کل اھ حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی باب المجاز جلد ۱ صفحہ ۴۱۸ اور انتفاء الجزء یوجب انتفاء الکل: بیان المختصر شرح مختصر ابن حاجب باب کون اللفظ قبل الاستعمال حقیقتاً او مجازاً جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ اور الابھاج فی شرح المنھاج باب المسئلۃ الاولیٰ متی یوجد المشروط جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ اور دستور العلماء جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون جلد ۳ صفحہ ۱۰۲ اور التحبیر شرح التحریر جلد ۱ صفحہ ۱۴۴** وغیرہ وغیرہ۔

نہایت حیران کن بات ہے کہ قرآنی ارشادات کو نظر انداز کر کے قولی احادیث ناسخہ نظر انداز کر کے اور فعلی حالت نماز میں منسوخ شدہ احادیث اس کے باوجود کہ اثبات توحید کے لیے نہیں بلکہ در حقیقت دعاء کا ایک قسم ہے ان کے اصل سے غیر جانب جا کر ان سے اشارہ توحید ثابت کرنا بعید از عقل و نقل ہے حدیث نمبر ا میں یہ الفاظ یحرکہا **یدع بھا** اور دوسرے میں **یشیر باصبعہ اذا دعا۔**

یعنی نسخ سے پہلے تشہد میں دعا کے وقت انگلی اٹھانا۔ جو بعد میں منسوخ ہوا نماز میں۔

ناظرین کرام کو عرض ہے کہ آیئے مدعی اشارۂ توحید سے اس کا جواب سنئے۔

ایک اہم اور ضروری بات:

وعن ابن عمر قال قلت لبلال کیف کان النبی ﷺ یرد علیهم حین کانوا یسلمون علیه و هو فی الصلوٰة قال کان یشیر بیده رواه الترمذی وفی روایت النسائی نحوه و عوض بلال صحیب۔

ترجمہ: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ جب سرور کونین ﷺ حالت نماز میں ہوتے تھے اور اس وقت کوئی آپ ﷺ کو سلام کرتا تھا تو آپ ﷺ جواب کس طرح دیتے تھے؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کرتے تھے (ترمذی)۔ اور نسائی میں ایک روایت بجائے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھی طرح منقول ہے۔ (یعنی ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سوال کیا اور نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تھا۔)[1]

علامہ ملا علی قاری نور اللہ مرقدہ کی گواہی:

فی الخلاصة أن فی الرد بالرأس او لید تفسد صلاته (کما فی بزازی مر بیانه) کذا نقله البرجندی و فی شرح منیه یکره أن یرد المصلی السلام بالاشارة بیده أو رأسه فتعین حمل الحدیث علی ما قبل نسخ الکلام فان الاشارة فی معناه۔[2]

یعنی خلاصہ اور برجندی نے ذکر کیا ہے کہ ہاتھ یا سر کے اشارہ سے نماز فاسد ہوتی ہے اور منیہ کی شرح میں ہے کہ نمازی کے لیے نماز میں سلام کا رد ہاتھ یا سر سے مکروہ ہے۔ اس لیے حدیث کو اس پر حمل کرنا کہ یہ اس وقت کی بات ہے کہ نماز میں کلام منسوخ نہیں ہوا تھا یعنی نسخ کلام نماز میں سے پہلی حالت پر محمول کرنا لازمی ہے کیوں کہ اشارہ کرنا بھی کلام ہی کے معنی میں ہے۔ مظاہر الحق میں محمد قطب الدین محی الدین احراری دیوبندی لکھتے ہیں اور خلاصے میں ہے کہ سر یا ہاتھ سے اگر جواب سلام دے تو نماز فاسد ہوتی ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ مکروہ ہے یہ کہ جواب سلام کا دے مصلی ساتھ اشارے ہاتھ کے یا سر کے پس اس حدیث کو حمل اس پر کریں گے کہ یہ اشارے سے جواب دینا پہلے نسخ ہونے کلام سے نماز میں تھا جب کلام کرنا نماز میں منسوخ ہوا تو جواب دینا زبان سے اور اشارے سے بھی منع ہوا اس لیے کہ اشارہ بھی بیچ معنی کلام کے ہے۔

---

[1] (مشکوٰۃ صفحہ ۹۱ فصل الثانی اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۱۱ امدادیہ ملتان)

[2] (مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۱۱)

مظاہر الحق جلد ا صفحہ ۳۳۱ سعید کمپنی کراچی مظاہر حق جدید میں مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری (فاضل دیوبند) تحریر نے لکھا ہے:

خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص سر یا ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دے گا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی (اس کے بر عکس مرقاۃ اور اصل مظاہر الحق کی عبارت آپ کے سامنے ہے کہ نماز اس کی فاسد ہوتی ہے) خلاصۃ الفتاوی لعلامہ فقیہ الامجد احمد بن عبد الرشید البخاری المجتہد جلد ا صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ منشی نور لکشور لکھنو کا عبارت ملاحظہ ہو۔

وفی الفتاوی ولو سلم علی انسان اور د السلام تفسد صلاتہ۔

یعنی نمازی نے اگر سلام کیا یا جواب سلام دیا دونوں صورتوں میں اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔

آگے مظاہر الحق جدید صاحب تحریر فرماہیں صحیح اور مفتی بہ قول جو شرح منیہ اور شامی وغیرہ میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ نمازی کو کسی کے سلام کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دینا مکروہ تنزیہی ہے لہٰذا اب اس حدیث کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ آنحضرت ﷺ حالت نماز میں سلام کا جواب ہاتھ کے اشارہ سے اس وقت دیا کرتے تھے جب نماز میں بات چیت ممنوع نہیں قرار دی گئی تھی جب نماز میں کسی قسم کی کوئی بھی گفتگو ممنوع قرار دے دی گئی تو سلام کا جواب بھی زبان یا اشارہ سے دینا منسوخ ہو گیا کیوں کہ اشارہ کرنا بھی ایک طرح کلام ہی کے معنی میں ہے، انتہی۔[1]

اور مولانا عبداللہ جاوید کا بحوالہ شرح منیہ کہ سلام کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دینا مکروہ تنزیہی ہے۔

یہ بھی صحیح نہیں شرح منیہ صغیری اور کبیری دونوں کی عبارت میں تنزیہی کی قید مذکور نہیں بلکہ اصل عبارت ایسی ہے:

ویکرہ ایضاً ان یرد المصلی السلام بالاشارۃ بیدہ او رأسہ لانہ جواب معنی کبیری مع صغیری طبع فی العزیزی لاھور ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸م (قاعدہ مسلمہ عند الفقہاء یہ ہے کہ اس طرح عبارت سے مکروہ تحریمی مراد ہوتی ہے۔)

اور شامی مصری میں ہے:

ولا یرد بالاشارۃ فانہ مفسد کذا فی الحلیۃ لابن أمیر حاج الحلبی۔[2]

وکرہ رد السلام بیدہ۔[3]

وفی المجمع خلافہ لانہ قال: او رد السلام بلسانہ او یدہ فسدت۔ وفی در المنتقی تحت الخط (یکرہ رد السلام بیدہ) او برأسہ۔[4]

---

[1] (مظاہر الحق جدید جلد ا صفحہ ۶۴۰ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

[2] (شامی جلد ا صفحہ ۴۵۵ مصری)

[3] (ملتقی الابحر صفحہ ۲۵ وفی شرحہ مجمع الانہر ۱۸۶)

[4] (مجمع، جلد ا صفحہ ۱۸۶)

اور نورالایضاح میں ہے:

یکرہ للمصلی سبعۃ و سبعون شیاء (وعدمنہ) ورد السلام بالاشارۃ۔

اور اس کے شرح میں ہے:

(ورد السلام بالاشارۃ) لانہ سلام معنی۔[1]

تبصرہ مختصراً:

یہاں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ بابت اشارہ نماز میں خود ہی اس کا کھلے اور صاف الفاظ میں تردید کرتے ہوئے صاحب خلاصہ کیدانی کی تصدیق کردی فارسی میں مقولہ ہے کہ ازماست کہ برماست قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی کلہاڑے سے اپنے پاؤں کاٹ دیئے۔

اس مسئلہ میں قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرنے والے خود سوچ لیں کہ وہ مذہب حنفی چھوڑ کر کدھر گئے۔ الحمدللہ حمداً کثیرا بعدد معلومات اللہ تعالیٰ دائماً بدوام ملک اللہ تعالیٰ۔ کہ مخالفت کرنے والے کے قلم سے بھی مذہب حنفی کی تائید ہوئی مقولہ ہے کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ حضرات شوافع کا مختصر حال آپ نے دیکھا کہ اپنے ہی امام سے مخالفت کرتے ہوئے التحیات میں اشارہ برائے توحید کے قائل ہوئے جس کی تصریح ان کو اپنے امام ہی سے بھی نہیں ملی ہے صرف اور صرف اپنے قیاسات کے تابع ہوئے ہیں۔ اور قیاس بھی قیاس شرعی مستنبط از قرآن پاک یاحدیث پاک یا اجماع سے نہیں جس کا حکم ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۶ پر ملاحظہ ہو اور قیاس شرعی بھی مظہر ہے مگر مثبت نہیں۔ جیسا کہ یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں۔ اس کے برعکس جیسا کہ گزرا مذہب حنفی پانچ آیات قرآنی سات الٰہی حکموں پر مشتمل اور احادیث صحیحہ قولی ناسخہ جس میں حکم اسکنوا موجود ہے اور احادیث خشوع اور احادیث فی الصلوٰۃ شغل کو چھوڑ کر بعض شوافع کے مقلد ہوئے جو کہ وہ احادیث فعلیہ منسوخہ جو در حقیقت اس اشارہ کے متعلق نہیں بلکہ رد سلام اور دعاء اخلاص کے بارے میں ہے یہ نہایت تعجب کی بات ہے اور بعض حضرات نافین اشارہ کو شوافع کے دلائل ان کے کتب سے پیش کرتے ہیں۔

یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں کہ مذہب حنفی اور مذہب شافعی میں کئی مسائل ہیں جن میں دونوں مذاہب کا اختلاف ہے مثال کے طور پر مذہب شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متروک تسمیہ عمداً مذبوحہ حلال ہے اور مذہب حنفی میں قصداً متروک التسمیہ مذبوحہ حرام ہے تو جو شخص احناف کو شوافع کے دلائل اس مسئلہ کے بیان کرے گا تو یہ دلیل ہے کہ یہ شخص دعویٰ حنفیت میں صادق

[1] (مراقی الفلاح صفحہ ۱۷۷ میر محمد کراچی اور ھدایۃ ولا اعتبار لاتباع الحلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ)

نہیں اور مذہب حنفی اس کی نظر میں صحیح نہیں۔ بلکہ جس چیز اور عمل سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار منع کیا ہے اور اس کی مذمت بیان کی آج کل عوام تو عوام ہے مگر خواص نے بھی وہ طریقہ اپنایا ہے۔

ارشاد ربانی جل واعلیٰ ہے:

(۱) فَلَاتَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء ۱۳۵)

ترجمہ: تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(۲) وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ (انعام ۱۱۹)

ترجمہ: اور بہت لوگ بہکاتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق، تیرا رب ہی خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو۔

(۳) وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (ص ۲۶)

ترجمہ: اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی بے شک وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔

(۴) أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا (الفرقان ۱۹)

ترجمہ: کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے۔

(۵) أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا (الفرقان ۴۴)

ترجمہ: یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

(۶) فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (القصص ۵۰)

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہارا فرمان قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو۔

(۷) بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ (روم ۲۹)

ترجمہ: بلکہ ظالم اپنی خواہشوں کے پیچھے ہو لئے بے جانے تو اسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

ہوا پرست ظاہراً سنتے ہیں مگر دل سے نہیں:

(۸) أُولَئِکَ الَّذِینَ طَبَعَ اللہُ عَلَی قُلُوبِھِمْ وَاتَّبَعُوا أَھْوَاءَھُمْ (محمد ١٦)

ترجمہ: یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی اور اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

(۹) ھوا پرست آیتوں سے اعراض کرنے اور اپنے ہوائے نفسانی کے تابع ہیں۔

وَ کَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَھْوَاءَھُمْ وَ کُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ (القمر ٣)

ترجمہ: اورانہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

اہل ہویٰ گمراہ ہیں:

(١٠) أَفَرَأَیتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَھَهُ ھَوَاہُ وَأَضَلَّهُ اللہُ عَلَی عِلْمٍ وَ خَتَمَ عَلَی سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَ جَعَلَ عَلَی بَصَرِہِ غِشَاوَۃً فَمَنْ یَھْدِیهِ مِنْ بَعْدِ اللہِ أَفَلَا تَذَکَّرُونَ (الجاثیہ ٢٣)

ترجمہ: بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں رکھتے۔

مذمت متبعین ہوا:

(١١) أَفَمَنْ کَانَ عَلَی بَیِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ کَمَنْ زُیِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَھْوَاءَھُمْ (محمد ١٤)

ترجمہ: تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر اس جیسا ہوگا جس کے برے عمل اسے بھلے دکھائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔

اہل ہواء کی تابعداری جائز نہیں:

(١٢) ثُمَّ جَعَلْنَاکَ عَلَی شَرِیعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَلَا تَتَّبِعْ أَھْوَاءَ الَّذِینَ لَا یَعْلَمُونَ (الجاثیۃ ١٨)

ترجمہ: پھر ہم نے اس کام عمدہ راستہ پر تمہیں کیا تو اسی راہ پر چلو اور نادانوں کی خواہش کا ساتھ نہ دو۔

اپنے آپ کو ہوائے نفسانی سے منع کرنے والوں کا مقام و مرتبہ:

(١٣) وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوَی (٤٠) فَإِنَّ الْجَنَّةَ ھِيَ الْمَأْوَی (النازعات ٤١)

ترجمہ: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشوں سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

اہل ہویٰ کی متابعت سے پرہیز کرو:

(١٤) وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوَاہُ وَکَانَ أَمْرُہُ فُرُطًا (الکھف ٢٨)

ترجمہ :اوراس کا کہانہ مانو جس کادل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیااوروہ اپنی خواہش کے پیچھے چلااوراس کاکام حد سے گزر گیا۔

اہل ہوا کی تابعداری ہلاکت کا باعث ہے:

(۱۵) فَلایَصُدَّنَّکَ عَنْهامَنْ لایُؤْمِنُ بِهاوَاتَّبَعَ هَواهُ فَتَرْدی (طه۱۶)

ترجمہ:توہر گز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اوراپنی خواہش کے پیچھے چلا تو ہلاک ہو جائے۔

گمراہ پرستوں کے اہویٰ کا تابع نہ ہونا:

(۱۶) وَلَاتَتَّبِعُوا أَهْوَاءَقَوْمٍ قَدْضَلُّوامِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِالسَّبِيلِ (المائدہ۷۷)

ترجمہ:اورایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ اور سیدھے راہ سے بہک گئے۔

اہل تکذیب کی ہویٰ کا تابع نہ ہونا:

(۱۷) وَلَاتَتَّبِعْ أَهْوَاءَالَّذِينَ كَذَّبُوابِآيَاتِنَا (الانعام۱۵۰)

ترجمہ:اوران کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں۔

اہل ہویٰ کی متابعت سبب ضلالت:

(۱۸) قُلْ لَاأَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْضَلَلْتُ إِذًاوَمَاأَنَامِنَ الْمُهْتَدِينَ (الانعام۵۶)

ترجمہ:تم فرماؤمیں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلتاہوں یوں تومیں بہک جاؤں اورراہ پر نہ رہوں۔

اہل ہویٰ کی تابعداری ممنوع شرعاًاور مضر فی نفسہ ہے:

(۱۹) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَالَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَانَصِيرٍ (البقرة۱۲۰)

ترجمہ:اوراگرتوان کی خواہشوں کا پیرو ہوااس کے بعد کہ تجھے علم آچکاتواللہ سے تیراکوئی بچانے والانہ ہوگانہ مددگار۔

اہل ہوا کی تابعداری انسان کو ظالم بناتی ہے:

(۲۰) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِمَاجَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًالَمِنَ الظَّالِمِينَ (البقرة۱۴۵)

ترجمہ:اوراگرتوان کی خواہشوں پر چلابعداس کے کہ تجھے علم مل چکاتواس وقت توضرورستم گرہوگا۔

اور تفسیر مظہری سے تبصرہ سن لیجئے:

والمقصود من الاية نهی الامة وتهديدهم عن اتباع الأهواء على خلاف العلم الذي جاء من الله تعالى بأبلغ الوجوه حيث أورد الله سبحانه الشرط مؤكدابالقسم المقدر واللام الموطئة وتعليق الفعل بكلمة ان فانه يدل على انه

ایّ جزء یوجد من الاتباع فھو ظلم- والخطاب الی النبي صلی الله علیه وسلم مع کونه حبیبا لله تعالی فغیره اولی بالتھدید- والتفصیل بعد الإجمال في قوله ما جاءک من العلم- وتعظیم العلم بذکره معرفا باللام والجزاء بانّ المؤکدة- واللام في خبرھا- والجملة الاسمیة- والتعبیر بإذن- وکلمة من فان قولک زید من العلماء ابلغ من قولک زید عالم- وتعریف الظالم المستلزم لنسبة کمال الظلم الیه لان المطلق محمول علی الکامل- وتعمیم الظلم حیث حذف متعلقة۔

ترجمہ: اس آیت سے امت کو تہدید اور تادیب مقصود ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے خلاف اہل کتاب کی خواہشوں کا اتباع کریں اور تہدید بھی نہایت مبالغہ کی اور مبالغہ بھی بہت سی وجوہ سے چنانچہ اول قسم مقدر سے اس مضمون کو مؤکد فرمایا دوسرے لام تمہید قسم کا لائے، تیسرے فعل کو ان (اگر) کے ساتھ معلق کیا کیوں کہ یہ تعلق اس پر صاف دال ہے کہ اگر کچھ بھی اتباع پایا جائے گا تو یہ بھی ظلم ہی شمار ہو گا۔ چوتھے رسول ﷺ کو باوجود حبیب ہونے کے یہ خطاب فرمایا تو اس سے اوروں کو نہایت بلیغ دھمکی ہو گئی (جیسے کوئی حاکم اپنی رعایا کے سنانے کے لیے کسی اپنے مطیع و فرماں بردار سے کہے کہ دیکھو اگر تم بھی ایسا کرو گے تو سزا پاؤ گے) پانچویں مِنۡ بَعۡدِمَا جَاۤءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ سے اس کی تفصیل اجمال ہے کہ اول ماموصولہ سے علم کو مجمل ذکر فرمایا مِنَ الۡعِلۡمِ سے اس کی تفصیل فرمادی ظاہر ہے کہ تفصیل بعد اجمال میں زور ہی ہوتا ہے۔ چھٹے علم کو معرف باللام ذکر فرمایا۔ ساتواں جزا کو ان اور لام تاکید اور جملہ اسمیہ سے مؤکد کیا (یہ در حقیقت نو ہوئے) آٹھواں کلمہ اذا (اس وقت) کہ یہ بھی مفید مبالغہ کو ہے لائے۔ نواں من تبعیضیا لائے کہ اس سے نہایت ہی مبالغہ ہو گیا کیوں کہ جملہ زید علماء میں سے ہے یہ بہ نسبت زید عالم ہے کہ زیادہ بلیغ ہے دسویں الظلمین کو معرفہ باللام لائے کہ کمال ظلم کو مقتضی ہے گیارھویں ظلم کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اس سے فائدہ تعمیم کا ہوا اس وجہ سے کہ متعلقہ کو حذف کیا۔ ترجمہ از تفسیر مظہری مترجم از مولانا سید عبد الدام الجلالی مطبع دارالاشاعت کراچی (گیارہ جمع دو کل تیرہ وجوہات بنتی ہیں)۔[1]

اہل ہوا کی تابعداری حق سے پھیرنا ہے:

(۲۱) وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَاۤءَهُمۡ عَمَّا جَاۤءَکَ مِنَ الۡحَقِّ۔ پارہ ٦ المائدہ آیت نمبر ۴۸

ترجمہ: اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر۔

(۲۲) وَأَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ أَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَاۤءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ أَنۡ یَفۡتِنُوکَ عَنۡ بَعۡضِ مَاۤ أَنۡزَلَ اللّٰهُ إِلَیۡکَ، الخ (المائدۃ ۴۹)

[1] (تفسیر مظھری جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

ترجمہ: اور یہ کہ اے مسلمان! اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا۔

اہل ہویٰ کی تابعداری کرنے والا عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکے گا:

(۲۳) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَمَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ (الرعد ۳۷)

ترجمہ: اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا نہ بچانے والا۔

اہل ہوا کے بجائے حکم الٰہی کی متابعت ضروری اور لازمی ہے:

(۲۴) وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ (الشوری ۱۵)

ترجمہ: اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا جو کوئی کتاب اللہ نے اتاری۔

اس پر حضرت علامہ قاری صاحب کا اقرار اور شہادت بھی ملاحظہ ہو:

وَمَا ضَلَّ مَنْ ضَلَّ مِنَ الْكَفَرَةِ وَالْحُكَمَاءِ وَالْمُبْتَدَعَةِ وَأَهْلِ الْأَهْوَاءِ إِلَّا بِمُتَابَعَةِ الْعَقْلِ الخ۔

یعنی کفار، حکماء، مبتدعین اور اہل ہواء جو صرف عقل کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔[1]

وہ یہ کہ جس اور جتنی احادیث کتب نے یہ احادیث نقل کی ہیں جس میں ہے:

قال (علیہ السلام) ان فی الصلوٰۃ لشغلاً۔

اور اس طرح وہ احادیث مبارکہ جس میں ہے:

فقال (ای رسول اللہ ﷺ) مالی اراکم رافعی ایدیکم کا نہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ صحیح بخاری وغیرہ اور اس طرح: باب ماجاء تحریم الکلام فی الصلوٰۃ و نسخ ما کان من اباحتہ (ثم قال ھذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیہا شئی من کلام الناس اھ مسلم وغیرہ باب الخشوع فی الصلوٰۃ ابن ماجہ وغیرہ اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری وغیرہ۔

اس کیلئے ناسخ بیان کرے تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے۔

[1] (مرقاۃ ج ۲ صفحہ ۸۵ قبیل باب التیمم امدادیہ ملتان)

سوال: اگر کوئی اس حدیث شریف کہ: مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس السکنوا فی الصلوٰۃ۔ کے جواب میں بطور انکار یا مذاق کہے کہ پھر رکوع اور سجدہ وغیرہ افعال نماز کو بغیر تحریک یدین کیسے ادا کریں گے تو اس شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) اس سے یہ شخص اسلام سے خارج ہوا پھر جب کلمہ پڑھا تو مسلمان ہوا مگر تجدید نکاح اس کے لیے ضروری ہے ورنہ تادم حیات زناکار رہے گا۔

(۲) اگر بہ طور انکار اور یا مذاق نہ کہے تو پھر جواب وہ حدیث شریف ہے جس کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے۔

باب جاء فی الوتر برکعۃ میں حدیث نمبر ۲ اور اس پر حاشیہ نمبر ۵ میں ہے جب ابی مجلز نے حدیث منقولہ میں کہا:

قلت أرأیت انہ غلبتنی عینی أرأیت ان نمت قال اجعل أرأیت عند النجم الخ۔

انجاح نے اس پر لکھا ہے:

کان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم یکرھون معارضۃ الحدیث حتی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نی ترک الکلام مع ابنہ بلالہ الخ لما فی حدث ابوھریرۃ بقولہ ﷺ الوضوء مما غیرت النار و قالہ ابن عباس انتوضاء من الحمیم فقال ابوھریرۃ یا ابن اخی اذا سمعت الحدیث من رسول اللہ ﷺ فلا تضرب لہ مثلاً و کذلک عمران بن حصین وغیرھم من الصحابۃ الخ۔ جلد ۱ صفحہ ۸۲ ابن ماجہ نور محمد کراچی و حدیث ابی ھریرۃ ذکرہ ابن ماجہ باب الضوء مما غیرت النار میں جلد ۱ ابن ماجۃ صفحہ ۳۷۔

اور احادیث صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۴۸ تک مذکور ہے۔ اور یہ کہ انگلی اٹھانا اور دونوں ہاتھ اٹھانا ایک ہے یہ صفحہ ۵۹ سے ۶۱ تک مذکور ہے۔

(۳) وہ حرکتیں تو نماز میں فرائض ادا کرنے کے لیے اور یہ آپ بتایئے کہ تشہد میں یہ حرکت کون سے فرض ادا کرنے کے لیے ہے کہ اس کے بغیر وہ فرض ادا نہیں ہوتا؟ کیوں کہ نماز مرکب سے مقاصد اور وسائل سے اور اشارہ نماز میں نہ مقاصد سے ہے اور نہ وسائل سے ہے۔

یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وتر کی حدیث بیان کی تو ابی مجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بتایئے اگر مجھ پر نیند غالب ہوئی اور میں سو گیا تو تیسری رکعت کیسے ادا کروں گا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ آپ اپنی یہ رائے آسمان کے ستارے میں رکھ دیں یعنی حدیث شریف سے آپکی رائے اتنی بعید اور دور ہے جتنا ستارہ، آپ کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں حدیث کے مقابلہ میں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ایک عام قاعدہ تھا کہ حدیث کے ساتھ مقابلہ مکروہ جانتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس پر باتیں بند کر دیں اور تا وفات ان کے ساتھ باتیں نہ

کی۔ اور حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا کہ اے بھتیجے! جب آپ حدیث سن لیں تو اس کے توڑ کے لیے مثالیں بیان نہ کریں اس طرح عمران بن حصین وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

شیخ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی نے لکھا ہے:

اعلم ان فی تاریخ۔ دیابکر۔ أن رفع الیدین سنة ابراھیمیة۔ و جرہ الشافعیة الی مذھبھم و حملہ الحنفیة علی التحریمة و ھو عندی خارج عن موضع النزاع، لان ما ذکرہ من رفع یدیہ ھو الرفع فی الدعاء فنقلوہ الی الصلاة من عجلة تعتری المرء عند الظفر بالمقصود۔

فیض الباری جلد ۴ صفحہ ۳۳ میں آگے جاکر باب الشاۃ التی سمت الخ میں تحریر کیا ہے:

فکان یشیر عند دعائہ الی تجرید أیضاً و اعلم مر فی ھذا الحدیث ص ۳۴۵ جلد ۲ رفع یدیہ او اصبعہ۔۔۔ و فیہ فائدة مھمة ینبغی الاعتناء بھا، و ھی ان فیہ اشارة الی أن رفع الاصبع أیضا من صور الدعاء و لذا عدہ الشیخ ابن الھمام صورة من صورھا فجوزہ فی شدة البرد و عند الترمذی فی باب ماجاء فی کراھیة رفع الأیدی علی المنبر فی الدعاء أن بشر ابن مروان خطب۔ فرفع یدیہ فی الدعاء فقال عمارة قبح اللہ ھاتین الیدین القصیرتین، لقد رأیت رسول اللہ ﷺ و ما یزید علی أن یقول ھکذا و اشار ھیثم بالسبابة اھ و حملہ بعضھم علی أن الرفع کان للتفھیم علی ماعرفوہ من عادة الخطباء، و ذلک لعدم علمھم بکونہ صورة من صور الدعاء ایضاً لفقدان العمل، و انقطاع التعامل و الصواب عندی أنہ کان للدعاء کما بوب بہ الترمذی و کذلک عند البیھقی کیف! و فی الحدیث تصریح بأن الرفع کان للدعاء و لیحفظ قول الترمذی فان فیہ تصریحاً بذلک، اھ۔

ترجمہ: جان لو کہ تاریخ دیار بکر میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا سنت ابراہیمی ہے اس کو شافعیہ حضرات نے اپنی طرف یعنی اپنے مذہب کی طرف کھینچا ہے اور احناف نے کہا کہ تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا ہے اور یہ میرے نزدیک نزاع کے مقام و محل سے باہر ہے اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا اس لیے کہ مذکورہ تاریخ نے جو ذکر کیا ہے ہاتھ اٹھانے کے بارے میں وہ صرف دعا میں ہاتھ اٹھانا ہے تو انہوں نے نماز میں منتقل کیا ہے کہ انسان اپنی مراد پانے میں اور گھیر لینے میں جلدی کرتے ہیں۔

تو اپنی دعاء کے وقت اشارہ کرتے تھے اس میں تجرید کے قاعدے کی طرف گئے ہیں جان لو کہ اس حدیث میں جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ گزر گیا ہے کہ ہاتھ اٹھایا یا انگلی اور اس میں فائدہ مند مشن ہے اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انگلی اٹھانا بھی دعا کی صورتوں میں سے ہے یعنی یہ بھی دعا کی شکل ہے اس طرح علامہ ابن الھمام نے اس کو دعا کی اقسام میں شمار کیا ہے۔ کہ دعا کے اقسام میں سے ایک قسم ہے سردی کی زیادت کے وقت اس کو جائز قرار دیا ہے اور ترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ رفع الأیدی علی المنبر فی الدعاء یعنی منبر پر دعا کرنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کی کراہیت میں ذکر کیا کہ بشر ابن مروان نے یقیناً خطبہ دیا اور دعا میں ہاتھ اٹھایا تو عمارہ نے فرمایا کہ اللہ پاک ان کو تاہ ہاتھوں کو مونڈا کرے میں

نے یقیناً حضور ﷺ کو دیکھا ہے اس پر اضافہ نہیں کہ اشارہ کریں اس طرح اور ہیثم نے مسبحہ پر اشارہ کیا۔ اور بعض نے اس کو تفہیم پر حمل کیا ہے کہ رفع سمجھانے کے لیے کیا تھا اس بنا پر کہ انہوں نے خطباء کی عادت کے مطابق یہ کہا اور یہ ان کے بے علمی کے وجہ سے ہے کہ ان کو یہ علم نہ تھا کہ یہ دعا کی اقسام میں سے ایک قسم بھی ہے عمل کے فقدان اور تعامل کے ختم ہونے کے وجہ سے اور میرے نزدیک صحیح اور حق یہ ہے کہ یہ دعا کے لیے تھا اور امام ترمذی نے اس کے لیے باب رکھ دیا ہے اور اس طرح بیہقی نے بھی۔ کیوں ایسا نہ ہو اور حدیث شریف میں اس پر تصریح موجود ہے کہ رفع ایدی دعا ہی کے لیے تھا۔ اور ترمذی کا لفظ یاد رکھو کیوں کہ اس میں اس کی تصریح موجود ہے، اھ۔[1]

مطلب: جس طرح شاہ صاحب نے تصریح کی اور مدلل وضاحت کی کہ یہ رفع دعا ہی کے لیے تھا جس طرح صحیح ابن حبان سے بھی یہ تصریح گزری ہے۔ اور **جوھر النقی فی ذیل سنن کبریٰ للبیھقی فی روایة له و اشار بالسبابة یدعوا فذکر الدعا دلیل علی انه ذلک کان فی آخر الصلوٰۃ فرد تاویل البیھقی بانه وارد فی التشھد، اھ** اور ابن الھمام سے فتح القدیر میں اور مراقی الفلاح میں سے گزرا ہے کہ یہ نماز ہی میں منسوخ ہوا ہے۔

توضیح السنن میں عبدالحق حقانی نے ذکر کیا کہ امام طحاوی کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ کلام فی الصلوٰۃ کے نسخ کے ساتھ رد سلام بالاشارہ بھی منسوخ ہوگیا۔[2]

یہی وجہ ہے کہ محققین احناف اس کو نماز میں حرام بتاتے ہیں۔

توجہ الی القبلة: جس طرح کئی آیات میں حکم الٰہی نماز میں توجہ الی القبلۃ مذکورہ ہوا ہے یہ آیت مبارکہ بھی اس پر دال ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ, الخ (الاعراف ۲۹)

قال غیر واحد المعنی توجھوا الی الجھة التی أمرکم اللہ تعالیٰ بالتوجه الیھا فی صلاتکم و ھی جھة الکعبة، والأمر علی القولین للوجوب، اھ۔

پہلا قول یہ ہے:

ای فی وقت کل سجود کما قال الجبائی او مکانه کما قال غیرہ فعند بمعنی فی والمسجد اسم زمان او مکان بالمعنی اللغوی الا۔[3]

---

[1] (فیض الباری شرح بخاری ۴ جلد ۱۴۳)

[2] (توضیح السنن صفحہ ۲۶۵ مطبوع القاسم اکیڈمی)

[3] (روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ امدادیہ ملتان)

یعنی اول قول کے مطابق جبائی معتزلی نے کہا کہ عند لفظ فی کے معنی پر ہے اور مسجد اسم زمان یعنی ہر سجدہ کے وقت۔ لفظ کل مضاف ہے مسجد نکرہ کو اور جب کل کی اضافت نکرہ کو ہو تو افراد کا احاطہ واجب کرتا ہے۔(غایۃ التحقیق وغیرہ) اور دیگر علماء نے فرمایا کہ مسجد اسم مکان ہے یعنی ہر جگہ نماز میں روبہ قبلہ ہو۔ مگر بہت سے علماء نے فرمایا کہ معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرف کو منہ کریں جس طرف اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز میں توجہ کا حکم دیا ہے جو کہ کعبہ شریفہ ہے۔ اور دونوں اقوال کی بنا پر حکم الٰہی وجوب کے لیے ہے۔ یہ تو مخالفین بتائیں کہ نماز میں خلاف واجب کام کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے: اگرچہ اس میں بظاہر چار انگلیاں قبلہ سے پھیر دینا ہے مگر حقیقتاً وحکماً یہ سارا بدن قبلہ سے پھیرنے کے حکم میں ہے۔

عنایہ بر فتح القدیر میں ہے:

انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل۔

جب جزء قبلہ سے پھیر دیا اور وہ روبہ قبلہ نہ ہوا تو اس سے یہ لازم ہوا کہ سارا جسم روبہ قبلہ نہ ہوا۔

اس کی تفصیل وجگہ سابقہ اوراق میں گزری ہے، وہاں ملاحظہ ہو۔ جلد ا صفحہ ۸۸ عنایہ۔

ضروری وضاحت:

حضور ﷺ کے زمانۂ نبوت ۲۳ سالہ دور میں سے ثابت کرو کہ جب کوئی اسلام لاتا تو تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کے ساتھ ساتھ اشارہ انگلیوں سے بھی کرتے تھے۔

مفسرین، محدثین، فقہاء اور علماء علم عقائد نے اس اہم مسئلے کو کہاں ذکر کیا۔ نہ ایمان مفصل میں مذکور ہے اور نہ ایمان مجمل میں کیوں کہ ایمان مجمل ہے: اقرار باللسان وتصدیق بالقلب آیا ہے۔

زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق کرتا ہوں۔

ایمان مفصل اور ایمان مجمل دونوں میں اشیر بالبنان نہیں ہے کہ انگلی سے اشارہ کرتا ہوں تو نماز جس کا دارومدار سکون اور وقار پر ہے اس میں یہ اضافہ کہاں سے آیا اور جس سے نماز کا سکون اور وقار پاش پاش ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ اس میں یعنی اشارہ سے نماز میں خلاف وعدہ کام کرنا ہے۔ جب نماز کے علاوہ شرعاً وعدہ خلافی ممنوع ہے تو نماز میں کس طرح جائز ہوگی۔

اس میں یعنی اشارہ کرنے میں ایمان مفصل کی بھی تکذیب ہے اور ایمان مجمل کی بھی۔ فافھم۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں متعدد آیات میں اگر ایک طرف ہوا پرستی سے ہمیں منع کیا ہے تو دوسری طرف کئی آیات میں ہمیں ہوا پرستوں کی تابعداری سے بھی منع کیا ہے۔

جیسا کہ گزرا ہے:

النبی ﷺ و اصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کانوا یقنعون من المؤمن بکلمۃ الشھادۃ ویحکمون بایمانہ۔

یعنی نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ طریقہ اور عادت تھی کہ مومن سے کلمہ شہادۃ پڑھنے پر خوش اور قانع ہوتے اور اس کے ایمان کا حکم دیتے تھے۔

شرح عقائد صفحہ ۹۱ جلد ۱ مطبع شوکۃ الاسلام لکھنوء اور نبراس صفحہ ۳۹۷ وبیان الواعظ فی حل شرح العقائد ص ۱۴۹-۱۵۱ وشرح مقاصد ج ۳ ص ۴۲۲) پر ایک قابل توجہ نکتہ ہے بے توجہی پر افسوس۔

و نحن قاطعون بان النبی ﷺ و من بعدہ الخ۔

شیخ الاجل الامام فرید الدھر وحید العصر الفقیہ الامجد طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری کے بارے میں علامہ عبد الحی الکھنوی نے تحریر کیا ہے:

کان عدیم النظیر فی زمانہ فرید أئمۃ الدھر شیخ الحنفیۃ بما وراء النھر من اعلام المجتھدین فی المسائل المتوفی ۵۴۲ھ **وھو** (اے کتاب خلاصۃ الفتاوی) **کتاب معتبر عند العلماء معتمد عند الفقھاء ماخوذ من فوائد البھیۃ صفحہ ۸۴ نور محمد کراچی۔**

یعنی بڑا کامل شیخ یکتائے دھر وزمان بڑا فقیہ اپنے زمانہ میں مثل نہ رکھنے والا اپنے وقت کے ائمہ میں یکتا ماوراء النھر کے علماء احناف کے شیخ، مجتہدین مسائل میں بڑا شخص، اس کی تصنیف خلاصۃ الفتاوی علماء کے ہاں معتبر اور فقہاء کے نزدیک با اعتماد کتاب ہے۔

آپ نے اپنے اس فتاویٰ میں تحریر کیا ہے:

روی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لا ینبغی للجاھل ان یتکلم عند العالم او یشیر بیدہ۔ [1]

وایضاً فیہ:۔ و فی الشافی التقدم علی العلماء معصیۃ کبیرۃ کما جاء فی الحدیث من تقدم علی العلماء فھو ملعون ھکذا فی الفتاوی۔ [2]

یرضیٰ بھا کل من کانت سریرتہ۔ تقویٰ الالٰہ و کل الخیر مصطنع۔

---

[1] (خلاصۃ الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۳۲۷۔ مطبع منشی نولکشور لکھنو۔ در ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۹۱۱م)

[2] (خلاصۃ الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۳۲۷)

صاحب خلاصہ کی یہ عبارت ”لا ینبغی“ یہاں بمعنی یحرم ہے جس پر دلیل اس کا متصل یہ بیان کرنا ہے کہ علماء پر تقدم گناہ کبیرہ ہے۔اس لیے معنی یہ ہے کہ عالم کے روبرو غیر عالم کی باتیں کرنا اور یا اس کو ہاتھ سے اشارہ کرنا حرام ہے۔

شافی میں ہے کہ عالم سے تقدم گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے علماء سے تقدم کیا تو وہ ملعون ہے اس طرح خلاصہ میں ہے۔

نتیجہ: تو جب ایک عالم کو ہاتھ سے اشارہ کرنا حرام ہے اس لیے کہ یہ اس کی توہین ہے تو پھر اللہ جل و علیٰ کو اشارہ کرنا پھر نماز میں جس کا دارومدار سکون اور وقار پر ہے کس بناپر اللہ کو اشارہ جائز ہو سکتا ہے؟

صاحب تفسیر معارف القرآن اس آیت: لَا تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ الایۃ کے تحت رقمطراز ہیں:

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ علماء و مشائخ دین کا بھی یہی حکم ہے کیوں کہ وہ وارث انبیاء علیہم السلام ہیں اور دلیل اس کی یہ واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے الخ (از روح البیان از کشف الاسرار) معارف جلد ۸ صفحہ ۱۰۰

اس طرح لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ کے تحت لکھا ہے:

مسئلہ: جس طرح تقدم علی النبی کی ممانعت میں علمائے دین بہ حیثیت وارث انبیاء ہونے کی داخل ہیں اسی طرح رفع صوت کا بھی یہی حکم ہے کہ اکابر علماء کی مجلس میں اتنی بلند آواز سے نہ بولے جس سے اُن کی آواز دب جائے۔ (قرطبی)[1]

آگے جاکر لکھتے ہیں: تقدم اور رفع صوت اگرچہ بقصد ایذانہ ہو پھر بھی اُن سے ایذاء کا احتمال ہے اسی لیے اُن کو مطلقاً ممنوع اور معصیت قرار دیا ہے۔ تقدم علی النبی اور رفع الصوت ایسی معصیت ٹھہریں کہ جن سے خطرہ ہے کہ توفیق سلب ہو جائے اور یہ خذلان آخر کار کفر تک پہنچادے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں اور کرنے والے نے چوں کہ قصداً ایذانہ کیا تھا اس لیے اس کو اس کی خبر نہ ہو گی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا سبب کیا تھا، الخ۔[2]

حکم الٰہی کا ٹھٹھا کرنا:

اگر کسی کو کہا گیا کہ حکم الٰہی ہے کہ نماز میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کیا کریں تو اس نے کہا کہ سجدہ میں ناک کے ساتھ کیا کروگے۔ یہ حکم الٰہی قرآن کریم میں چھ بار مذکور ہے اور اس لیے اس کا ٹھٹھا کر دیا تو اگرچہ اس نے تجدید اسلام تو کیا ہو گا مگر

---

[1] (معارف جلد ۸ صفحہ ۱۰۱)

[2] (معارف جلد ۸ صفحہ ۱۰۲)

اس کے لیے لازمی ہے کہ تجدید اسلام کے ساتھ ساتھ تجدید نکاح بھی کرے اور حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک بعد میں آئے گا۔

صاحب شامی اقسام علم میں تحریر فرماہیں:

وعلم الالفاظ المحرمة أو المكفرة ولعمري هذا من اهم المهمات في هذا الزمان لانك تسمع كثيرا من العوام يتكلمون بما يكفر وهم عنها غافلون والاحتياط أن يجدد الجاهل ايمانه كل يوم ويجدد نكاح امرأته عند شاهدين في كل شهر مرة او مرتين اذا الخطاء وان لم يصدر من الرجل فهو من النساء كثير۔

یعنی حرام کرنے والے اور کافر کرنے والے الفاظ کا علم حاصل کرے اس ذات پر قسم جس نے مجھے عمر دی ہے اس زمانہ میں اہم اور ضروری سے ضروری کاموں میں سے ہے کیوں کہ آپ بہت سے عوام الناس سے سنتے ہیں ان الفاظ پر باتیں کرتے ہیں جس سے وہ کافر ہوتے رہتے ہیں اور وہ اس سے غافل ہی ہیں۔

احتیاط اس میں ہے کہ مذکورہ علم سے ناواقف ہر روز اپنا ایمان کا تجدید کریں اور ہر مہینے میں ایک یا دوبار اپنے بیوی سے دو گواہوں کے موجودگی میں نکاح کا تجدید کرے۔ کیوں کہ خطا اگر مرد سے نہیں تو عورتوں سے بہت صادر ہوتی ہے۔ [1]

استہزاء اور ٹھٹھا کرنا:

اللہ جل مجدہ نے ہمیں سورۃ انعام آیت نمبر ۶۸ میں فرمایاہے، جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

ترجمہ: اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، طعن تشنیع اِستہزاء کے ساتھ، اور ان کی ہم نشینی ترک کر۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں، اس سے ثابت ہو گیا کہ کُفّار اور بے دینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں ان میں جانا، سننے کے لئے شرکت کرنا جائز نہیں اور رد وجواب کے لئے جانا مُجالَست نہیں بلکہ اظہارِ حق ہے ممنوع نہیں جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔ [2]

---

[1] (ردالمختار جلد ۱ صفحہ ۲۳ مصری)

[2] (کنزالایمان تفسیر خزائن العرفان)

تنبیہ بطرز دیگر:

مذکورہ مذاق کو معلوم ہونا چاہیئے کہ لفظ رکوع مختلف صیغہ سے تیرہ (۱۳) جگہ قرآن کریم میں آیا ہے ملاحظہ ہو:

(۱، ۲) وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ: (البقرۃ ۴۳) وَارْكَعُوا: فعل امر مبنى على حرف النون۔ الراكعين مضاف اليه مجرور جمع راكع وهو اسم فاعل۔

(۳) وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (البقرۃ ۱۲۵) الركع جمع راكع اسم فاعل من ركع يركع باب فتح۔

(۵،۴) وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ (آل عمران ۴۳) اركعى فعل امر على حذف النون والياء راكعين جمع راكع وهو اسم فاعل۔

(۶) وَهُمْ رَاكِعُونَ (المائدة ۵۵) راكعون: جمع راكع وهو اسم فاعل۔

(۷) الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ (التوبه ۱۱۲) اراكعون جمع راكع وهو اسم فاعل۔

(۸) وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (الحج ۲۶) الركع: جمع راكع اسم فاعل كمامر۔

(۹) ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا (الحج ۷۷) اركعوا۔ فعل امر

(۱۰) وَخَرَّ رَاكِعًا (ص ۲۴) راكع۔ اسم فاعل

(۱۱) رُكَّعًا سُجَّدًا (فتح ۲۹) ركعا حال من مفعول تراهم۔ اسم فاعل

(۱۲) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ (المرسلات ۴۸) اركعوا۔ فعل امر

(۱۳) لا يركعون: يركعون جمع يركع مضارع۔

اس میں صرف چار بار امر کے لیے آیا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا یعنی اللہ جل مجدہ نے قرآن کریم چار بار ہمیں رکوع کرنے کا حکم دیا۔

لفظ سجدہ: لفظ سجدہ مختلف صیغوں سے کئی بار قرآن میں مذکور ہے۔ ۵۵ دفعہ ہم ان میں سے صیغۂ امر سے آنے کا انتخاب کرتے ہیں۔

۱۔ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا (البقرۃ ۳۴) اسجدوا فعل امر ہے۔

۲۔ وَاسْجُدِي: (آل عمران ۴۳) فعل امر۔

۳۔ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا (الاعراف ۱۱) فعل امر ہے۔

۴۔ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ (الحجر ۹۸) فعل امر ہے۔

۵۔ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا (الكهف ۵۰) اسجدوا امر ہے۔

۶۔ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا (طه ۱۱۶) اسجدوا امر ہے۔

۷۔ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا (الحج۷۷) اسجدوا امر ہے۔

۸۔قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا (الاسراء ۶۱) اسجدوا امر ہے۔

۹۔وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ (الفرقان ۶۰) اسجدوا امر ہے۔

۱۰۔وَاسْجُدُوا لِلَّهِ: حٰمٓ السجدہ (فصلت ۳۷) امر ہے۔

۱۱۔وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ (الانسان (الدھر) ۲۶) فاسجد امر ہے۔

۱۲۔وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق ۱۹) وَاسْجُدْ امر ہے۔

حاصل کلام: یعنی سجدہ کرنے کا امر تیرہ بار آیا ہے۔

باقی رہا قیام: نماز میں قیام:

(۱) وَقُومُوا لِلَّهِ قَٰنِتِينَ (البقرۃ ۲۳۸)

قوموا: صیغۂ جمع امر حاضر ہے اور قانتین کا مختلف معانی مفسرین نے بیان کی ہے:

وَقُومُوا لِلَّهِ قَٰنِتِينَ، فأمروا بالسکوت: والمعنی وقوموا فی الصلوٰۃ۔[1]

(۲) فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ (النساء ۱۰۲)

الفاظ رابطة لجواب اذا (اللام) لام الأمر تقم مضارع مجزوم بلام الأمر۔[2]

(۳) وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ: آیت نمبر ۲۹ پارہ ۸ الاعراف والامر۔۔۔للوجوب۔[3]

(اقیموا) فعل أمر مبنی علی حذف النون۔[4]

نتیجہ: مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ رکوع کا امر ہمیں قرآن کریم میں چار دفعہ ہوا ہے اور سجدہ کا امر تیرہ دفعہ اور قیام کا تین بار مذکور ہوا۔

(۴) تین دفعہ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ مذکور ہیں، یونس آیت نمبر ۱۰۵ اور روم آیت ۳۰ اور صفحہ ۴۳۔

مقاصد: نماز میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ مقصودی امور میں سے ہیں نہ کہ وسائل سے۔ اور نماز مقاصد اور وسائل سے مرکب ہے۔ کما فی الکتب المعتبرۃ ایک اعتبار سے قیام اور رکوع وسائل میں سے ہیں اور سجدہ مقاصد میں سے ہے اور دوسرے اعتبار سے قیام اور رکوع مقاصد ہیں اور اس کیلئے جو حرکات وغیرہ وہ وسائل سے ہیں اسی طرح قعدہ وسائل سے ہے

---

[1] (تفسیر البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (الجدول فی اعراب القرآن وصرفه وبیانه جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

[3] (روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۱۰۷)

[4] (الجدول فی اعراف القرآن وصرفه وبیانه جلد ۴ صفحہ ۳۸۹)

سلام کیلئے اور سلام مقاصد میں سے ہے توجہ الی القبلہ کی طرح مذکورہ مقاصد بغیر عذر شرعی ساقط نہیں ہوتے۔ قیام میں بدن کا اہم جزء یعنی دل رو بہ قبلہ ہوتا ہے باقی تابع ہیں اور رکوع میں بدن کے دونوں اعضاء دل و دماغ رو بہ قبلہ ہوتا ہے۔ سجدہ میں بھی دل و دماغ دونوں رو بہ قبلہ ہوتے ہیں اور قعدہ میں دل رو بہ قبلہ ہوتا ہے۔ اور باقی اعضاء اس کے تابع ہیں اور یہ خصم بتائیں گے کہ قعدہ کی حالت میں اشارہ وسائل سے ہے یا مقاصد سے؟ منافقین کے عمل سے پرہیز۔

منافقین کے عمل سے پرہیز:

کہ اگر ایک حکم شرعی کے ساتھ استہزاء کرے: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ الایة الخ۔

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

شانِ نُزول: غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تمسخراً کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی اور ان کا یہ عذر و حیلہ قبول نہ کیا گیا اور ان کے لئے یہ فرمایا گیا جو آگے ارشاد ہوتا ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ جب ایک حکم شرعی سن لیں اور اس کے خلاف حکم شرعی ہمیں معلوم نہ ہو تو اپنے ہوائے نفسی سے اس کو رد کرنے سے پرہیز کریں۔

فصل:

اس فصل میں محققین محدثین کا خشوع اور سکون کے بارے میں مختصر بیان کرنا ہے: السکون هو طریق ما اجمع علی طلبه فی الصلاة اعنی الخشوع آگے جا کر لکھتا ہے:

ان المطلوب من الشرع عدم الحرکة فی الصلاة و مبناها السکون و الخشوع کما هو شاکلة الخدام و العبید و الغلمان بین ایدی ساداتهم بالاستکانة و القرار بلا حرکة علی حسب عادتهم۔[1]

---

[1] (اعلاء السنن، جلد ۲ ص ۸۵۰)

سکون سے مراد خشوع ہے یہ وہ طریقہ ہے کہ نماز میں اس کے کرنے پر اجماع ہے۔ شریعت سے مطلوب نماز حرکت نہ کرنا ہے جس کا دارومدار سکون اور خشوع ہی پر ہے جیسا کہ یہ خدمت کرنے، غلاموں اور لڑکوں کی روش وطریقہ ہے اپنے سرداروں کے آگے اپنی عادت کے مطابق عاجزی، انکساری بغیر حرکت کے کرتے ہیں۔

السکون الذی ھو طریق ما أجمع علی طلبه فی الصلوٰۃ أعنی الخشوع اھ صفحه ۲۳۷ کما فی القرآن (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (١) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (٢)) سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۱ و ۲۔ والخشوع المطلوب فی الصلاۃ ھو السکون الذی امر به النبی ﷺ بقوله: اسکنوا فی الصلاۃ۔

قال الحافظ فی الفتح: والخشوع تارۃ یکون من فعل القلب: کالخشیة وتارۃ من فعل البدن کالسکون۔ وقیل: لا بدمن اعتبارھما حکاہ الفخر الرازی رحمہ اللہ فی تفسیرہ و قال غیرہ ھو معنی یقوم بالنفس، یظھر عنه سکون فی الاطراف، یلائم مقصدو العبادۃ ویدل علی أنه من عمل القلب حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنه الخشوع فی القلب أخرجه الحاکم وأما حدیث: لو خشع ھذا خشعت جوارحه ففیه اشارۃ الی ان الظاھر عنوان الباطن، اھ وروی البیھقی باسناد صحیح عن مجاھد قال: کان ابن الزبیر اذا قام فی الصلاۃ کانه عود وحدث ان ابابکر الصدیق کان کذلک قال و کان یقال ذاک الخشوع فی الصلاۃ اھ۔۔ فزینة الصلاۃ الترک الذی ھو السکون لا الرفع فبھذا یترجح ما ذھب الیه الاحناف رحمھم اللہ تعالیٰ۔

موسوعة فتح الملھم بشرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ تالیف الشیخ، شبیر احمد العثمانی رحمہ اللہ تعلیقات العلامة المفتی محمد رفیع العثمانی جلد ۳ صفحه ۲۳۷ اور اس سے قبل تحریر کیا ہے:

أن المقصود الا صلی فی الصلاۃ السکون والحرکة انما تقع لضرورۃ، والضرورات تقدر بقدرھا صفحه ۲۳۶۔

وقدمر أن الخشوع ھو المطلوب الأصلی فی جمع أجزاء الصلاۃ جلد ۳ صفحه ۳۴۱۔

والمفھوم من معانی الآثار أنه علیه السلام کان یشیر لرد السلام ثم صار منسوخاً مشمولاً بنسخ الکلام وقول الطحاوی ھذا لیس۔ ببعید لان الکلام فی الصلاۃ، والاشارۃ کانت جائزۃ فیھا ثم نسخ الکلام فلعله فسحب علی الاشارۃ ایضاً اھ الی ان قال: وقال فی آخرہ: فلما أمر رسول اللہ ﷺ بالسکون فی الصلاۃ و کان رد السلام بالاشارۃ فیه خروج من ذلک لأن فیه رفع الیدو تحریک الأصابع ثبت بذلک أنه قد دخل فی ما أمر به رسول اللہ ﷺ من تسکین الأطراف فی الصلوٰۃ، واللہ أعلم جلد ۳ صفحه ۳۷۰- ۳۷۱ ونسخه اخری ج ۳ ص ۲۴۶۔ أما التقدم علی الامام فی الخفض للرکوع والسجود فقیل یلتق به من باب الأولی، لان الاعتدال والجلوس بین السجدتین من الوسائل والرکوع والسجود من المقاصد واذا دل الدلیل علی وجوب الموافقة فیما ھو وسیلة فأولی أن یجب فیما ھو مقصد اھ جلد ۳ صفحه ۳۷۵ فتح الملھم: دار الاحیاء والتراث العربی بیروت۔

ترجمہ: عبارت اعلاء السنن ہو چکی ہے۔

اب فتح الملہم کے عبارت کا ترجمہ: میری مراد سکون سے وہ خشوع ہے۔ جس کے طلب پر نماز میں اجماع ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ موٴمنین کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ نماز میں خشوع مطلوبہ وہ سکون ہے جس کا حکم حضور علیہ السلام نے اپنے اس قول میں فرمایا ہے کہ نماز میں سکون اختیار کرو۔

حافظ نے فتح میں فرمایا: خشوع کبھی دل کا عمل ہوتا ہے جیسا ڈرنا اور کبھی بدن کا عمل ہوتا ہے: جیسے سکون وعدم حرکت اور کہا گیا ہے دونوں کے معتبر ہونے سے مخلص نہیں اس کو فخر رازی نے اپنے تفسیر میں بیان کیا اور اوروں نے کہا کہ یہ وہ اثر ہے جو نفس سے قائم ہوتا ہے جس سے اطراف میں سکون ظاہر ہوتا ہے (اس کو حضور علیہ السلام نے حدیث میں اشارہ فرمایا کہ بدن میں ایک ٹکڑا ہے جس کی اصلاح فساد سے سارے بدن کا اصلاح اور فساد ہے) جو عبادت کے مقصود کو پہنچتے ہے۔ حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ خشوع دل میں ہوتا ہے۔ اس کو حاکم نے نقل کیا ہے۔

اور یہ حدیث کہ اگر اس میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء خاشع ہوتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ ظاہر باطن کا سرنامہ ہے۔

بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے: ابن زبیر جب نماز پر کھڑے ہوتے تو گویا وہ لکڑی ہوتے اور حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسے ہوتے۔ فرمایا: وہ کہتے تھے کہ نماز میں خشوع ہے اھ۔۔۔ نماز کی زینت اس کا یعنی حرکت کا ترک ہے جو کہ خلاف سکون ہو نہ کہ اٹھانا اس سے مذہب حنفی اور احناف کو ترجیح حاصل ہے۔ (جلد ۳ صفحہ نمبر ۲۳۷)

پہلے بیان ہو چکا کہ نماز میں اصلی مقصد سکون ہے اور حرکت صرف ضرورت کے وجہ سے آتی ہے اور ضروریات ضرورت کی مقدار میں کی جاسکتی ہے صفحہ نمبر ۲۳۶۔ اور یہ گزرا ہے کہ مقصد اصلی سارے اجزائے نماز میں خشوع ہی مطلوب ہے۔ ج ۳ ص ۳۴۱۔

معانی الآثار میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام جواب سلام کے لیے اشارہ فرماتے تھے نہ کہ توحید کیلئے پھر منسوخ ہوا۔ باتیں کرنے کا نسخ اس کو شامل ہوا اور ساتھ منسوخ ہوا۔ (معانی الآثار اور دیگر کتب معتبرہ سے یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ اختلاف رد سلام کے لیے اشارہ میں ہے اور نفی اثبات کے لیے اشارہ کرنا مجتہدین اربعہ میں سے کسی سے ثابت نہیں اور نہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حق سے بعید نہیں۔ کیوں کہ نماز میں باتیں کرنا اور اشارہ کرنا جائز تھا پھر نماز میں باتیں کرنا منسوخ ہوا تو اشارہ پر بھی جاری ہوا یعنی منسوخ ہوا۔ جب رسول مقبول ﷺ نے نماز میں سکون کا حکم دیا اور سلام کا رد اشارہ سے نماز میں تھا اس میں اس سے نکلنا ہے اس لیے کہ اس میں ہاتھ اٹھانا اور انگلیوں کو حرکت دینا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس چیز کا رسول مقبول ﷺ نے حکم دیا تھا اس میں داخل ہوا وہ نماز میں تسکین اطراف ہے۔

جلد ۳ صفحہ ۳۷۰۔۳۷۱ (یہ قول جو ہم نے اس باب میں بیان کیا یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اورامام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۳۰۹ ایچ ایم سعید کراچی قبیل باب المرور بین یدی المصلی) اس طرح کتاب الآثار مترجم صفحہ ۷۶ وغیر مترجم ۲۷۔۲۸ رکوع اور سجدہ جانے میں امام سے تقدم تو کہا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ بہ طریق اولیٰ ملحق ہوتا ہے کیوں کہ اعتدال اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا وسائل میں سے اور رکوع اور سجدہ مقاصد میں سے ہیں۔ تو جب وسائل میں دلیل نے موافقت ثابت کر دی تو مقاصد بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔ جلد ۳ ص ۷۵ ۳ فتح الملہم۔

شیخ ابو الوفا الافغانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

ان المعلوم من تدرج الأحكام الشرعية انه قد كان فى مبادى الاسلام و اوائله تخفيفات كمية و كيفية ثم زادت الأحكام و ترقت يوماً فيوما لا سيما فى الصلاة من التشديدات من سدباب الكلام و الحركة و المشى و قلة الركعات و الافعال الكثيرة و ردالسلام وغير ذلك ثم نسخت و تشددت و أحكمت الأحكام و أكمل الدين اه شرح كتاب الآثار لمحمد شيخ المذكور دار الكتب العلمية بيروت صفحه نمبر ۲۴۳ ۔ ۲۴۴ شيخ ابو الوفاء الافغانی۔

و اخرج الترمذى عن عبدالله بن ادريس عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل قال قدمت المدينة قلت لأنظرن الى صلاة رسول الله ﷺ فلما جلس يعنى للتشهد افترش رجله اليسرى و وضع يده اليسرى يعنى على فخذه اليسرى و نصب رجله اليمنى (ثم قال) هذا حديث حسن صحيح و العمل عليه عند اكثر اهل العلم و هو قول سفيان الثورى و ابن المبارك و أهل الكوفة: (كتاب مذكور صفحه ۲۷۳ ۔ يقول الكاتب لقد اثبت الترمذى عدم الاشارة فى مذهب الاحناف و اكثر اهل العلم و الاشارة قول البعض و بذلك الحديث استدل امام الطحاوى و غيرهم من الاكابر فافهم۔

۱۱۳ ۔ محمد قال اخبرنا ابو حنيفة قال حدثنا معن بن عبدالرحمن عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابيه عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: و قروا الصلاة يعنى السكون فيها قال محمد و به نأخذ و هو قول ابى حنيفة رضى الله تعالىٰ عنه۔

و فى مجمع بحار الانوار فيه لم يفضلكم ابو بكر بكثرة صوم و لا صلاة و لكن شئى وقر فى القلب اى سكن فيه و ثبت من الوقار الحلم و الرزانة و قريوقر و قارا اه و فى تلخيص اليسوطى و قر فى القلب سكن فيه و ثبتا۔ و قال الراغب و الوقار السكون و الحلم الخ من مجمع بحار الانوار (جلد ۱ صفحه نمبر ۱۳۱) و منه قار و الصلاة اى اسكنو فيها و لا تحركو و لا تعبثو اه كتاب الآثار قلت و اخرجه الامام ابو يوسف فى آثاره (ص ۵۰) عنه قد بلغنى عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه قال تو قروا فى الصلاة و اخرجه الطبرانى فى الكبير عن ابن مسعود قال قاروا الصلاة يقول سكنوا اطمئنوا و رجاله رجال الصحيح (قلت و هو عند البيهقى فى سننه (جلد ۲ صفحه ۲۸۰) عن الأعمش عن ابى الضحى عن مسروق قال قال عبدالله) قاروا فى الصلاة و فى نسخه للصلاة الخ كتاب الاثار مع تعليق ابو الوفاء علیہ الرحمۃ صفحه ۱۰۳ و روى مسلم من طريق تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالى اراكم رافعى ايديكم كانها

اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ الخ الحدیث (ج ۱ ص ۱۸۱)قال النووی وفیہ الامر بالسکون فی الصلاۃ والخشوع فیھا والاقبال علیھا وروی الترمذی من طریق ابن المبارک عن اللیث عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ الصلاۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول ترفعھا الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یا رب یا رب ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا قال ابو عیسیٰ وقال غیر ابن المبارک فی ھذا الحدیث من لم یفعل ذلک فھو خداج اھ (ص ۸۲) الخ (الیٰ ان قال) قال ابو الحسن علیہ الرحمۃ (ینبغی للرجل اذا دخل فی صلاۃ ان یخشع فیھا فان اللہ تعالیٰ مدح الخاشعین فی صلاتھم فیکون منتھی بصرہ الی موضع سجودہ۔۔۔ اما الخشوع لقولہ تعالیٰ "الذین ھم فی صلاتھم خاشعون وروی ان النبی ﷺ رأی رجلا یعبث بلحیتہ فی صلاتہ فقال لو خشع قلبہ لخشعت جوارحہ الخ کتاب الآثار مع تعلیق ابو الوفا الافغانی صفحہ ۳۳۰، ۳۰۱ و ۳۰۲

ملتقطاً وقول الحلوانی علیہ الرحمۃ: منفردات الحلوانی مثل قولہ فی تسمیۃ الذبح بسم اللہ اللہ اکبر ولا یقول واللہ اکبر لانہ یقطع الفور مردودۃ علیہ لانہ اجتھاد فی مقابلۃ النص او مقابلۃ امامہ وکذا اقوال غیرہ من علماء المذھب خلاف صاحب المذھب واصحابہ مردودۃ علیھم لا یصغی الیھا ولیست بحجۃ علی مقلد امام خاص ولا یلزمہ الأخذ بہ وکذلک قول بعض معاصرین فی بعض مؤلفاتہ (الیٰ ان قال) ولو سلم انہ مجتھد فقولہ لا یکون حجۃ لنا صفحہ ۲۶۶۔اھ (آگے جاکر تحریر فرماتےہیں) وکذالک لا حاجۃ الی تطبیق قول الحلوانی مع قول الامام وتأویلہ لأن ظاھر قولہ یرد قول الامام وللمقلد ان یقلد امامہ ولا یلتفت الی قول من سواہ ولا یکون قول الغیر حجۃ علیہ حتیٰ یحتاج الی تأویلہ اھ صفحہ ۲۷۱ (وایضاً قال) ومنفردات الحلوانی فی مقابلۃ قول امامہ معروفۃ کتب الفقھہ لا یخفی علی من دارس الفقہ۔اھ صفحہ ۲۷۱ و ۲۷۲ کتاب الآثار لامام محمد علیہ الرحمۃ بتعلیق ابو الوفاء فالحق ان اقوال من سوٰاہ من مقلدیہ بقولہ تترک بقولہ وجہ لا یبالی باقوالھم۔الافغانی علیہ الرحمۃ

ترجمہ: یہ بات معلوم ہے کہ احکام شرعیہ اسلام کے ابتداء اور شروع میں مقدار اور طور طریقے کے لحاظ سے ہلکے تھے۔ پھر یوماًفیوماً (دن بدن) ترقی کرتے ہوئے زیادہ اور کثیر ہوئے۔ خاص کر نماز میں سخت باتیں کرنا حرکت کرنا چلنا اور رکعات کی کم اور زیادہ افعال اور جواب ورد سلام وغیرہ کا دروازہ بند ہوا اور یہ امور نماز میں منسوخ ہوئے اور احکام کو محکم کرکے تشدد ہوا اور دین کو مکمل کیا صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴: ترمذی نے وائل سے حدیث نقل کی ہے فرمایا میں مدینہ منورہ آیا میں نے کہا کہ میں ضرور رسول مقبول ﷺ کا نماز دیکھوں گا۔ جب تشہد کے لیے بیٹھا تو بائیں پاؤں پھیلایا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ دیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر دیا (پھر کہا) کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس پر اکثر اہل علم کا عمل ہے اور یہ سفیان ثوری و ابن المبارک اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (جس میں اشارے کا ثبوت نہیں) یعنی امام ترمذی نے ثابت کر دیا کہ مذہب احناف میں اشارہ کرنا نہیں) صفحہ ۲۷۳ کتاب مذکور اور اس حدیث پر امام طحاوی وغیرہ نے عدم اشارہ پر دلیل پکڑی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نماز کی تعظیم کرو۔ یعنی سکون سے ادا کرو (اس طرح مجمع بحار الانوار جلد ۵ صفحہ ۱۰۱) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول (یہ واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ مذہب حنفی میں اشارہ نہیں) مجمع بحار الانوار میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزوں کی زیادتی اور نماز کی کثرت کے وجہ سے یہ فضیلت حاصل نہیں کی مگر آپ کے دل میں تعظیم یعنی سکون تھا اور وقار بردباری اور سنجیدگی تھی اس سے ثابت ہوا۔ وقر ماضی یوقر مضارع وقارا مصدر امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تلخیص میں ہے وقر فی القلب دل میں سکون اختیار کیا اور اس میں ساکن ہوا اور جمارہا۔ راغب نے فرمایا کہ وقار سکون اور بردباری ہے الخ مجمع الانوار جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ میں ہے: قاروا الصلوٰۃ یعنیاس میں ساکن رہو اور حرکت مت کرو اور عبث کام مت کرو۔ اھ۔ میں کہتا ہوں اس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب الآثار میں نقل کیا ہے ص ۵۰ (ونسخہ دیگر صفحہ ۱۲۸) اخرجہ عبد الرزاق ۳۳۰۵۔ ابن ابی شیبہ ۷۳۱۶۔ ۷۳۲۰۔ ۷۳۲۱۔ قال قاروا الصلاۃ یقول اسکنوا اطمئنوا تحت الخط عنہ۔ یہ مجھے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچا ہے کہا کہ نماز کی تعظیم کرو فرمایا سکون اور اطمینان سے نماز ادا کرو سند والے صحیح بخاری کی سند کے رجال ہیں اور میں کہتا ہوں کہ بیہقی نے سنن میں جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ پر بیان کی ہے:

اعمش سے انہوں نے ابی الضحیٰ سے انہوں نے مسروق سے روایت کی کہا کہ عبد اللہ نماز کی تعظیم کرو اور ایک نسخہ میں کہا کہ نماز کے لیے تعظیم کرو۔ ابو الوفاء صفحہ ۳۰۱ مسلم نے تمیم بن طرفۃ و جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے کہا کہ ہم پر رسول مقبول ﷺ ایک دن تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ الحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ نووی نے فرمایا اس میں نماز میں سکون اور خشوع کا حکم ہے اور اس کے طرف اقبال ہے اور ترمذی نے ابن المبارک سے اور اس نے لیث سے اس نے فضل بن عباس سے روایت کی فرمایا رسول مقبول ﷺ نے، نفل نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت میں تشہد ہے خشوع کرنا عاجزی کرنا اور سکون ہے اور ہاتھوں کو اٹھاؤ اپنے رب کیلئے کہ ہتھیلیاں منہ کی طرف ہوں اور کہتے ہوئے اے رب اے رب جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا ایسا ہے اور ایک روایت میں مبارک کے علاوہ کہ اس کی نماز ناقص ہے صفحہ ۸۲ ترمذی الخ (یہاں تک کہ فرمایا) ابو الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (جب آدمی نماز شروع کرے تو اس کو چاہئے کہ اس میں خشوع کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں خشوع کرنے والوں کی صفت فرمائی ہے اس کی نظر کی انتہاء سجدہ کی جگہ پر ہو آسمان کو نہ دیکھے نہ سر بلند کرے اور نہ نیچے کرے) خشوع اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے وہ لوگ جو اپنے نماز میں خشوع کرتے ہیں (کامیاب ہیں) اور روایت ہے کہ نبی کریم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی داڑھی میں عبث کر رہا تھا یعنی ہلا کر خلط ملط کر رہا تھا تو فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء ضرور خشوع کرتے الخ صفحہ ۳۰۰،۳۰۱،۳۰۲ ملتقطاً۔

منفردات حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے منفردات میں سے کچھ یہ ہے۔ مثلاً آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جانور ذبح کرنے پر **بسم اللہ اکبر** کہے اور **بسم اللہ و اللہ اکبر** نہ کہے اس لیے کہ یہ عجلت ختم کرتا ہے یہ حکم اس پر رد ہے اس لیے کہ یہ نص قرآنی کا مقابلہ ہے اور یا نص کا مقابلہ ہے یا اپنے امام کا مقابلہ ہے۔ اس طرح دوسرے مذہبی علماء کے اقوال جو کہ صاحب مذہب اور آپ کے اصحاب کے خلاف ہو ان کو واپس کیا جاتا ہے۔ اس کو کان لگا کر نہیں سنایا جاتا ہے یعنی قبول نہیں کیا جاتا اور ایک خاص مذہب کے مقلد پر حجت نہیں اور مقلد کو ضرور نہیں کہ وہ اس کو قبول کرے اور اس طرح ہمارے ہم عصر بعض علماء اپنے بعض مولفات میں درج کردہ مسائل بھی ایسے ہی ہیں۔ (یہاں تک کہ فرمایا) اور اگر یہ مانا جائے کہ یہ مجتہدین ہے تو ان کا قول ہمارے لیے دلیل نہیں صفحہ ۲۶۶ کتاب مذکور (آگے جا کر لکھا ہے) اور اسی امام حلوانی کے قول کا امام صاحب کے قول کے ساتھ اور یا تاویل کی بھی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کا ظاہر قول امام صاحب کے قول کی تردید کرتا ہے مقلد کے لیے ضروری ہے کہ اپنے امام کی تقلید کرے (تاکہ غیر مقلد نہ بنے) اور اپنے امام کے قول کے خلاف کسی کے قول کو التفات نہیں کرے گا۔ اور نہ ان کا قول اس پر حجت ہے تاکہ تاویل کو محتاج ہو۔ اھ۔ صفحہ ۲۷۱ (وایضاً فرمایا) کتب فقہ میں امام حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تفردات اپنے امام کے خلاف معلوم ہے۔ جس نے فقہ پڑھا ہو تو حق یہ ہے کہ اپنے امام کے علاوہ آپ کے مقلدین اپنے امام کے قول پر ان کا قول چھوڑ دیں اور ان کو اپنے امام کے قول پر چھوڑ دیں اور ان کے اقوال کی کوئی پرواہ نہ کریں یعنی خاطر میں نہ لائیں۔ صفحہ ۲۷۲۔۲۷۱ کتاب مذکور۔

ابو الوفا الافغانی نے کتاب الآثار کی تعلیق میں ذکر کیا:

روی الامام ابویوسف فی آثارہ (ص ۲۱) عن الامام عن طلحۃ ابن مصرف عن ابراھیم قال ترفع الأیدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ و افتتاح القنوت فی الوتر و فی العیدین و عند استلام الحجر و علی الصفا و المروۃ و عرفات و جمع و عند الجمرتین اھ (و نسخہ اخری صفحہ ۶۷)

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آثار میں ابراہیم سے نقل کی سات جگہوں میں ہاتھ اٹھایا جاتا ہے نماز کے شروع میں وتر میں قنوت کے شروع میں عیدین میں حجر اسود کے استلام کے وقت وصفا مروۃ میں اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور جمرتین کے ساتھ۔

(مطبوعہ دارالکتب صدف پلازہ پشاور ص ٦٧ حدیث نمبر ١٠١ وحدیث نمبر ١٠٠ میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ارفع یدیک فی التکبیر الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰۃ ولا ترفع یدیک فیما سواھا) فرمایا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آثار کے ص ٣٧ میں:

ورواہ الامام الطحاوی فی شرح الآثار جلد ١ صفحہ ٣٩١ وقد روی فی ذلک عن ابراھیم النخعی ماحدثنا سلیمان بن شعیب بن سلیمان عن ابیہ عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ عن طلحۃ بن مصرف عن ابراھیم النخعی قال ترفع الأیدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلاۃ وبجمع وعرفات وعند المقامین عندالجمرتین ٥٨٢ وکان الحسن لا یرفع یدیہ فی القنوت ویؤمی باصبعہ ثم ذکر عن سعید ابن المسیب والاوزاعی نحوہ صفحہ ٥٨٣ ۔ واما الایماء باصبعہ المراد منہ الاشارۃ بالمسبحۃ مع عقد باقی الاصابع کما فی التشھد عند بعض الأئمۃ لانھا للدعاء مثل رفع الیدین صفحہ ٥٨٣ ولأن ھذا انتقال من حال الی حال یخالفھا فالسنۃ فیھا التکبیر کالانتقال فی سائر الارکان وانما یرفع یدیہ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن الخ ٥٨٤ وروی فرج مولیٰ ابی یوسف انہ کان یشیر بیدہ فی دعاء القنوت لنا قولہ علیہ السلام کفوا ایدیکم فی الصلاۃ ٥٨٤ لان الدعاء الموضوع فی الصلاۃ لا یسن فیہ بسط الید کالتشھد وجہ قول ابی یوسف (ای الروایۃ عنہ) ان بسط الیدمن سنۃ الدعاء بدلالۃ ماروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما رأیت رسول اللہ ﷺ بعرفات باسطا یدیہ کالمستطعم المسکین وأما روایۃ الحسن فی الاشارۃ بالاصبع فقد ذکر الحسن فی روایۃ انہ یشیر فی حال التشھد ایضاً وروی عن محمد بن الحنیفۃ رضی اللہ عنہ ان الاشارۃ فی دعاء الرغبۃ ان یجعل بطن راحتہ الی السماء والرھبۃ ان یجعل ظھر کفہ الی وجھہ کالمستغیث والمسألۃ ان یشیر بسبابتہ اھ ٥٨٤ اما قولہ روایۃ الحسن انہ یشیر فی حال التشھد ایضا خلاف ظاھر الروایۃ کما ھو خلاف ظاھر المذھب فی قنوت الوتر قال الامام الطحاوی فی مختصرہ (ص ٢٧) فاذا قعد للتشھد قعد علی رجلہ الیسری مفترشالھا ونصب رجلہ الیمنی واستقبل باصابعھا القبلۃ ثم یبسط کفیہ علی رکبتیہ وینشر اصابعہ ولم یشر بشئی منھا اھ وقال الامام ابوبکر الرازی الجصاص فی شرحہ لہ ولا یشیر بشئی منھا لقولہ ﷺ کفوا ایدیکم فی الصلاۃ واسکنوا فی الصلاۃ اھ وکفی بھما قدوۃ ومعرفۃ للمذھب ٥٨٥ ابو الوفاء الافغانی۔

ترجمہ: امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہ ہاتھ سات جگہوں میں اٹھایا جاتا ہے نماز کے شروع کرنے کے وقت اور مزدلفہ میں اور عرفات وعند المقامین اور دونوں جمرات کے ہاں ٥٨٢ یقیناً حسن دعاء قنوت میں ہاتھ نہ اٹھاتے انگلی سے اشارہ فرماتے تھے۔ پھر سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ اور اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے

نحوہ۔ صفحہ ۵۸۳ انگلی سے اشارہ سے مراد مسبحہ پر باقی انگلیاں بند کر کے اشارہ جیسا کہ بعض ائمہ کے ہاں ہے مراد ہے یہ رفع یدین کی طرح دعا کے لیے ہے۔[1]

وجہ یہ ہے کہ یہ ایک حال سے مخالف دوسرے حال کو انتقال ہے تو تکبیر دوسرے انتقالات کی طرح اس میں سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے وجہ سے کہ فرمایا سات مقامات کے علاوہ دوسرے جگہ ہاتھ نہ اُٹھائے الخ ۵۸۴ کتاب مذکور مولیٰ ابی یوسف فرج رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ آپ دعاء قنوت میں ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔

ہمارے لیے دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے۔ نماز میں ہاتھوں کو بند رکھو یعنی اٹھاؤ مت صفحہ ۵۸۴۔ نماز میں جو دعا رکھی گئی ہے تشہد کی طرح اس میں ہاتھ پھیلانا سنت نہیں ہے وجہ ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول (یعنی اس سے روایت) کہ ہاتھ پھیلانا دعا میں سنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مروی روایت کی وجہ سے کہ میں نے رسول ﷺ ہاتھ کو پھیلائے ہوئے دیکھا مسکین کے مستطعم کی طرح جو روایت حسن نے کی ہے انگلی سے اشارہ کی بابت تو حسن نے اپنے روایت میں ذکر کی کہ وہ حالت تشہد میں بھی اشارہ کرتے اور محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دعاء رغبت میں اشارہ اس طرح ہے کہ ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرے اور دعا رہبت ہتھیلیوں کی پشت اپنے منہ کی طرف کرے مستغیث کی طرح اور سوال کرنا ایسا ہے کہ اپنے مسبحہ سے اشارہ کرے ص ۵۸۴ باقی رہا اس کا یہ فرمان کہ روایت ہے کہ حسن حالت تشہد میں بھی اشارہ کرتا یہ ظاہر الروایت کے خلاف ہے (اس لیے حجت نہیں) جیسا کہ یہ ظاہر مذہب کے بھی خلاف ہے (یعنی اصل مذہب میں اشارہ نہیں) وتر کی قنوت میں امام طحاوی (عالم کامل بر مذاہب) نے اپنے مختصر ۲۷ پر تحریر فرما ہے جب تشہد کے لیے بیٹھ جائے تو بائیں پاؤں پر بیٹھے کہ اس کو پھیلائے ہوئے ہوتے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے اس کی انگلیوں کو رو بہ قبلہ کرے پھر اپنے رانوں پر دونوں ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے رکھ دے اور اپنی انگلیوں کو پھیلائے اور ان میں سے کسی پر بھی اشارہ نہ کرے اھ اور علامہ ابو بکر الرازی الجصاص (مجتہد) نے اس کی اپنی شرح میں فرمایا کہ اس میں سے کسی پر بھی اشارہ نہ کرے رسول اللہ ﷺ کے اس امر کی وجہ سے کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھو اور نماز میں سکون کرو۔ اھ۔ یہ دونوں پیشوا و مقتدا ہونے کے لیے اور مذہب حنفی کو پہچاننے کے لیے کافی ہے۔[2]

وضاحت: حدیث شریف : **لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن** سات جگہوں کے علاوہ ہاتھوں کو مت اٹھاؤ۔ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے کتابوں میں بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً: ہدایہ باب صلوٰۃ الوتر صفحہ ۱۲۸ اور عنایہ علی فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۸

---

[1] (کتاب الآثار تعلیق ابو الوفاء الافغانی، ۵۸۳)

[2] (تعلیق لکتاب الآثار شبانی رحمہم اللہ تعالیٰ لابو الوفاء افغانی ص ۵۸۵)

سکھر۔ اور بدائع الصنائع ترتیب الشرائع لعلامہ کاسانی ملک العلماء المتوفی سنۃ ۵۸۷ھ ایچ ایم سعید کراچی جلد ۱ صفحہ ۲۷۳ ولنا ماروینا من الحدیث المشہور الخ صفحہ ۲۷۷ ہمارے لیے دلیل حدیث مشہور ہے جس کو ہم نے بیان کیا۔ اھ۔

محیط برحانی جلد ۲ صفحہ ۲۱ اور البنایۃ فی شرح الہدایۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ اور صفحہ ۲۹۱ **تحت الخط فی تعلیقه کذا فی الاصل**۔ اور **کتاب الاصل بتعلیق ابو الوفا الافغانی** جلد ۱ صفحہ ۱۶۴ **قلت و فی کم مواطن ترفع الأیدی؟ قال فی سبع مواطن الخ** یہ کتاب الاصل میں امام محمد شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح ہے کہ حالت تشہد میں رفع الایدی نہیں یعنی اشارہ کے لیے رفع اصباع نہیں اور شامی جلد ۱ صفحہ ۴۹۲ مصری اور جلد ۱ صفحہ ۳۷۴ شامی مصری اور در مختار جلد ۱ صفحہ ۷۶ اور حاشیہ طحطاوی علی در مختار جلد ۱ صفحہ ۲۲۴ اور اخراج حدیث الطبرانی اس میں اور نصب الرایۃ جلد ۱ صفحہ ۴۶۹ الحدیث الثامن والثلاثون اور تحقیق احمد شمس الدین تحت الخط مجمع الزوائد (ج۲۔ ۱۰۲ او مجمع الزوائد (ج۳۔۲۳۸) و اخرجہ عن البزار ج ا ص ۱۹۱ اور مصنف ابی شیبۃ اور حاکم (ای المستدرک ا۔۷۲۳) تحت الخط واز سنن الکبری (۵/ ۱۱۷ حدیث نمبر ۹۲۱۰) تحت الخط اور رفع الیدین کے بجائے اشارہ بالمسبحہ کو کافی بتاتے ہیں۔

اشارہ بالمسبحہ برائے **اثبات توحید و نفی شرک۔ بوقت التشہد ان لا الہ الخ** نہ مذہب حنفی ہے اور نہ اس کا ثبوت امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہے دراصل اختلاف اشارہ برائے رد سلام میں ہے کہ مذہب حنفی میں نہیں اور باقی آئمہ ثلاثہ کے ہاں ہے۔

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں تحریر فرماہیں:

جلد ۱ صفحہ ۲۷۲ وضع کفه الیمنی علی فخذه الیمنی و قبض أصابعه کلها و اشار الخ و لا شک أن وضع الکف مع قبض الاصابع لا یتحقق۔۔۔ و هو المروی عن محمد فی کیفیة الاشارة۔۔۔ و کذا عن ابی یوسف علیہ السلام فی الامالی و هذا فرع تصحیح الاشارة (یعنی اشارۃ برائے نفی و اثبات) آپ ﷺ نے اپنی داہنی ہتھیلی اپنی داہنی ران پر رکھ دی اور ساری کی ساری انگلیاں بند کر دیں اور اشارہ کیا الخ۔ امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ انگلیاں بند ہونے کے ساتھ ہتھیلی رکھنا متحقق نہیں اور ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجیہ کار آمد نہیں (اپنے امام کے مقابلہ میں۔ آگے لکھتاہے) یہ اشارہ کی کیفیت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت شدہ ہے۔۔۔ اور اس طرح امالی میں ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ فرع ہے تصحیح اشارۃ کی یعنی اصل میں اشارہ برائے نفی و اثبات نہیں۔ جس کا نوادرات کے بارے میں عمدۃ الرعایہ کی تحقیق گزری ہے۔

اور اس طرح صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے:

و طریق نقله لذلک عن المجتهد أحد أمرین اما أن یکون له سند فیه أو یأخذه من کتاب معروف تداولته الایدی نحو کتب محمد بن حسن ونحوها من التصانیف المشهورة للمجتهدین لانه بمنزلة الخبر المتواتر أو المشهور هکذا ذکر الرازی فعلی هذا لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لا یحل عزو ما فیها الی محمد و لا الی أبی یوسف لانها لم تشتهر فی عصر نافی دیار نا ولم تتداول اھ جلد ٦ صفحه ٢٦٥ و مقدمه عمدة الرعایه ص ١١، فتح القدیر ج ٦ ص ٣٦٠، شامی مصری ج ٤ ص ٣٢٩، دراسات فی اصول الحدیث علی منهج الحنفیه ص ٥٠٠، مدخل لاصول الحدیث ص ٢٥٠، النهر الفائق ج ٣ ص ٢٠٢، بدائع الصنائع ج ١ ص ١٠٧، تبنسیق النظام علی مسند الامام ص ٢٤ حاشیه ٦ میں ہے: والنادر ملحق بالعدم اور شرح زیادات ج ١ ص ١٠١ میں ہے: انهم لم یشرحوا النوادر لانهم لیس لهم بدلائل النوادر واصولها۔ یعنی علماء میں سے کسی نے نوادر کی شرح نہیں لکھی ہے اس لئے کہ انہیں نوادر کے دلائل اور اصول کا علم نہیں۔

یعنی مفتی غیر مجتہد سے نقل کرنے کا دو طریقوں میں سے ایک یہ ہے یا تو اس کے لیے اس مسئلہ کا مجتہد سے سند ہو یا معروف کتاب متداول سے نقل کرنا ہے جیسے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور اس طرح مشہور تصانیف مجتہدین کی کیوں کہ یہ متواتر یا مشہور حدیث کے مرتبہ میں ہیں اس طرح امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اس وجہ سے اگر نوادر کا بعض نسخ پائے جائیں ہمارے زمانہ میں تو اس میں جو مسئلے ذکر کئے گئے ہوں اس کی نسبت نہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اور نہ امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو صحیح ہے۔ کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اس لیے یہ کتب ہمارے بستیوں میں ہمارے زمانہ میں مشہور نہیں ہوئیں اور نہ متداول ہوئیں۔ (تو وہ مذہب کیسے بنے۔ یعنی وہ کبھی بھی مذہب حنفی ہے ہی نہیں) تو جب نوادر کے مسئلہ کا ان اماموں کو منسوب کرنا صحیح نہیں کہ یہ ان کا قول ہے تو پھر یہ مذہب حنفی بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ مذہب حنفی کے ساتھ مذاق ہے کہ اس کو جب نمازی سجدہ میں گھٹنے زمین پر نہ رکھ دے تو امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ یہ جائز ہے فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الفتاوی میں ذکر کیا ہے یہ یہی شاذ روایت ہے ہم اس پر عمل نہیں کرتے جلد ١ صفحہ ٩٨ کتب علمیہ بیروت۔

جب نوادر کے نہ دلائل معلوم اور نہ اصول معلوم تو پھر وہ حجت کیسے بنے اور مذہب کیسے بنے۔

اس طرح مذکورہ حدیث میں ایسا کوئی نکتہ نہیں جس سے یہ مسئلہ ثابت ہو جائے۔ بلکہ امام مالک اور امام شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ رد سلام کے لیے تھا اور مذہب حنفی میں یہ منسوخ ہے اس لیے رد سلام اور دعا کے لیے انگلی سے

اشارہ نہ کرے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبث بالحصیٰ کے لیے نقل کی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مستحقین صدقات کے بارے میں ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (التوبة ٦٠)

زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے(۱۳۷) محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھوڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

جب منافقین نے تقسیمِ صدقات میں سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا تو اللہ عزوجل نے اس آیت میں بیان فرما دیا کہ صدقات کے مستحق صرف یہی آٹھ قسم کے لوگ ہیں۔ انہیں پر صدقات صَرف کئے جائیں گے، ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اموالِ صدقہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں، آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع۔ صدقہ سے اس آیت میں زکوٰۃ مراد ہے۔

مسئلہ : زکوٰۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ قرار دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے مولّفۃُ القلوب باجماعِ صحابہ ساقط ہو گئے کیونکہ جب اللہ تبارَک و تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی۔ یہ اجماع زمانۂ صدیق میں منعقد ہوا۔

مسئلہ : فقیر وہ ہے جس کے پاس ادنٰی چیز ہو اور جب تک اس کے پاس ایک وقت کے لئے کچھ ہو اس کو سوال حلال نہیں۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ سوال کر سکتا ہے۔

عاملین وہ لوگ ہیں جن کو امام نے صدقے تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو، انہیں امام اتنا دے جو ان کے اور ان کے متعلقین کے لئے کافی ہو۔

مسئلہ : اگر عامل غنی ہو تو بھی اس کو لینا جائز ہے۔

مسئلہ : عامل سید یا ہاشمی ہو تو وہ زکوٰۃ میں سے نہ لے۔ گردنیں چھوڑانے سے مراد یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے مکاتَب کر دیا ہو اور ایک مقدار مال کی مقرر کر دی ہو کہ اس قدر وہ ادا کر دیں تو آزاد ہیں، وہ بھی مستحق ہیں، ان کو آزاد کرانے کے لئے مالِ زکوٰۃ دیا جائے۔ قرضدار جو بغیر کسی گناہ کے مبتلائے قرض ہوئے ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں انہیں ادائے قرض میں مالِ زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بے سامان مجاہدین اور نادار حاجیوں پر صَرف کرنا مراد ہے۔ ابنِ سبیل سے وہ مسافر مراد ہیں جس کے پاس مال نہ ہو۔

مسئلہ : زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

مسئلہ :زکوٰۃ انہیں لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی تو ان کے علاوہ اور دوسرے مصرف میں خرچ نہ کی جائے گی، نہ مسجد کی تعمیر میں، نہ مردے کے کفن میں، نہ اس کے قرض کی ادا میں۔

مسئلہ :زکوٰۃ بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے اور نہ آدمی اپنی بی بی اور اولاد اور غلاموں کو دے۔[1]

ف: یہ کل آٹھ مصارف ہیں ان کے متعلق یہ مسائل ہیں:

مسئلہ: موٗلفۃ القلوب کو جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں زکوٰۃ دی جاتی تھی گو وہ مسلمان نہ ہوں مگر ان کے مسلمان ہونے کی امید ہو یا محض ان کے شر و فتنہ سے بچنے کے لیے اور یا مسلمان ہوں مگر غریب نہ ہوں محض ان کو اسلام سے محبت پیدا کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں اجماع ہو گیا ان کے عدم استحقاق پر، جو علامت ہے حکم سابق کے منسوخ ہو جانے کی۔

اخرجه ابن ابی شبية و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشيخ و البخاری فی تاريخه عن ابن جبير و الشعبی و عبيدة اسلمانی رضی اللہ عنہ كذا فی الدر المنثور۔

البتہ اگر مسلمان اور غریب ہو تو دوسرے اصناف میں داخل ہو جائیں گے۔ اھ۔

ترجمہ کنز الایمان:(و اقول ايضاً فيه) و قبض أصابعه كلها۔ المناط فيه السكون۔ (وهو الذی) لا يمكن أن ينقطع حتی ينقطع أصل التكليف و ذلک عند قيام الساعة۔ فافهم) اگر کوئی غیر حنفی نہ مانے تو نہ مانے۔

مثال دوم: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۲- ۲۸۳ ابن ماجة ابو اب الشهادات باب الاشهاد علی الدين: عن ابی سعيد الخدری تلا هذه الاٰية يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۲۸۲) وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا

[1] (تفسیر احمدی و مدارک)

فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (۲۸۳)۔۔۔۔حتی بلغ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فقال هٰذه نسخت ماقبلها۔

انحاج الحاجة حاشیہ نمبر ۳ پر لکھتے ہیں:

فانسخ ههنا بمعنى التخصيص الخ ابن ماجه صفحه ۱۷۱ یہاں تک پہنچا: (اور اگر ایسے وقت میں بھی) ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو (اور اس لیے رہن کی ضرورت نہ سمجھے تو) تو فرمایا ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ حدیث میں کہ اس نے ما قبل کو منسوخ کر دیا ہے۔ مجدد عبدالغنی دہلوی نے شرح میں ذکر کیا کہ نسخ سے مراد نسخ اصطلاحی نہیں بلکہ یہاں نسخ تخصیص کے معنی پر ہے (میں کہتا ہوں کہ تخصیص بھی اقسام نسخ سے ہے جیسا کہ اپنے محل پر مذکور ہے اس حدیث مذکورہ کا حصہ اشارہ نماز میں منسوخ ہے اور قلب الحصی کا حصہ غیر منسوخ۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں العمل فی الجلوس فی الصلوٰۃ صفحہ ۷۰، ۷۱ پر ذکر کیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الام جلد ۱ صفحہ ۳۸۴، ۳۸۵ پر حدیث نمبر ۲۰۰ پر بیان کی ہے اور مسند الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ مترجم ۱۸۲ اور صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۶ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں باب العبث بالحصی فی الصلوٰۃ ومایکرہ من تسویتہ میں صفحہ ۱۰۶ پر لے آئے ہیں۔

عرض یہ ہے کہ اس روایت میں یہ تمام انگلیاں بند کر لیتے تھے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے تھے۔ جس کی تفصیل گزری ہے انگلیاں بند کر لیتے تھے یعنی انگلیاں ساکن ہوتیں اور اشارہ کرتے تھے یہ دلیل ہے کہ ساکن نہ ہوتے بلکہ حرکت کرتے اسلئے ہر عالم یہ محسوس کرے گا کہ اس میں ایک لفظی اور دوسرا معنوی اضطراب ہے اور مضطرب حدیث سے احتجاج نہیں ہو سکتا دوسری بات یہ ہے کہ اس میں تصریح نہیں ہے کہ اشارہ نفی اثبات کیلئے تھا یا کسی اور مقصد کے لئے تھا نہ کتاب الام کوئی میں وضاحت منقول ہے اور نہ دیگر کتابوں میں۔

اعلاء السنن میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کشف رکبتیہ کی حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

بانه حديث مضطرب لايقوم بمثله حجة۔

یعنی مضطرب حدیث حجت نہیں ہو سکتی۔ ج ۲ ص ۷۶۴، قلت وبالامكان لايرتفع الاضطراب الالم يبق فى الدنيا حديث مضطرب فافهم۔ اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۸۷، (هيئة جلسة التشهد والاشارة)

یعنی امکان پر اضطراب ختم نہیں ہو سکتا اگر ایسا نہ ہو تو پھر دنیا میں حدیث مضطرب باقی نہیں رہتی اس کو پہچان لو۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

یعنی جب کسی روایت میں احتمال آجائے تو اس پر دلیل پکڑنا باطل ہو جاتا ہے۔[1]

---

[1] (اعلاء السنن ج ۲ ص ۵۷۵ و ص ۶۴۹)

مضطرب حدیث کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہومقدمه مشکوة ص ۴ ومقدمه ابن الصلاح اوراس کی شرح التقیید والایضاح ص ۱۲۴ کے ساتھ۔ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ اورمقدمه ابن الصلاح النوع التاسع عشر معرفة المضطرب ص ۴۲، النکت علی مقدمه ابن الصلاح ص ۲۲۳ اورالشذالضیاح من علوم الابن الصلاح ص ۱۳۷۔

ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایااور نفی اشارہ کیلئے دلیل یہ بیان کی:

وعن کثیر من المشائخ لایشیر اصلاً۔

یعنی جمہور علماء احناف کے ہاں بالکل اشارہ نہ کرے۔

لہٰذا ان کے مقابلہ میں بعض شاذ علماء کا قول حجت نہیں اورجب عدم اشارہ یااشارہ نہ کرناروایت ودرایت سے ثابت ہے اس لئے ابن الہام نے تحریر کیا: هو خلاف الدراية والرواية۔ کہ درایت اورروایت سے اشارہ کرنا خلاف ہے اس لئے اشارہ مذہب حنفی میں نہیں یعنی اشارہ کرنادرایت وروایت کے خلاف ہے اس لئے اشارہ نہ کرے اوردیگر دلیل عدم اشارہ کیلئے یہ ذکر کی: وعن الحلوانی علیہ السلام نقیم الاصبع عندلااله وضعهاعندالاالله لیکون الرفع لنفی و لوضع للاثبات۔ یعنی حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ لا اله کہنے کے وقت انگلی اٹھائے اور الا الله کہنے کے وقت اسے رکھ دے تاکہ اٹھانا نفی کیلئے ہو اور رکھنا اثبات کیلئے ہوجائے۔

شاہ انورشاہ کشمیری نے بھی عرف شذی میں تحریر کیاہے کہ یہ حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے(اوراس کی رائے جیسا کہ گزری ہے کہ مجتہد نہیں، دلیل نہیں اور اگر مجتہد بھی ہو تو امام صاحب کے مقابلہ میں متروک ہے۔)[1]

پھر آگے جاکر تحریر کیاہے:

فرج مولا ابی یوسف قال رایت مولای ابایوسف اذادخل فی القنوت للوتر رفع یدیه فی الدعاءقال ابن عمران کان فرج ثقة انتهیٰ ووجهه عموم دلیل الرفع للدعاءویجاب بانه مخصوص بمالیس فی الصلاة للاجماع علی ان لارفع فی الدعاءالتشهد۔

یعنی ابویوسف کے مولا فرج نے کہاکہ میں نے اپنے مولاابویوسف کودیکھاکہ جب وہ وتر میں دعائے قنوت شروع کرتے تودعامیں ہاتھ اٹھاتے تھے۔(ابن ابی عمران نے کہاکہ فرج ثقہ تھا۔انتہیٰ۔)اوراس کی وجہ دعاکیلئے ہاتھ اٹھانے کی دلیل عام کی عموم ہے۔اور جواب دیاجاتاہے کہ یہ اس دعاکے ساتھ خاص ہے جو نماز میں نہیں ہو بلکہ خارج از نماز ہواجماع کی وجہ سے کہ تشہد کی دعامیں ہاتھ اٹھانا نہیں۔[2]

---

[1] (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۲)

[2] (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷۵مطبوعہ سکھر)

الشیخ محمد انور شاہ کشمیری ثم الدیوبندی نے تحریر فرمایا ہے:

واعلم انه مر فی هذا الحدیث صفحه ۳۴۵ جلد ۲ رفع یده أو اصبعه ثم قال فی الرفیق الأعلی۔

وفیه فائدة مهمة ینبغی الاعتناء بها۔ وهی أن فیه اشارة الی ان الرفع الاصبع أیضاً من صور الدعاء۔ ولهذا عده الشیخ ابن الهمام صورة من صورها فجوزه فی شدة البرد وعند الترمذی فی باب ماجاء فی کراهیة رفع الایدی علی المنبر فی الدعاء [عن حصین بن عبدالرحمن السلمي:] سَمِعتُ عِمارةَ بنَ رُوَیبةَ وبِشْرُ بنُ مَرْوانَ یَخطُبُ، فرَفعَ یَدیْه في الدُّعاءِ، فَقال عِمارةُ: قَبّح اللهُ هاتَینِ الیَدیْنِ القَصیرَتینِ! لَقد رَأیتُ رَسولَ اللهِ ﷺ، وَما یَزیدُ علی أنْ یَقولَ هَکذا، وأَشارَ هُشَیمٌ بِالسَّبّابةِ۔ اھ۔[1]

وحمله بعضهم علی ان الرفع کان للتفهیم علی ماعرفوه من عادة الخطباء، وذلک لعدم علمهم بکونه صورة من صور الدعاء ایضاً وفقدان العمل، وانقطاع التعامل، والصواب عندی انه کان للدعاء کما بوب به الترمذی وکذلک عند البیهقی کیف: وفی الحدیث تصریح بان الرفع کان للدعاء والیحفظ لفظ الترمذی فان فیه تصریحاً بذلک، اھ۔[2]

ولقد مر من اعلاء السنن: أن المطلوب من الشرع عدم الحرکة فی الصلاة ومبناها السکون والخشوع وایضاً قال السکون الذی هو طریق ما اجمع علی طلبه فی الصلاة أعنی الخشوع۔[3]

علامہ انور شاہ کشمیری نے فرمایا کہ یہ حدیث گزری ہے۔ ہاتھ یا انگلی کو اٹھایا پھر فرمایا کہ رفیق الاعلیٰ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس میں بہت اہم فائدہ ہے۔ اس طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ یقیناً انگلی اٹھانا بھی دعا کے طریقوں میں سے ہے۔ اس وجہ سے شیخ ابن الھمام نے اس کو دعا کے طریقوں میں سے ایک طریقہ شمار کیا۔ (جس کا تذکرہ مختلف کتابوں میں سے گزرا ہے) تو سختی کے حالت میں اس کو جائز کیا۔ ترمذی میں باب ہے اس کے بیان میں جو منبر پر دعا کرنے میں ہاتھ اٹھانے کی کراہیت کے بارے میں آئے ہیں کہ بشر بن مروان نے تقریر میں خطبہ دیتے ہوئے ہاتھ اٹھایا تو عمارۃ نے فرمایا، بد دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان چھوٹے ہاتھوں کو برباد کرے۔ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس طرح اشارہ سے زیادتی نہیں کی اور ہشیم نے مسبحہ پر اشارہ کیا اھ۔ اور بعض نے اس کو تفہیم پر محمول کیا ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے خطباء کے عادۃ یہی پہچانی۔ اور یہ اس وجہ سے کہ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ایک شکل ہے دعا کے طریقوں میں سے بھی اس پر عمل کے کمی کے وجہ سے اور تعامل ختم ہونے کے وجہ سے اور میرے ہاں حق یہ ہے کہ یہ اٹھانا دعا کے لیے تھا۔ جیسا کہ ترمذی نے اس پر باب منعقد کی اور اس طرح بیہقی کے ہاں بھی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو۔ کہ حدیث شریف میں اس کا وضاحت موجود ہے کہ انگلی اٹھانا دعا کے لیے تھا۔ ترمذی کا لفظ یاد رکھو اس لیے کہ

[1] (الترمذی ج ۱ ص ۶۸ فاروقی کتب خانہ ملتان)

[2] (فیض الباری علیٰ صحیح البخاری، ج ۴ صفحہ ۱۴۳ کتاب المغازی)

[3] (اعلاء السنن، جلد ۲ صفحہ ۸۵۰)

اس میں اس کا تصریح موجود ہے (اعلاء السنن سے گزرا ہے کہ شریعت میں نماز میں حرکت نہ کرنا مطلوب ہے۔ اور نماز کا بنا سکون اور خشوع پر ہے اور ایضاً فرمایا کہ نماز میں سکون وہ طریقہ ہے جس کے طلب پر نماز میں اجماع ہے میرا مراد خشوع یعنی دل میں باطل خیالات بالقصد حاضر نہ کرنا اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرنا ہے۔

نتیجہ:

تحقیق مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مذاہب اربعہ کے اماموں یعنی امام ابو حنیفۃ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کوئی بھی تشہد میں نفی اور اثبات کے لیے اشارہ کا قائل نہیں نہ ان سے کوئی تصریح موجود ہے اور اشارہ برائے رد سلام کا ائمہ ثلاثہ قائل ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں دعا کے وقت نماز کے اخر میں انگلی اٹھانا تھا جیسا اجماعاً متروک ہے اس طرح رد سلام کے لیے نماز میں انگلی اٹھانا نہیں ہے۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری نے فرمایا انگلی سے دعا جس کا تفصیل گزرے ہوئے اوراق میں کئے کتب سے بیان ہوا ہے ناپید ہونے کے وجہ سے علماء اپنے اپنے صواب دید پر کسی نے اشارہ برائے رد سلام پر محمول کیا اور کسی نے نفی اثبات پر۔

شاہ صاحب کی تائید کے لیے مسند طیایسی کا نقل کردہ حدیث ملاحظہ کرو:

حدیث نمبر ۱۱۱۳ (بحث) وحدثنا ابو دأود قال حدثنا سلام بن سلیم قال حدثنا عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل الحضرمی قال صلیت الی ان قال: ثم وضع کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی، ویدہ الیسری علی فخذہ الیسری وجعل یدعوا ھکذا یعنی بالسبابۃ یشیر بھا اھ مکتبہ: دار الکتب علمیہ بیروت جلد ۱ ص ۵۷۵ سلیمان بن داؤد متوفی ۲۰۴ھ۔

یعنی کلیب وائل حضرمی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا میں نے نماز کی الیٰ ان قال پر اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھ دے اور اس طرح دعا شروع کی یعنی مسبحہ پر دعا کرتے ہوئے اس پر اشارہ کرتے تھے۔ وائل بن الحضرمی کا حدیث ترمذی کے حوالہ سے پہلے بیان ہوا ہے۔

مولانا حسین علی النقشبندیؒ تحریرات حدیث علی اصول التحقیق میں تحریر کرتا ہے:

وعند الشافعیۃ یستحب عند قولہ: الا اللہ فھذا لا ندری ماخذہ صفحہ ۱۶۱ واما الرفع عند الوضع عنہ الا اللہ لم نریٰ فی حدیث تابی ھذا الشداباء صفحہ ۱۶۱ (شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے شرح موطا میں بھی شافعیہ کے قول کا اتباع کی ہے) **واما الاشارۃ عند النفی والوضع عند الاثبات فلا شبۃ انہ لیس بشئی صفحہ ۱۴۵۔**

شوافع کے ہاں الا اللہ پڑھتے وقت مسبحہ اٹھانا مستحب ہے۔ اس کا ماخذ کہ کس حدیث سے ثابت ہے ہمیں معلوم نہیں۔

اور ران پر ہاتھ رکھ کر الا اللہ پڑھتے وقت انگلی اٹھانا کسی حدیث میں ہم نے نہیں دیکھا ہے یہ سخت انکار کرتا ہے۔

جو نفی کے وقت اشارہ کرنا اور اثبات کے وقت انگلی رکھنا اس میں کوئی شک ہے نہیں کہ یہ کوئی چیز ہے نہیں۔

تحریرات حدیث ابھی ابھی دستیاب ہوئیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے اخر میں اس کو یعنی حصہ اشارہ کو باترجمہ منسلک بذا کروں گا۔

قابل توجہ نکتہ: امام ابوداؤد طیالسی نام و نسب سلیمان، ابو داؤد کنیت اور سلسلۂ نسب یہ ہے۔ سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیاسی۔

عظمت: الف: موصوف کا تعلق خیر القرون سے ہے اور تبع تابعین میں شمار ہے۔ مصنف کی حیثیت سے موصوف کا شمار صف اول کے مصنفین میں کیا جاتا ہے۔ محدثین نے مسند ابی داؤد الطیاسی کی وایات کو کتاب السنن میں نقل کیا ہے۔ آپ کو فن جرح و تعدیل میں بھی بلند مقام حاصل تھا۔ ماخوذ از النور الطرابلسی فی تبویب المسند لابی داؤد الطیالسی مترجم مولانا ابو احمد محمد دلپذیر صاحب کے مقدمہ مولانا محمد عبد الحلیم چشتی فاضل دیوبند: تفصیل کے لیے اس کے طرف رجوع فرمادیں۔

اظہار حقیقت:

(مالابدمنہ) باب موضع النظر فی الصلاۃ۔

صاحب اعلاء السنن نے اس باب میں ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن سرین رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سیدنا أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے احادیث بیان کی ہے اور تحت الخط تحریر کرتے ہیں:

وحديث أبي دأود ظاهر ايدل على أن يكون نظره في حال القعود الى حجره كما قاله الشيخ و في الدر المختار لها (اى للصلاة) آداب الىٰ ان قال: نظره الى موضع سجوده حال قيامه۔۔۔ والى حجره حال قعوده۔۔۔ لتحصيل الخشوع، اه۔

ابوداؤد کا حدیث شریف ظاہر طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ قعدہ کے حالت میں نمازی اپنے گود کی طرف دیکھیں۔ جیسا کہ شیخ نے کہاہے اور در مختار میں ہے کہ نماز کے لیے اداب ہیں یہاں تک کہ فرمایا قیام کے وقت اس کا نظر سجدہ کے جگہ پر ہو۔ اور التحیات میں اپنے گود کو دیکھیں خشوع کے حصول کے لیے۔ یعنی نماز خشوع کے ساتھ ادا ہو۔[1]

---

[1] (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۷۷ ۲ کتاب مذکورہ)

علاؤالدین الحصکفی کا فتویٰ:

آداب نماز بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدیمہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال سجودہ والی حجرہ حال قعودہ وال متکبہ الایمعاو الایسر عند التسلیمۃ او لالیٰ و الثانیۃ لتحصیل الخشوع، انتھی۔

ترجمہ: مستحب ہے۔ کہ حالت قیام مین نظر سجدہ کی جگہ رکوع میں پشت قدم پر سجدہ میں ناک پر اور بیٹھنے کی حالت میں گود پر اور پہلے سلام کے وقت دائیں کندھے پر اور بائیں سلام کے وقت بائیں کندے پر نظر رکھنا چاہئے۔[1]

اور علامہ ابن عابدین نے حاشیۂ شامی میں جلد ا صفحہ ۳۵۳ پر ذکر کیا ہے:

(قولہ و الیٰ أرنبۃ أنفہ) أی طرفہ قاموس (قولہ و الیٰ حجرہ) بکسر الحاء و الجیم و الراء المھملۃ ما بین یدیک من ثوبک قاموس (قولہ لتحصیل الخشوع) علۃ للجمع لان المقصوء الخشوع و ترک التکلف الخ۔

یعنی سجدہ میں ناک کے طرف کو اور حجر سے گود مراد ہے یہ حجر کا اردو ترجمہ ہے اور اس کا یہ قول کے لتحصیل الخشوع ہے یہ سب کے لیے علت اس لیے کہ مقصود خشوع اور تکلف نہ کرنا ہے۔[2]

اور حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار، بحر الرائق اور بدائع الصنائع میں ہے:

لان ھذا کلہ تعظیم و خشوع۔

یعنی سب تعظیم اور خشوع ہے۔[3]

اور مختصر الطحاوی مع شرعہ: شرح مختصر الطحاوی میں ہے:

قال ابو جعفر: (و الاصل للمصلی أن یکون نظرہ فی قیامہ الی موضع سجودہ و فی رکوعہ الی قدیمہ، و فی سجودہ ألی انفہ و فی قعودہ الی حجرہ) قال ابوبکر أحمد: الاصل فیہ قول اللہ (تعالیٰ) عزوجل: (الذین ھم فی صلاتھم خشعون قیل فی معنی الخشوع أنہ السکون۔[4]

ویدل علیہ قول النبی ﷺ فی حدیث جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ (أسکنوا فی الصلاۃ) و ظاھر الآیۃ و الخبر یقتضی منع تکلف النظر الیٰ غیر الموضع الذی یقع بصرہ علیہ فی ھذا الاحوال من غیر کلفۃ۔ و معلوم أن القائم متی لم یتکلف النظر الیٰ غیر الموضع الذی یقع بصرہ علیہ کان منتھیٰ بصرہ الیٰ موضع سجودہ، و فی رکوعہ یقع بصرہ الیٰ قدیمہ، و فی سجودہ الیٰ انفہ، و فی قعودہ الی حجرہ۔ ھذا اذا خلی نفسہ و سوم طبیعتہ (معناہ: ای خلی نفسہ علی طبیعتہ العادیۃ

---

[1] (درمختار جلد ا صفحہ ۷۳)

[2] (ردالمختار مصری)

[3] (حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار جلد ا صفحہ ۲۱۴، بحر الرائق جلد ا صفحہ ۳۰۴، بدائع الصنائع جلد ا صفحہ ۲۱۵)

[4] (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۲۵۲)

بدون تکلف) و لا یقع بصرہ فی ھذا الأحوال الیٰ غیر ھذہ المواضع الا بالتکلف فلا ینبغی أن یفعل ذلک: لانہ ینافی الخشوع و السکون۔

شرح مختصر الطحاوی میں امام طحاوی نے فرمایا:

نماز کرنے والوں کے لیے اصل یہ ہے کہ قیام کے حالت میں اس کا نظر سجدہ کے جگہ کو ہو اور اس کے رکوع میں میں پاؤں کو اور اس کے سجدہ میں ناک کو اور اس کے بیٹھنے کے وقت گود کو ہو۔ اور ابو جعفر جصاص نے فرمایا: اس کے لیے دلیل اللہ جل جلالہ کا یہ ارشاد ہے (کامیاب) وہ لوگ ہیں جو اپنے نمازوں میں خشوع کرے خشوع کے معنی میں کہا گیا ہے کہ یہ سکون ہے اس پر حضور مقبول ﷺ کا یہ قول بھی ہے جابر بن سمرۃؓ کے حدیث میں نماز میں سکون کرو آیا ہے۔

ظاہر آیت اور حدیث اس پر دلیل ہے کہ جس جگہ بغیر تکلف کرنے اس کا نظر نماز میں پڑھتا ہے تکلف سے اور جگہ کو دیکھنا منع ہے۔ اس حالت میں اور کھڑا شخص جب تکلف نہیں کرتا تو یہ معلوم بات ہے کہ جس جگہ پر تکلف نہ کرتے نظر پڑھتا ہے تو اس کے نظر کا انتہا سجدہ کرنے کا جگہ ہے اور اس کے رکوع میں اس کا نظر قدموں پر پڑھتا ہے اور اس کے سجدہ میں ناک پر اور اس کے قعدہ کے حال میں اس کے گود کو ہوتا ہے۔ یہ جب ہے کہ اس کا نفس طبیعت کے مطابق تکلف ہو۔ اور اس حالت میں اس کا نظر اسی جگہوں کے علاوہ بغیر تکلف دوسرے جگہ پر واقع نہیں ہوتا۔ مگر تکلف سے دوسرے جگہ پر واقع ہوتا ہے۔ تو اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اس لیے کہ یہ خشوع اور سکون کے منافی ہے۔ جس جگہ ہاتھ یا انگلی ہاتھ کے جگہ نماز میں آیا ہے تو وہ وسیلہ ضرورت کے وجہ سے ہے جیسا کہ گزرا ہے اور کتاب ظاہر روایت زیادۃ الزیادات میں امام محمدؒ نے ذکر کی ہے: (الثابت بالضرورت یقدر بقدرہ) یعنی جو ضرورت کے وجہ سے ثابت اور جائز ہو جائے وہ ضرورت کے مقدار پر ہوتا ہے اس سے زائد نہیں ہوتا۔ اور قعدہ میں یہ عمل نہ مقاصد صلاۃ سے ہے اور نہ از قبیلہ وسائل ہے لہٰذا اس کو ان وسائل پر قیاس نہیں کیا جاتا۔ [1]

اور تبیین الحقائق میں ہے:

ان المقصود الخشوع و ترک التکلف فاذا ترکہ وقع نظرہ فی ھذہ المواضع قصد أو لم یقصد۔

یعنی امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ نے شرح کنز تبیین میں ذکر کیا کہ مذکورہ بالا مواضع کو نماز میں دیکھنا اس لیے مطلوب ہے کہ مقصد خشوع اور ترک تکلف ہے تو اگر اہل نماز اس کو چھوڑ بھی دیں پھر بھی اگر وہ ارادہ کرے یا نہ کرے مگر اس کی نظر ان جگہوں پر پڑتی ہے۔ [2]

[1] (شرح مختصر الطحاوی جلد نمبر ۱ صفحہ ۶۴۸ و ۶۴۹)

[2] (تبیین الحقائق، جلد ۱ صفحہ ۲۸۳)

اور تبیین کے حاشیہ میں شیخ شلبی نے بھی فرمایا کہ اپنے قعدہ میں اپنے گود کو نظر کرے اور شیخ عبدالحق نے لمعات التنقیح جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ میں اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا حدیث انس کے وجہ عمل شافعیہ یہ ہے کہ تمام نماز میں سجدہ کے جگہ کو دیکھیں اس لیے بیضاوی کا کلام اپنی تفسیر هم فی صلاتهم خاشعون۔ اس پر دلیل ہے۔ لیکن طیبی شافعی مذہب والے نے فرمایا ہے کہ قیام میں جائے سجدہ کو اور رکوع میں پشت پاؤں کو اور سجدہ میں ناک کو اور تشہد میں گود کو یہ اس کے موافق ہے جیسے علماء احناف نے فرمایا ہے جلد ا صفحہ ۴۶۶ اور منتخلص شرح کنز نے جلد ا صفحہ ۱۸۶ پر ذکر کیا اور فرمایا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں خشوع کرنے والوں کی مدح فرمائی۔ اپنے اس ارشاد سے (قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون) کہ یقیناً وہ مؤمنین کامیاب ہوئے جو اپنے نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

اور تاتار خانیہ نے جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ مذکورہ جگہوں کو دیکھنا بیان کی ہے اور آگے جاکر ۱۸۷ پر تحریر فرماہے:

(ینبغی أن یکون فی الصلوٰة حاضر القلب خاشعا بنفسه و قلبه فیکون منتهی بصره فی القیام الیٰ موضع سجوده و فی الرکوع الی قدمیه) الی آخر مامر۔

یہ مستحب ہے کہ نماز میں اس کا دل حاضر ہو نفس اور دل دونوں پر خشوع کرنے والا ہو تو حالت قیام میں اس کی نظر کی انتہا سجدہ کے جگہ تک ہو اور رکوع میں پاؤں کو گزرے ہوئے بیان کردہ کے آخر تک اور مجمع الانهر جلد ۱ صفحہ ۱۳٦ اور در المنتقی فی شرح الملتقی جلد ۱ صفحہ ۱۳٦ نور الایضاح صفحہ ۷۲ اور مراقی الفلاح شرح نور الایضاح تحریر کرتا ہے:

(و) منها (نظر المصلی) سواء کان رجلا او امرأة (الی موضع سجوده قائما) حفظا له عن النظر الی مایشغله عن الخشوع (و) منها نظره (الی ظاهر القدم رکعا و الی أرنبه أنفه ساجداً و الی حجره جالسا) ملاحظا قوله ﷺ اعبدالله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک فلا یشتغل بسواه الخ۔

ترجمہ: اور اس میں سے نماز کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت ہو قیام کے حالت سجدہ کے جگہ کو نظر کرنا مستحب ہے کہ حفاظت کرنے والا ہو اس چیز سے کہ آپ کو خشوع میں مشغول کرتا ہے اور اس میں سے اس کا نظر کرنا ہے پاؤں کے پشت کو رکوع کے حالت میں اور سجدہ کے حالت ناک نظر کرنے والا اور جلسو کے حالت میں اپنی گود کو نظر کرے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا ملاحظہ کرتے ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ایسی عبادت کرو گویا تم اللہ پاک کو دیکھتے ہو اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتے ہو تو وہ تمھیں کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔

اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

بنا بر اصل مذہب اگر آپ کعبہ شریفہ کا مشاہدہ کرتے ہو تو بھی ایسا کرو اور آخر میں فرمایا کہ اس کو شرح اربعین میں سعد نے ذکر کیا ہے۔[1]

و عن أنس، ان النبی ﷺ قال یا انس! اجعل بصرک حیث تسجد، رواہ (البیھقی (فی سننه فی الکبریٰ من طریق الحسن عن أنس یرفعه) قوله: اجعل بصرک حیث تسجد (رمظ) یستحب للمصلی أن ینطر فی القیام الی موضع سجودہ، وفی الرکوع الی ظھر قدمیه وفی السجود الی انفه وفی التشهد الی حجرہ۔

ترجمہ: اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں تم اپنی نگاہ وہاں رکھو جہاں سجدہ کرتے ہو اس روایت کو بیہقی نے سنن کبریٰ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہ طریق حسن نقل کیا ہے۔ جس کو جزری نے مرفوع کہا ہے۔[2]

تشریح: اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری نماز میں نظر سجدہ کی جگہ رکھنی چاہیئے چنانچہ شوافع کا عمل اسی پر ہے مگر علامہ طیبی نے فرمایا (جیسا کہ گزرا) کہ مستحب یہ ہے کہ حالت قیام میں نظر سجدہ کی جگہ، رکوع میں پشت قدم پر سجدہ میں ناک کی طرف اور بیٹھنے کی حالت میں گود پر رکھنا مستحب ہے۔ یہی مسلک حنفیہ کا بھی اتنے اضافہ کے ساتھ ہے کہ سلام کے وقت نظر کاندھوں پر رکھنی چاہیئے۔[3]

(و ینبغی للمصلی أن یخشع فی صلاته) لقوله تعالیٰ: قد أفلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اپنے نماز میں خشوع کرنے والے یقیناً کامیاب ہے نمازی کے لیے اپنے نماز میں خشوع اختیار کرنا چاہیئے۔[4]

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس الکاندھلوی تحریر فرماہیں: **اشتراط الخشوع فی الصلاۃ:** عنوان قائم کرکے تفصیل سے بات کی اور اس میں ہے:

عن سفیان الثوری انه قال من لم یخشع فسدت صلاته وروی عن الحسن انه قال (کل صلاۃ لا یحضر فیھا القلب فھی الی العقوبة أسرع: سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے خشوع نہیں کی اس کا نماز فاسد ہوا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: **کل صلاۃ:** اس میں اضافت ہے کل کا

[1] (طحطاوی صفحہ ۲۲۴ مصری۔ اور النھر الفائق لابن نجیم الحنفی جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳ اور فتاوی برھنہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۵)

[2] (طیبی شرح مشکوٰۃ باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ و مایباح منه: الفصل الثانی رقم حدیث ۹۹۶ جلد ۲ صفحہ ۴۰۴)

[3] (مظاہر حق جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ و جدید صفحہ ۲۴۲)

[4] (کتاب الاختیار لتعلیل المختار جلد ۱ صفحہ ۶۵، ۶۶)

صلاۃ نکرہ کو اس لیے کہ یہ احاطہ افراد لازم کرتا ہے۔ نماز میں اگر ہر فرد کہ جس میں دل کا حضور نہ ہو (دل میں خشوع نہ ہو) تو اس سے بہت جلد عذاب واقع ہوتا ہے۔[1]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

مفتی صاحب تحریر فرماہیں کہ روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نگاہ سجدہ کے جگہ پر رکھو۔[2]

تشریح امام طیبی فرماتے ہیں مستحب یہ ہے کہ قیام میں نظر سجدہ گاہ پر ہو، رکوع میں پاؤں کی پشت پر، سجدہ میں ناک کے بانسے پر، التحیات میں گود پر، ہر نماز کا یہی حکم ہے۔ ہاں حرم شریف میں نمازی قیام میں کعبۃ اللہ کو دیکھے الخ **مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ صفحہ ۱۱۴۔**

مثبتین اشارہ اب دل کے کانوں سے سن لیں کہ جب علماء محدثین اور فقہاء کرام سب کے سب یہ بیان کرتے ہیں کہ التحیات میں گود پر نظر رکھیں اور مثبتین اشارہ جس حدیث کو پیش کرتے ہیں حدیث عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ میں ہے **:لایجاوز بصرہ اشارتہ۔**[3] وغیرہ یہ نماز میں منسوخ ہے جیسا کہ مراقی الفلاح اور فتح القدیر صفحہ ۸۷ و ۳۷۵ جیسا کہ اس کی تفصیل گزری ہے کہ یہ اجماع کی وجہ سے خاص اس دعا کے ساتھ ہے جو خارج از نماز ہے۔

مثبتین مقلدین شمس الائمۃ حلوانی نور اللہ مرقدہ کے ہاں ائمہ مجتہدین اربعہ کو ان کے نزدیک یہ حدیث معلوم نہ تھی۔ یہ ان ائمہ مجتہدین اربعہ کی توہین محض ہے اس لیے کہ انہوں نے ان احادیث میں سے کسی حدیث پر استدلال نہیں کیا ہے۔ **و من ادعا فعلیہ البیان۔** بلکہ مذکورہ تحقیق یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ مذہب حنفی کے ائمہ ثلاثہ کے ہاں کسی قسم کا اشارہ نماز میں نہیں ہے۔ مذکورہ کتابوں میں کوئی استثنا ہے ہی نہیں اس طرح متون اور شرح مختصر الطحاوی اور شرح معانی الآثار اور کتاب الآثار لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ سب دلیل ہے کہ اصل مذہب حنفی میں نہ اشارہ رد سلام کیلئے ہے اور نہ اشارہ برائے دعا۔ اور اشارہ برائے نفی اثبات کا کوئی سوال ہے ہی نہیں۔ اس لیے گود پر نظر کرنے کے قائل ہیں۔

(۲) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الاصل میں تحریر فرماہیں:

قلت و فی کم مواطن ترفع الأیدی قال فی سبع مواطن، فی افتتاح الصلاۃ و فی القنوت فی الوتر و فی العیدین و عند استلام الحجر و علی الصفا و المروۃ و بعرفات و بجمع، و عند المقام و عند الجمرتین۔

---

[1] (التعلیق الصبیح علی مشکاۃ جلد ۱ صفحہ ۳۷۳)

[2] (تخریج السنن الکبری ۲/۲۸۴)

[3] (ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)

میں نے کہا کہ کتنے مواضع میں ہاتھ اٹھانا ہے؟ فرمایا: سات جگہوں میں اور مذکورہ مقامات ذکر کی کتاب الاصل ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی جلد ا صفحہ ۱۶۴۔ مذکورہ عبارت پر بار بار نظر ڈالئے تشہد اور قعدہ کا ذکر آپ اس میں نہیں پائیں گے۔

کتاب الآثار کے بعد کتاب الاصل مبسوط سے بھی ثابت ہے کہ تشہد سے نہ نفی اور اثبات کے لیے اور نہ رد سلام کے لیے اور نہ دعا کے لیے انگلی اٹھانا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الحجۃ ذکر کی ہے:

و قال محمد بن الحسن ما احب له ان یزید فی صلاته شیئا لیس منها من اشارة و لا غیرها و لکن اذا قضی صلاته فلیرد علیه السلام فان من الخشوع فی الصلوة ترک الاشارة۔

امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں نماز میں کوئی چیز جو نماز میں سے نہ ہو زیادتی پسند نہیں کرتا خواہ وہ اشارہ ہو یا اور کوئی چیز مگر جب اپنا نماز ختم کرے تو اس کو جواب سلام دے اس لیے کہ نماز میں خشوع میں سے اشارہ نہ کرنا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اشارہ کی نسبت امام محمد اور امام ابوحنفیہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

و حدیث سبع مواطن اخرجه صاحب الهدایة و فتح القدیر و عنایه: فتح القدیر جلد ۱ صفحه ۲۶۹ و ۲۷۵ بقوله علیه الصلاة و السلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیر الافتتاح، و تکبیرة القنوت و تکبیرات العیدین و ذکر الاربع فی الحج، و الذی یروی (ای الشافعیة) من الرفع محمول علی الابتداء (ثم نسخ) و قال فی نصب الرایة۔ بحواله معجم الطبرانی عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا ترفع الأیدی الا فی سبعة مواضع الخ (مجمع الزوائد ج ۲ صفحه ۱۰۲) ایضاً عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما (۲) و ذکر البخاری الاول معلقاً فی کتابه، المفرد فی رفع الیدین الخ صفحه ۲۶۰ و قال البزار فی مسنده عن بن عمر عن النبی ﷺ قال: ترفع الایدی فی سبع مواطن الخ۔ و رواه موقوفاً ابن ابی شیبة فی مصنفه الخ۔ رواه الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۲۷۳ ثم بیهقی و نصب الرایة جلد ۱ صفحه ۲۶۹ و ۲۷۰ و التفصیل فیه۔

اور علامہ ابن ھمام نے اعتراضات واردہ کا دندان شکن جوابات اپنے تصنیف فتح القدیر جلد ا صفحہ ۲۶۹ و ۲۷۰ میں دیا۔

یہاں تک کہ فرمایا:

قد علم بانه کانت اقوال مباحة فی الصلاة و أفعال من جنس هذا الرفع و قد علم نسخها فلا یبعد أن یکون هو ایضاً مشمولا بالنسخ خصوصاً و قد ثبت ما یعارضه ثبوتاً لا مرد له بخلاف عدمه فانه لا یترک الیه احتمال عدم الشرعیه لانه لیس من جنس ما عهد فیه ذلک بل جنس السکون الذی هو طریق ما أجمع علی طلبه فی الصلاة أعنی الخشوع و کذا بافضلیة الرواة عن رسول الله ﷺ کما قاله ابو حنیفة للاوزاعی الخ صفحه ۲۷۰ اور تبیین و حاشیة الامام

الشیخ شبلی جلد ا صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ اور شامی جلد ا صفحہ ۳۹۲ مصری۔ لا یسن رفع الیدین الا فی سبع مواضع، اھ ایضاً رد المحتار مع در مختار جلد ا صفحہ ۳۷۴ مصری۔

اور البنایة فی شرح الھدایة جلد ۲ ص ۲۸۹ - ۳۰۲ اور بذل المجھود جلد ۲ ص ۱۰۱ - ۱۰۱ ماتر له الا نسخا و ھذا ھو الموافق للاصل فان الاصل فی الصلاۃ السکون لقوله علیه السلام اسکنوا فی الصلاۃ اھ صفحہ ۱۰ اور عمدہ القاری میں تفصیلاً بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

و عند ابی حنیفة و اصحابه لا یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولیٰ جلد ۵ صفحہ ۳۹۸ اور فتح الملھم جلد ۲ صفحہ ۱۱ میں ہے:

قال ابو حنیفة و اصحابه و جماعة من اھل الکوفة لا یستحب فی غیر تکبیرۃ الاحرام و ھو اشھر الروایات عن مالک اھ اور نیل الفرقدین لمحمد انور شاہ صاحب الکشمیری صفحہ ۱۱۸ سے تا آخر بحث۔

خلاصۂ تحقیق: اس تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ ظاہر روایات اور غیر ظاہر روایات میں مذہب حنفی امام ابو حنیفۃ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں سات مذکورہ مقامات سے اور کوئی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا نہیں ہے اور حالت تشہد ان سات مقامات میں سے نہیں لہٰذا اس میں ہاتھ اٹھانا یا قائم مقام انگلی اٹھانا نہیں کہ یہ اصل نماز جو خشوع اور سکون کے خلاف ہے۔ اور روایت شاذ امام محمد سے یا امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ کو نقل کرتے ہیں ان کے لیے کوئی اعتبار نہیں۔ جیسا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے نماز میں سجدہ کے حالت میں گھٹنے زمین پر نہ رکھے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لیے یہ جائز ہے فقیہ ابی اللیث ثمرقندی نے الفتاوی میں ذکر کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے ہم اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ یہ جائز نہیں کہ ہم اس پر عمل کرتے ہیں ملاحظہ ہو الفتاوی جلد ا صفحہ ۹۸ دار الکتب العلمیة بیروت۔ اصل مذہب حنفی میں تینوں اماموں کے ہاں اشارہ نہیں۔ فافھم و لا تکن من المتعصبین۔

امام شمس الدین السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے:

و لنا أن الآثار لما اختلف فی فعل رسول اللہ ﷺ یتحاکم الی قوله و ھو الحدیث المشھور ان النبی ﷺ قال لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن عند افتتاح الصلاۃ و فی العیدین و القنوت فی الوتر و ذکر أربعة فی کتاب المناسک۔

(جیسا کہ صاحب ہدایہ نے بھی ایسا لکھا ہے اور ابن الھمام بھی نے اس کی توثیق کی جس کا بیان گزرا ہے۔)

و حین رأی بعض الصحابة رضوان اللہ علیھم یرفعون أیدیھم فی بعض أحوال الصلاۃ کرہ ذلک فقال مالی أراکم رافعی ایدیکم کانھا أذناب خیل شمس اسکنوا و فی روایة قاروا فی الصلاۃ۔[1]

---

[1] (مبسوط جلد ا صفحہ ۱۴)

ترجمہ: ہمارے احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے فعل کے بارے میں آثار مختلف ہو جائیں تو فیصلہ آپ کے قول پر کیا جائے۔(یہ نہیں کہ کبھی ایک پر عمل اور کبھی دوسری پر یہ مذہب باطلہ ہے)

اور مشہور حدیث ہے کہ سات جگہوں کے علاوہ ہاتھوں کو مت اٹھانا تکبیر تحریمہ کے حالت میں (یہ نماز سے خارج عمل ہے) اور دونوں عید میں اور وتر کے دعا قنوت میں اور جگہوں کو حج کے احکام میں ذکر کیا۔ اور جب رسول مقبول ﷺ نے بعض اصحاب کو نماز میں بعض احوال میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ان کے اس فعل کو مکروہ جانا کیوں میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دم اٹھاتے ہلاتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز میں سکون کرو اور دوسرے روایت میں آیا ہے کہ سکون سے نماز ادا کرو۔

جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کا تفصیل گزری ہے۔

ثابت ہوا کہ اصل مذہب میں حالت تشہد میں اللہ تعالیٰ کے وحدانیت کی شہادت کے ساتھ ساتھ یا اس کی جگہ اشارہ کرنا نہ ہمیں اسکا ثبوت قرآن میں ملتا ہے اور نہ احادیث اور نہ اجماع امت سے ۔

اور علامہ محمد انور شاہ صاحب نیل الفرقدین مع حاشیة بسط الیدین فی مسئلة رفع الیدین میں تحریر فرماہیں:

عن احمد و الذی یقع أن الرفع اشارة للاقبال علی اللہ و التوجه لحضرته و الاشارة الی مکانته لانه مقدس عن الجهة و المکان و علیه وصل التوجیه بالاستفتاح الخ۔

و المطلوب اذا کان غائبا لم یشر الیه فی الشاهد أصلا کان عبادة عقلیة محضة و لیس من سنن الانبیاء و لا شاهد علیها فی الشاهد الخ۔ صفحه ۹۸ مجموعة الرسائل الکشمیری جلد ۱ کراچی علوم اسلامیه نیل الفرقدین۔

یعنی احمد بن حنبل سے روایت ہے اور جو یہ واقع ہوتا ہے کہ رفع میں اللہ تعالیٰ کے لیے متوجہ ہونا اور آپ کے حضور کو منہ کرنا اور آپ کے مرتبہ کو اشارہ کرنا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے پاک ہے اور استفتاح سے توجہ حاصل ہوئی ہے۔ اور مطلوب جب غائب ہو تو حاضر میں اس کے طرف اشارہ نہ کیا بالکل یہ عبادت عقلی خالص ہے اور اشارہ سنن انبیاء علیہم السلام سے نہیں اور نہ اس پر حاضر میں گواہی کی ہے۔

اور فیض الباری کے مصنف محمد انور شاہ الکشمیری ثم الدیوبندی المتوفی ۱۳۸۲ھ نے فیض الباری کی توثیق علامہ شبیر احمد العثمانی ۲۸ جمادی الاولیٰ سنة ۱۳۵۷ھ کا بیان جلد دوم اور چہارم پہلے صفحات میں گزرا ہے وہ نیل الفرقدین ۱۳۵۰ھ مطبع حید ربرقی پریس دھلی اس سے قبل معلوم ہوتا ہے مجموعۂ رسائل الکشمیری جلد ا رسالہ کشف الستر صفحہ ۱۳۹ وص ۳۷ھ فصل فی رفع الیدین فی الدعاء میں رقم طراز ہیں:

المسئلة أن ترفع یدیک حذو منکبیک و الاستغفار أن تشیر باصبع واحدة و الابتهال أن تمد یدیک جمیعاً (د) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما ص ۶۸ و هو فی ص ۲:۲۷ هکذا عن عکرمة قال: قال ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنهما (وقد رفعه أیضاً) الابتهال هکذا وبسط یدیه و ظهورهما الی وجهه والدعاء هکذا ووضع یدیه تحت لحییه والاخلاص هکذا یشیر بأصبعه (عب) صفحه ۱۳۹ / ۷۳ / ۴ وصفحه ۱۴۰ / ۷۴ / ۴ وعند الطحاوی عن وائل بن حجر قال صلیت خلف رسول الله ﷺ ــــ وجعل حلقة بالابهام والوسطی، ثم جعل یدعو بالأخری و نحوه عند الترمذی عن ابن عمر قال: ورفع اصبعه التی تلی الابهام یدعو بها۔ وعند أبی دأود من حدیث عبدالله بن الزبیر أن النبی ﷺ کان یشیر باصبعه اذا دعا و لایحرکها و عن عامر عن أبیه أنه رأی النبی ﷺ یدعو کذلک۔ و عند النسائی من حدیث وائل: ونصب اصبعه للدعاء، وفی لفظ: وأشار بالسبابة یدعو بها، وفی لفظ کلفظ أبی دأود وفی لفظ فرأیته یحرکها یدعو بها وعن عامر بن عبدالله بن الزبیر کان یشیر باصبعه اذا دعا ولا یحرکها وعن أبیه أنه رأ النبی ﷺ یدعو کذلک ونمیر الخزاعی أنه رأی رسول الله ﷺ رافعا اصبعه السبابة قد أحناها شیًا وهو یدعو۔ وعند مسلم عن ابن عمر: رفع اصبعه التی تلی الابهام فدعابها۔ وعند ابن ماجة من حدیث وائل: یدعو بها فی التشهد وغیره وغیره صفحه ۱۴۲ لهذا قال فی فیض الباری والصواب عندی انه کان للدعاء کمابوب به الترمذی (ج ۱ ص ۶۸) و کذلک عند البیهقی: کیف وفی الحدیث تصریح بان الرفع کان للدعاء اه جلد ۴ صفحه ۱۴۳ کمامر مفصلاً۔

یعنی سوال کرنا یہ ہے کہ آپ کندھوں کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائیں اور استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرے اور ابتہال یہ ہے کہ آپ دونوں ہاتھوں کو اکٹھے اٹھائیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور اس طرح عکرمہ سے روایت ہے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے (اس طرح اس کو مرفوع کیا ہے) ابتہال یہ ہے کہ ہاتھوں کو اس طرح اٹھائیں کہ ہاتھوں کی الٹی طرف منہ کی طرف ہو۔ اور دعا اس طرح ہے کہ دونوں ہاتھوں کو جبڑوں کے نیچے کر دیا اور ایک انگلی سے اشارہ کیا فرمایا کہ یہ اخلاص ہے۔ اور طحاوی کے ذکر کردہ حدیث میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنایا پھر دوسری انگلی سے دعا کی اس جیسے کہ ترمذی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے اس میں ہے کہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اٹھایا اس سے دعا کرتا تھا۔ اور ابوداؤد کے ہاں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جب دعا کرتے تھے تو انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اس کو حرکت نہ دیتے تھے۔ اور عامر نے اپنے باپ سے روایت ہے کہ اس نے رسول مقبول ﷺ کو دیکھا کہ اس طرح دعا کرتے تھے۔ انگوٹھے کو حرکت نہ دیتے تھے۔ اور عامر اپنے باپ سے راوی ہیں کہ اس نے رسول مقبول ﷺ کو دیکھا کہ اس طرح دعا کرتے تھے اور انگلی کو نہیں ہلاتے تھے اور نسائی کے ہاں حدیث وائل میں ہے کہ دعا ہی کے لیے انگلی اٹھائی اور ایک لفظ یہ ہے کہ مسبحہ سے اشارہ کیا اس پر دعا کرتے تھے۔ اور ایک لفظ ابوداؤد کے لفظ کی طرح پر ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ انگلی ہلاتے ہوئے اس پر دعا کرتے تھے اور عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب دعا کرتے تھے تو انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اس کو ہلاتے نہ تھے اور اپنے

باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ اس طور پر دعا کرتے تھے۔ اور نمیر خزاعی نے رسول اللہ ﷺ کو اس طور پر دیکھا کہ اپنے مسبحہ کو اٹھایا ہوا کچھ تھوڑا سا ٹیڑھا کر دیا تھا اور آپ ﷺ اس پر دعا کرتے تھے۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسلم نے روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو اٹھا کر اس پر دعا کی اور حدیث وائل کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر تشہد میں دعا کرتے تھے اس لیے شاہ صاحب نے فیض الباری میں فرمایا کہ میرے نزدیک حق اور صحیح یہ ہے کہ انگلی اٹھانا دعا ہی کے لیے تھا جیسا کہ ترمذی نے اس پر باب منعقد کی ہے اور اس طرح بیہقی کے ہاں بھی ہے۔ کیوں ایسا نہ ہو کیونکہ حدیث شریف میں تصریح ہے انگلی اٹھانا دعا ہی کے لیے تھا (جس کی تفصیل گزری ہے) اور یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ نفی اثبات کیلئے تھا۔

اس کی صحت پر دلیل وہ حدیث ہے کہ جس کو ہم نے ابوداؤد الطیاسی سے نقل کیا ہے جس میں ہے:

وجعل یدعو ھکذا یعنی بالسبابۃ یشیر بھا صفحہ ۱۲۶ مترجم اردو۔

اور پھر اس طرح دعائیں کرنے لگے یعنی شہادت انگلی سے اشارہ کیا صفحہ ۱۳۷ متوفی ۲۰۴ھ **واللہ اعلم۔**

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی فاضل دیوبند (پی ایچ ڈی) نے مقدمہ میں لکھا ہے:

۱۵۷ھ میں حدیثیں لکھنا۔ اس سن میں محدث وفقیہ عبدالرحمن کوفی المتوفی ۱۶۰ھ سے حدیثیں لکھتے تھے۔ صفحہ ۳۹ میں اس دور کے آئمہ فن ونامور حفاظ حدیث نے ابوداؤد طیالسی کو نہایت شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کی الخ ۵۷ جن آئمہ فن نے موصوف کی مرویات سے اعتناء کیا اور اپنی کتابوں کو ان سے زینت بخشی ان میں ارباب صحاح میں سے امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کا نام سرفہرست ہے الخ صفحہ ۸۹۔

کاتب الحروف خادم العلماء والاولیاء مولانا محمد روشن فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے حدیث نقل کی یعنی صحاح ستہ سب نے طیالسی سے حدیث نقل کی۔

ملاحظہ ہو: **صحیح البخاری جلد ۱ صفحہ ۹۱ باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ حدثنا عمر بن حفص بن غیاث** آخر میں تحریر فرماہے: **رواہ ابوداؤد عن شعبۃ عن الاعمش بعضہ الخ۔**

سوال: دعا میں ہاتھوں یا انگلی کو کیوں آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔

جواب: اس لیے کہ آسمان دعا کے لیے قبلہ ہے۔ **ان السماء قبلۃ الدعاء فتح الملھم جلد ۳ صفحہ ۳۷۷ و جلد ۶ صفحہ ۶۷ روح البیان** اور **تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ فضائل السماء طبع مصر نووی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، لان**

السماء قبلة الدعاء کما ان الکعبة قبله الصلوٰة۔ اور در مختار علی الشامی صفحہ ۳۷۵ قولہ لا نھا قبلة الدعاء ای کا لقبلة للصلاة فلا تیوھم أن مدعو جل و علا فی جھة العلو۔

اور اس طرح طحاوی حاشیہ در مختار میں بھی ہے:

(قولہ لانھا قبلة الدعاء) کالقبلة للصلاة فلا یتوھم أن مدعو جل و علا فی جھة العلو، اھ۔

یعنی اسمان دعا کے لیے ایسا قبلہ ہے جیسا کہ نماز کے لیے کعبہ ہے اور یہ وہم نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ جل و علا اوپر کی طرف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں گزرے ہوئے صفحات۔

اب ہم مثبتین اشارہ سے جو فریق کہتے ہیں کہ: یرفع المسبحة عند قولہ: لا الہ، ویضعھا عند قولہ الا اللہ لمناسبة الرفع للنفی والوضع للاثبات اور جو کہتے ہیں کہ موضع الاشارۃ قول الا اللہ ہے اس وجہ سے کہ غرض اشارہ سے توحید ہے تاکہ قول اور فعل بیک وقت مشابہ واقع ہو جائے اور جو کہتے ہیں کہ قعدہ میں بیٹھنے پر اٹھایا رکھیں بلب ادب بصد احترام پوچھتے ہیں کہ آپ کے ہاں نفی اور اثبات کے لیے قبلہ کونسا ہے اور کس کتاب میں مجتہدین سے منقول ہے۔

تمہید ابی شکور السالمی اینیہ پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

جھمیہ کی ایک قسم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں موجود ہے اور یہ کفر ہے اور جھمیہ کا ایک فریقہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اور آپ اور عرش کے درمیان ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسد ہے اور جسد کا معنی بیان نہیں کرتے یہ کفر ہے۔ اور کرامیہ میں سے متقشفۂ کہتے ہیں کہ اللہ استقر علی العرش یہ ہے فرقہ باطلہ کے عقائد ملاحظہ ہو تمہید صفحہ ۳۸: اور حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے سوال ہوا کہ عرش کے پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواباً کہا کہ اللہ تعالیٰ موجود تھا اور مکان نہیں تھا وہ اب ایسا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ تو کیا تینوں فریق مجسمہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ یا کیا کہتے ہیں۔

اصول الشرع:

حسامی میں ہے کہ شرع کے تین اصول ہیں:

الکتاب والسنة و اجماع الامة اور چھارم اصل: القیاس المستنبط من ھذا الاصول حسامی مع نامی صفحہ ۴

اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد ۱ صفحہ ۷ قبیل کتاب الطھارت: اور یہ بھی فقہ اور اصول فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ قیاس مظہر ہے مگر مثبت نہیں اور قیاس غیر مستنبط اس اصول سے قیاس شرعی نہیں ہے۔ اس سے مسئلہ شرعی ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔

شان نبی ﷺ:

(۱) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى (۳) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (النجم ۴)

ترجمہ: اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ ہوی مختلف صیغہا سے کل: ۳۷ جگہ ہے۔

حق کسی کی نفسانی خواہشات کے تابع نہیں: ارشاد ربانی ہے:

(۲) وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ (المؤمنون ۷۱)

ترجمہ: اور اگر (دین) حق کہیں ان لوگوں کی خواہشوں کا تابع ہو جاتا تو آسمان وزمین اور جو ان میں (آباد) ہیں (سب) تباہ ہو جاتے بلکہ ہم نے تو ان کی نصیحت ہی کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔

(۳) خواہشات کے تابع والوں کے لیے مثال:

قرآن مجید میں ہے:

أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (الاعراف ۱۷۶)

ترجمہ: وہ زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرنے لگا تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے (جب بھی) ہانپے اُسے چھوڑے (جب بھی) ہانپے یہ مثال ہے ان (سب) لوگوں کی جنھوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو سو آپ بیان کیجئے (یہ حالات) شائد کہ لوگ سوچیں۔ یہاں یہ صاف کردیا کہ مقصود کسی فرد متعین کی تاریخ یا سیرت سنانا نہیں بلکہ کل مفکرین مکذبین مرتدین کی حالت پر آگاہ کرنا اور اس سے عبرت دلانا ہے۔ اے ہو مثل جمع الکفار (قرطبی) یعنی یہ مثال سب کفار کا ہے تفسیر۔

اہل ہویٰ سب سے زیادہ گمراہ ہیں:

اگرچہ لفظ ھوا کا مادہ کل ۳۷ بار قرآن کریم میں ۳۶ سورتوں میں آیا ہے بارہ صیغہ ولفظ کے ساتھ مگر باقی پہلے گزر چکی ہیں۔

ایک ضروری وضاحت: تحفۃ نصائح ص ۸۵ حاشیہ پر ہے ان الساکت عن الحق شیطان اخرس حق بیان کرنے سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔ مکتبہ قادریہ لاہور: اس لیے وضاحت کرنے سے لابدی (کوئی چارہ نہیں) ہے۔

والامر عند اللہ سبحانہ: اور اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ان اشدالناس عذاباًیوم القیامۃعالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ۔

تحقیق لوگوں میں سے زیادہ عذاب کا مستحق قیامت کے دن وہ عالم ہے جس کو اپنے علم سے کچھ نفع حاصل نہ ہوا۔[1]

اس وجہ سے مولوی محمد روشن تحریر کرتا ہے کہ ایک فریق کہتا ہے کہ حالت تشہد میں **اشھدان لا الہ** پر مسبحہ اٹھایا جائے اور **الا اللہ** پر رکھ دیا جائے تاکہ نفی اثبات پر دلیل ہو جائے دوسرا فریق کہتا ہے کہ **الا اللہ** پر مسبحہ اٹھایا جائے اور تیسرا فریق کہتا ہے کہ قعدہ کے لیے بیٹھتے ہی سے مسبحہ تا آخر اٹھائے رکھیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں اقوال قابل عمل اور حجت نہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم قرآن کریم اور حدیث قولی و فعلی اور تقریری میں موجود نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی تصریح نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ائمہ احناف ثلاثہ میں سے کسی نے یہ تصریح نہیں کی۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور دعویٰ بلا دلیل مقبول نہیں ہوتا۔ **ھاتو برھانکم ان کنتم صٰدقین۔** اپنا دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو پانچویں وجہ یہ ہے کہ یہ دعاوی خلاف دلیل ہے۔ جو قرآنی آیات اور کچھ احادیث بیان ہوئی ہیں باقی تفصیلات دوسرے رسالہ میں آئیں گی۔ **ان شاء اللہ تعالیٰ** (مثبتین انتظار کریں قول اور فعل میں تضاد)۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ نمازی کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے۔ نماز کی نیت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا پھر نماز ہی میں وعدہ خلافی کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کے انگلیوں کو قبلہ سے پھیر دیتے ہیں تو اس آیت کے مصداق بن جاتے ہیں:

یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (۲) کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللہِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف ۳)

اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع۔

جہاں تک ہو سکے اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔

(روی عن النبی ﷺ أنہ قال اذا سجد المؤمن سجد کل عضو منہ فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع۔ نصب الرایہ مکتبہ حقانیہ پشاور جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ اور نسخہ دیگر شاملہ **والاجلد ۱ صفحہ ۳۸۷** اور **ھدایۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۰ کلام کمپنی کراچی۔ مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۲۰۷ ومبسوط ج ۱ ص ۲۳ والدرایۃ علی الھدایۃ ص ۱۱۰ ج۔**

---

[1] (مکتوبات جلد ۱ صفحہ ۸۵ مترجم)

المحفوظ ذلک من فعل النبی ﷺ اور الدرایۃ فی تخریخ احادیث الھدایۃ علی الھدایۃ کہ صفحہ ۲ ۱ ۱ مطبع کلام کمپنی کراچی۔ونسخہ دیگر صفحہ ۱۷۴ دار المعرفۃ بیروت وطحطاوی حاشیہ مراقی ص ۱۹۴ میر کتب خانہ کراچی اوربنایۃفی شرح الھدایۃ۔مؤلفہ علامہ العینی جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ مکتبۃ التجاریۃ مکہ المکرمۃ۔
و فی التجنیس ویکرہ أن یمیل اصابع یدیہ و رجلیہ عن القبلۃ لا نہ مامور بتوجھما قال علیہ السلام فیلوجہ من اعضائہ الی القبلۃ ما استطاع۔اہ بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۲۲ ما یکرہ فی الصلاۃ ایچ ایم سعید کراچی۔لقولہ علیہ الصلاۃ و السلام: فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع۔مجمع الانھر جلد ۲ صفحہ ۹۶ دار الاشاعت کوئٹہ وروی عن النبی ﷺ أنہ قال اذا سجد العبد سجد کل عضو منہ فلیوجہ من اعضائہ الی القبلۃ ما استطاع۔[1]
فقد قال علیہ الصلاۃ و السلام اذا سجد أحدکم فلیوجہ من اعضائہ الی القبلۃ ما استطاع اھ۔[2]

مکتوباب امام ربانی اردو جلد ۱ صفحہ ۷۲۰ :

ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب آیت مبارکہ اور حدیث نبوی خبر واحد میں ظاہراً تعارض آجائے تو عمل آیت پر ہوتا ہے نہ کہ حدیث مبارکہ پر اور جب حدیث قولی اور فعلی میں تعارض ہو تو عمل حدیث قولی پر ہوتا ہے گزشتہ اوراق میں یہ وضاحت گزرا ہے کہ ابتدا میں نماز میں ضرورت کے مطابق باتیں ہوتی تھیں سلام کا جواب دیا جاتا نماز کے آخر میں دعا کے وقت مسبحہ کو اٹھایا جاتا تھا مگر یہ سب افعال نماز سے بالآخر ختم کیے گئے تو وہ کونسی آیت ہے کہ سابقہ آیات کو اور سورہ یونس کی آیت ۱۰۵ اس سے منسوخ ہوئی ہیں اور وہ کونسی حدیث ہے جس نے مذکورہ احادیث سکون پر دال کو منسوخ کیا ہے دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ کرسی پر نماز کے فتویٰ میں لکھتے ہیں نماز کی ادائیگی میں خشوع و خضوع وہ بنیادی صفات ہیں جن سے نماز کی اصل روح قائم ہو کر اللہ کے دربار میں اعلیٰ شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔

ظفر احمد عثمانی التھانوی تحریر فرماہیں اس حدیث شریف کی تشریح میں:

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ۔ فانہ یدل علی وجوب السکون۔ و أن الرفع الأیدی فی الصلاۃ ینافیہ جلد ۲ صفحہ ۸۲۳ ان رفع الید عند السلام لا یقال لفاعلہ اسکن فی الصلاۃ فانہ بھذا الصنع (سلام پھیرنا) یخرج عن الصلاۃ۔ فافھم صفحہ ۸۲۴ اعلاء السنن جلد ۲ السکون الذی ھو طریق ما اجمع علی طلبہ فی الصلاۃ اعنی الخشوع۔

---

[1] (الموسوعۃ الفقھیہ تالیف ھیئۃ کبار علماء الاسلام مکتبہ علوم اسلامیہ تاج میر خال روڈ چمن بلوچستان جلد ۲۴ صفحہ ۲۰۳)

[2] (حاشیۃ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق لعلامۃ شیخ الشبلی علی ھذا الشرح الجلیل جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

آگے لکھتا ہے:

ان المطلوب من الشرع عدم الحرکة فی الصلاۃ و مبناھا السکون و الخشوع۔(۸۵۰ اعلاء السنن جلد ۲) و اعلم أن الحنیفة احتجوا لترک الرفع عندالرکوع و الرفع منه ایضاً بحدیث ابن عباسؓ لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن الحدیث ۸۵۱ اعلاء السنن جلد ۲۔ أن احادیث الرفع منسوخة بحدیثین رواہ احدھما عن ابن عباسؓ و الثانی رواہ عن ابن الزبیر ۸۵۵ اعلاء السنن (و التفصیل فیه) اعلاء السنن جلد ۲ کوئٹہ۔

موسوعة فتح الملھم میں ہے:

السکون الذی ھو طریق ما اجمع علی طلبه فی الصلاۃ أعنی الخشوع اھ۔ کما فی القرآن قد أفلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون سورۃ المؤمنون آیة نمبر ۱ و ۲ و الخشوع المطلوب فی الصلاۃ ھو السکون الذی أمر به النبی ﷺ بقوله "اسکنوا فی الصلاۃ" جلد ۳ فتح الملھم صفحہ ۳۲۷ و قد مر أن الخشوع ھو المطلوب الاصلی فی جمع أجزاء الصلاۃ جلد ۳ صفحہ ۳۴۱، المراد الخشوع فی جمع أرکان الصلاۃ صفحہ ۳۷۲، انه علیه السلام کان یشیر لرد السلام ثم صار منسوخاً مشمولاً بنسخ الکلام فتح الملھم جلد ۳ صفحہ ۳۷۰ أمر به رسول اللہ ﷺ من تسکین الأطراف فی الصلاۃ: فتح الملھم جلد ۳ صفحہ ۳۷۱

و وجھه عموم دلیل الرفع للدعاء و یجاب بانه مخصوص بما لیس فی الصلاۃ للاجماع علی ان لا رفع فی دعاء التشھد اھ۔ فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۵ لا یرفع الایدی الا فی سبع مواطن جلد ۱ صفحہ ۳۷۸ و غیرہ و غیرہ۔

ترجمہ: پیغمبر ﷺ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو بد خو گھوڑوں کی دم کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون سے ادا کرو یہ نماز میں سکون کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور نماز میں ہاتھ اٹھانا اس کے منافی ہے۔ اور سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے والے کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز میں سکون کرو۔ کیوں کہ اس فعل سے (نمازی) نماز سے خارج ہو جاتا ہے اس کو سیکھ لو۔ وہ سکون جس کے نماز میں مطالبہ پر اجماع ہے وہ خشوع ہے۔ شرع کو مطلوب نماز میں عدم حرکت کرنا ہے اور اس کا دار و مدار سکون اور خشوع پر ہی ہے۔

جان لو کہ احناف نے رکوع کو جانے اور اس سے اٹھنے کے وقت ہاتھ نہ اٹھانے کے لیے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث پر کہ سات مواضع کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھانے پر دلیل کو پکڑا ہے۔ (حالت تشہد ان سات مواضع سے نہیں لہٰذا اس میں رفع انگلی کہ دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کے لیے کیا جاتا ہے جیسا کہ گزرا ہے اس حالت میں سے نہیں ہے) بے شک رفع کی احادیث دو حدیثوں پر منسوخ ہوئی ہے ایک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور دوسری ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ وہ سکون جس کا نماز میں مطلوب اجماعی ہے خشوع ہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ یقیناً وہ مؤمنین کامیاب ہوئے جو کہ نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ سورۃ مؤمنون آیت نمبر ۱ و ۲ نماز میں مطلوب خشوع وہ سکون ہے جس کا حکم نبی کریم

ﷺ نے اپنے اس حکم سے کیا ہے کہ اسکنوا فی الصلاۃ۔ نماز میں ساکن رہو اور یہ گزرا ہے کہ مطلوب اصلی خشوع نماز کے سارے اجزاء میں ہے۔ نماز کے کل ارکان میں خشوع مراد ہے۔ نبی کریم ﷺ جواب سلام کے لیے اشارہ کرتے تھے پھر وہ منسوخ ہوا کلام کے نسخ سے یکجا منسوخ ہوا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے نماز میں اطراف کے سکون کا حکم دیا ہے۔

ابن ہمام صاحب ہاتھ اٹھانے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا میں ہاتھوں کے اٹھانے کا عموم ہے مگر جواب یہ ہے کہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا اس دعا کے ساتھ خاص ہے جو کہ نماز میں نہ ہو اس لیے کہ اس پر اجماع ہے کہ حالت تشہد میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا نہیں ہے۔ اور سات مواضع کے علاوہ اور جگہ ہاتھ اٹھانا نماز میں نہیں ہے۔

نماز میں آٹھویں وجہ: آٹھویں وجہ یہ ہے کہ خارج از نماز ہاتھ اٹھانا یا اس کے جگہ ایک انگلی اٹھانا اس لیے ہے کہ جیسا نماز کے لیے کعبہ شریفہ قبلہ ہے اس طرح دعا کے لیے آسمان قبلہ ہے۔ ان السماء قبلة الدعاء کما أن الكعبة قبلة الصلاة: یعنی جیسا کہ کعبہ شریف نماز کے لیے قبلہ ہے اس طرح آسمان دعا کے لیے قبلہ ہے۔ موسوعة فتح الملهم جلد ۳ صفحہ ۷۷ ۳ اور روح البیان جلد ۶ صفحہ ۷ ۲ دار الاحیاء بیروت اور مرقات جلد ۵ صفحہ ۴۳ مکتبہ امدادیہ ملتان تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں اس رسالہ کے گذشتہ صفحات۔

مدعیان اشارہ برائے نفی واثبات بتائے کہ نفی اور اثبات کے لیے قبلہ کس کتاب میں ہے کہ کونسا ہے؟ اس لیے کہ مدعی پر بیان لازم ہوتا ہے۔

نوویں وجہ: وجہ نہم یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کتاب الاصل اور کتاب الآثار لمحمد اور کتاب الحجۃ میں ثابت ہوا ہے کہ نماز میں سکون ہے اشارہ کرنا نہیں موطا میں حدیث نقل کرنا صرف اس لیے ہے کہ نماز میں کنکری الٹ کرنا ایک بار کے علاوہ جائز نہیں اس پر دلیل اس کا ترجمۃ الباب ہی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب من کبر فی نواحی الکعبة میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ شریف کو داخل ہوئے تو نواحی بیت اللہ میں تکبیر کہی اور نماز نہیں پڑھی۔ جلد ۱ صفحہ ۲۱۸ صحیح بخاری۔

اگرچہ اس حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیت اللہ شریف میں نماز نہیں کی مگر امام بخاری کا اس حدیث سے صرف بیت اللہ کے نواحی میں تکبیر ثابت کرنا مراد ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے من کبر فی نواحی الکعبة اور اس بات سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ساقط ہے کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب العشر میں حدیث نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے بیت اللہ میں نماز ادا نہیں کی اور حضرت

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یقینا نماز ادا کی تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو سب نے قبول کیا اور اس پر عمل کیا اور فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو چھوڑ دیا گیا بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ شہادت دینے والے قول پر عمل ہو گا۔ حمیدی نے فرمایا یہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ بے شک نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز ادا کی اور فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نماز ادا نہیں کی تو لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہادۃ پر عمل کیا نہ کہ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر۔ اس طرح بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۶۰ پر بھی فرمایا کہ لوگوں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول لیا نہ کہ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

دسویں وجہ: دسویں وجہ یہ ہے کہ اس پر اگر کسی نے بھی عمل کر لیا (اشارہ کیا) تو نماز کو لوٹانا پڑے گا۔ کیوں کہ حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ جس نے اپنی نماز میں اشارہ کیا اور اس سے فہم کیا گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی نماز کو دوبارہ ادا کرے۔ ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ اور ابوداؤد کی یہ بات کہ یہ حدیث وھم ہے مگر وھم کی کوئی وجہ بیان نہیں کی لہٰذا حدیث مجروح نہیں دوسری بات یہ ہے کہ اس کی توثیق بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اسطرح اس کو ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث جید کہا ہے ج ۱ ص ۳۵۸۔

جیسا کہ گزرا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کو شرح سنن دارمی نے جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ التعلیق المغنی نے نقل کیا ہے اور اس میں ابو غطفان کی توثیق بھی گزرے صفحات میں بیان ہوئی ہے۔ ضروری چھوٹی بات یہ ہے کہ جرح مبہم مقبول نہیں جیسا کہ کتب اصول فقہ میں ہے اور موسوعۃ فتح الملہم جلد ۳ صفحہ ۶۶۵ اور مسند بزار جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۱۶ حدیث نمبر ۸۴۱۶ جس میں فلیعد صلواتہ او قد فسدت ہے مطبوعہ دارالکتب بیروت کے صفحہ ۶۵ پر مذکور ہے جس کا منع آیات مذکورہ میں ہے ورنہ مذکورہ آیات قرآنی اور الٰہی احکامات کے خلاف ورزی کے زمرے میں پھنس جائے گا۔

ایک شبہ کا ازالہ: بعض متاخرین علماء کا یہ قول اگرچہ کتب ظاہر الروایات میں اشارہ کا ثبوت نہیں مگر نوادرات میں ہے۔

علامہ عبدالحی صاحب نے علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص ۱۱ میں نقل کیا جیسا کہ گزرا ہے وہ یہ کہ احادیث نبوی اور مسائل فقہیہ کی نقل بغیر کتب متداولہ سے جائز نہیں۔ کیوں کہ غیر متداولہ پر اعتماد نہیں۔ اس میں زنادقہ اور ملاحدہ نے الحاق کی ہے آگے لکھتا ہے بحر جلد ۶ صفحہ ۲۶۵ پر بھی ہے کہ اگر ہمارے زمانہ میں نوادر کی بعض کتب موجود ہو جائیں ان کے مسائل کی نسبت نہ امام محمد اور نہ امام ابی یوسف کو روا ہے الخ جیسا کہ اس کی تفصیل گزری ہے تو پھر اس کو مذہب بنانا کس طرح جائز ہو گا بلکہ کتاب الاصل سے اور شرح معانی الآثار سے اور کتاب الآثار لامام محمد اور کتاب الحجۃ سے تشہد میں عدم اشارہ مذکور ہے امام طحاوی تفصیل کے بعد تحریر فرما ہیں کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اعضائِ بدن کی تسکین کا

حکم دیا اور یہ قول کہ ہم نے بیان کیا اس باب میں یہ امام ابو حنیفۃ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اور کتاب الآثار کہ امہات الکتب میں سے اس میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ فرمایا نماز کی تعظیم کرو یعنی سکون سے ادا کرو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی قول ہے۔ وقار کا معنی سکون ہے۔ **مجمع بحار الانوار جلد ۵ صفحہ ۱۰۱ وصفحہ ۱۰۲** پر مذکور ہے۔ اور **کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**، امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ ہاتھ سے اشارہ کرے اس لیے کہ نماز میں شغل ہے اور صفحہ ۱۴۷ پر لکھتا ہے کہ محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اپنے نماز میں نمازی کے لیے اچھا نہیں کہ نماز میں کسی چیز کا اضافہ کرے جو نماز سے نہیں وہ اشارہ وغیرہ ہے۔ اس لیے کہ خشوع نماز میں سے ترک اشارہ ہے یعنی اشارہ نہ کرنا ہے۔

صفحہ ۱۴۷ صاحب بحر الرائق تحریر فرما ہیں:

ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ لما قرروہ الاصول من عدم امکان صدور قولین مختلفین متساویین من مجتھد والمرجوع عنہ لم یبق قولہ کما ذکروہ جلد ۶ صفحہ ۲۷۰۔

ترجمہ: جو ظاہر روایت سے خارج ہو تو اس سے رجوع کیا گیا ہے اس وجہ سے کہ علماء نے اصول میں ثابت کیا ہے کہ مجتہد سے دو قول مختلف مساوی ایک جیسے ممکن نہیں اور جس قول سے رجوع ہوا ہو وہ اس مجتہد کا قول نہیں رہا جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے۔

علامہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تضرع کی دعا میں چھوٹی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو بند کرے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے اور مسبحہ سے اشارہ کرکے اور دعا کرے پھر دعا خفیہ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اس وجہ سے املاء میں امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز کے شروع کے وقت اور حجر اسود کے استلام کے وقت اور وتر میں قنوت کے وقت اور عیدین کے تکبیرات کے وقت ہتھیلی انگلیوں سمیت قبلہ کی طرف ہو اور صفا و مروہ اور عرفات اور مزدلفہ اور جمرتین کے ہاں ہتھیلی انگلیوں سمیت ہاتھ اٹھانے کے وقت آسمان کی طرف ہو۔ اس لیے اس مقامات میں دعاء رغبت کرتے ہیں۔ **اھ مبسوط لسرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ جلد ۱ صفحہ ۱۲۶** تو بعد میں بعض نے غلطی سے اس سے تعبیر مروجہ اشارہ سے کیا جو کہ سراسر غلط اور قرآن و سنت اور مذہب حنفی کے خلاف ہے۔

عام متأخرین نے اشارہ سبابہ کے سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ یہ دعویٰ بے دلیل ہے جو کہ کسی وجہ سے مقبول نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مذکورہ آیات قرآنی اور احادیث قولی کا مخالف ہے جس کو کوئی موحد مسلمان قبول نہیں کرے گا۔

آیئے تفسیر مظہری کا مطالعہ کریں:

مسئله: اذا افتى المجتهد و ظهر ان فتوىٰ مخالف للكتاب او السنة وجب علينا اتباع الكتاب و السنة روى البيهقي في المدخل باسناد صحيح الى عبدالله بن المبارك قال سمعت ابا حنيفة يقول اذا جاء عن النبي ﷺ فعلى الرأس و العين و ذكر عن الروضة العلماء عن ابي حنيفة قال اتركوا قولي بخبر الرسول ﷺ و قول الصحابة رضي الله عنهم و نقل عنه انه قال اذا صحيح الحديث فهو مذهبي اھ۔ [1]

ترجمہ: جب ایک مجتہد فتویٰ دے اور ظاہر ہو جائے کہ اس کا فتویٰ قرآن یا سنت کے خلاف ہے ہم پر واجب ہے کہ ہم قرآن و سنت کی اتباع کریں مدخل میں صحیح سند کے ساتھ بیہقی میں ہے کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے جب حضور علیہ السلام کا قول آئے ہمیں سر و چشم سے قبول ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روضۃ العلماء میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خبر کی وجہ سے میرا قول چھوڑ دو اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول کی وجہ سے بھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہی ہے اور مدخل الکبیر اردو میں ہے۔ ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے سنا جب تم میری کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کوئی بات پاؤ تو سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق عمل کرو اور جو کچھ میں نے کہا ہے اسے چھوڑ دو۔ خطیب نے **والمتفقه (۱/۱۵۹) ابو نعیم فی الحلیه (۹/۱۰۷)** اور بیہقی کے مناقب (۱/۲۷۔۴۵۳) میں اس کی تخریج کی صفحہ ۱۸۴ پر معارف اسلامیہ منصورہ۔

ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کسی کے لیے ہمارے قول پر عمل کرنا جائز نہیں جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ بات کہاں سے کی ہے۔ قاضی ابو یوسف صاحب وامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدخل ص۱۸۸ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے کہا اے عبد اللہ! اس آیت کے بارے میں کچھ بتائے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ الاية التوبة ۳۱۔ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ ان کی عرفی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جب وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال قرار دیتے تو یہ اسے حلال سمجھتے تھے لیکن جب اللہ کی حلال کی ہوئی شے ان کی طرف سے حرام گردانی جاتی تو یہ بھی اسے حرام جانتے تھے۔ پس وہ اس طرح ان کے ارباب ہو گئے۔

[1] (مظہری جلد ۲ پارہ ۵ صفحہ ۱۵۵ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

ایک اور طریق سے یہ روایت یوں آئی ہے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اتخذوا الایۃ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے ہاں جب وہ کوئی شے حلال کر دیتے تو اسے استعمال کرتے اور جب حرام کر دیتے تو اسے حرام سمجھ لیتے (بیہقی نے سنن (۱۰/۱۱۶) ابن جریر نے (۱۰/۸۱) ابن عبد البر نے (۲/۱۰۹) میں اس کی تحریر کی ہے۔

اور یہی روایت عدی بن حاتم نے رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ عدی ابن حاتم کہتے ہیں۔ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری گردن میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا یا عدی! یہ بت اپنی گردن سے نکال دو۔ عدی کہتے ہیں میں نے اسے نکال دیا اور آپ ﷺ کے قریب آیا تو آپ ﷺ سورۃ توبہ کی تلاوت کر رہے تھے چنانچہ یہ آیت پڑھی: اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: الیس یحرمون ما احل اللہ فیحرمونہ ویحلون ما حرم اللہ فیستعملونہ۔ میں نے کہا ہاں یارسول اللہ! ﷺ یہ تو ہے! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: پس یہی ان کی عبادت ہے اس کی تخریج بیہقی نے السنن میں، ترمذی نے باب التفسیر میں اور طبرانی نے الکبیر میں اپنے اپنے طریق پر اس کی تخریج کی ہے۔[1]

تیسری وجہ: علامہ سکندری صاحب کہتا ہے: روایات عدم اشارہ روایات اصول اور نوادر سے نہیں بلکہ واقعات اور فتاویٰ اور نوازسے ہے جسے کا مرتبہ نوادر سے کم ہے ناظرین سے التماس ہے کہ یہ بھی دعویٰ بلا دلیل ہے اور مردود ہے۔

خلاصۃ الفتاویٰ کا مصنف طاہر بن أحمد مسائل میں أعلام المجتہدین میں سے ہیں اس نے اسے واقعات اور خزانہ سے مختصر کی ہے یہ علماء کے ہاں معتبر کتاب اور فقہاء کے ہاں معتمد ہے۔[2]

احمد بن محمد الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: جلیل القدر امام ہیں مختصر الطحاوی اس کے مجتہد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ عالم بجمیع المذاهب العلماء یعنی علماء کے سارے مذاہب پر عالم تھے۔ فوائد بهیئه جلد ۱ صفحه ۳۳ و ۳۴ و حالات مصنفین درس نظامی ۱۲۹-۱۳۷ تک ملاحظہ ہو۔

ابو بکر الراضی الجصاص مفسر مجتہد کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یہ ہے سکندری کی ایمانداری تفصیل ان شاءاللہ دوسری رسالہ میں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی قلمبند کر دی جائے گی یہ بھی تعجب کی بات ہے اشارہ برائے رد سلام اور اشارہ برائے دعا کی احادیث منسوخہ کو نماز میں اشارہ مروجہ پر حمل کر کے اہل حق کی تردید کی۔

---

[1] (مدخل کبیر اردو صفحہ ۱۸۷ و ۱۸۸ اور تفسیر مظهری عربی بلوچستان بک ڈپو جلد ۴ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۹۴)

[2] (فوائد البهیه صفحه ۸۴ نور محمد کراچی)

ایک اہم تحقیق:

ان کان المفتی غیر مجتھد: اگر مفتی مجتہد نہ تھا تو اٹکل سے جواب نہ دے گا تا کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء واقع نہ ہو جائے۔[1]

أما غیر المجتھد ممن یحفظ اقوال المجتھد فلیس بمفت و الواجب علیه اذا سئل ان یذکر قول المجتھد کابی حنیفة علی جهة الحکایة۔اھ۔[2]

وہ مفتی جس نے صرف مجتہد کے اقوال یاد کیے ہوں اور مجتہد نہیں ہو تو اس پر واجب ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے کہ مجتہد کے قول بیان کریں جیسے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور حکایت اس لیے کہ یہ شرعاً مفتی نہیں مگر سکندری صاحب نے اس کے سنت ہونے کے لیے کسی مجتہد کا نام نہیں لیا لہٰذا یہ سعی لاحاصل ہے اور مذہب کے خلاف مقبول نہیں۔

چوتھی وجہ: مسائل شرعیہ کے ثبوت کے لیے دلائل شرعیہ قرآن اور سنت اور اجماع ہے اور وہ قیاس مجتہد جو ان تین دلائل سے مستنبط ہو نہ کہ خواہشات مفتیان ہوں ان کا یہ منصب نہیں۔ فرض فرض ہے واجب واجب ہے سنت سنت ہے مستحب مستحب ہے یہ کسی مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے تبدیل نہیں ہو سکتا نہ فرض کسی فتویٰ سے واجب یا سنت یا مستحب بن سکتا ہے اور نہ مستحب سنت یا واجب یا فرض کسی کے فتویٰ سے بنتا ہے وغیرہ وغیرہ تو یہ سکندری صاحب کی واضح جہالت ہے کہ بعض متأخرین مفتیوں کے فتویٰ سے اشارہ سنت ثابت کرتا ہے۔

اس لئے کہ یہ قول مشرکین سے مشابہت رکھتا ہے جس کا بیان سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۶ و ۳۷ میں ہے۔

اشرف علی تھانوی بیان قرآن میں تحریر کرتا ہے:

عود بذکر بعض جھالات کفریه مشرکین۔

اس جہالت کا حاصل تبدیل احکام متعلقہ زمان تھا۔اھ۔

تعریف سنت: ان السنة ما واظب علیه النبی ﷺ۔ یعنی سنت وہ ہے جس پر نبی ﷺ نے ہمیش گیری کی ہو۔[3]

اعلم ان المشروعات اربعة أقسام فرض و واجب و سنة و نفل فما کان فعله اولی من ترکه مع منع الترک ان ثبت بدلیل قطعی ففرض أو ظنی فواجب و بلا منع الترک ان کان مما واظب علیه الرسول اللہ ﷺ او الخلفاء الراشدون من بعده فسنة و الا فمندوب و نفل الخ۔

---

[1] (قاضی خان صفحہ ۳)

[2] (عمدۃ الرعایہ مقدمہ صفحہ ۱۱)

[3] (شامی جلد ۱ صفحہ ۴۰۹ مصری)

یعنی چار قسم مشروعات ہیں فرض اور واجب اور سنت اور نفل۔ تو جس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو اور نہ کرنے سے منع آیا ہو اگر دلیل قطعی سے ثابت ہو تو یہ فرض ہے۔ اور اگر دلیل ظنی پر ثابت ہو تو یہ واجب ہے۔ اور ترک کرنے سے منع نہ ہو اگر اس پر نبی کریم ﷺ نے ہمیش گیری کی ہو یعنی ہمیشہ کیا ہو یا آپ ﷺ کے بعد خلفاء الراشدین نے اس پر مواظبت کی ہو تو یہ سنت ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مندوب اور نفل ہے۔[1]

ان التفاوت فی الاحکام انمایکون بتفاوۃ الخطاب دون العقل تمہید ابی شکور سالمی ص ۱۱۔

یعنی احکام میں تفاوت عقل سے نہیں بلکہ خطاب کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔

وجہ پنجم: سکندری صاحب کا اقرار کہ عام متأخرین نے اشارہ بالسبابہ کے سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ سکندری صاحب نے بالواسطہ طور پر شاہ صاحب کی تصدیق کی ہے کہ اصل مذہب اور متقدمین کے ہاں یہ اشارہ نہیں ہے پھر ان کا ان متأخرین کی اتباع نصوص قرآن کی صریح خلاف ورزی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

(۱) اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (۵) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحة ۶)

یعنی ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔

تفسیر: صراطِ مستقیم سے مراد اسلام یا قرآن یا خُلقِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضور کے آل و اصحاب ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صراطِ مستقیم طریقِ اہلِ سنت ہے جو اہلِ بیت و اصحاب اور سنّت و قرآن و سوادِ اعظم سب کو مانتے ہیں۔

"صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" جملہ اُولیٰ کی تفسیر ہے کہ صراطِ مستقیم سے طریقِ مسلمین مراد ہے، اس سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں کہ جن امور پر بزرگانِ دین کا عمل رہا ہو وہ صراطِ مستقیم میں داخل ہے۔

(۲) يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (النساء ۲۶)

اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے صاف بیان کر دے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتا دے (انبیاء و صالحین کی) اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ: أی مناهج من تقدمكم من الانبياء و الصالحين لتفتقو أثرهم و تتبعوا سيرهم۔[2]

یعنی آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام اور نیک بندوں رحمہم اللہ تعالیٰ کے راستے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتائے تاکہ آپ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کے سیرتوں کا اتباع کریں (نہ کہ ان کے خلاف فتویٰ جاری کریں)۔

---

[1] (شامی جلد ۱ صفحہ ۷۶ مصری)

[2] (روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۱۳ امدادیہ ملتان)

مجلہ میں ہے:

الاصل بقاء ما کان علی ما کان صفحہ ۸۷، ۷۶۴ مادہ و صفحہ ۵ ملاحظہ ہو۔ شرح مجلہ سلیم رستم باز صفحہ ۲۰ وغیرہ اور شرح مجلہ محمد خالد الاتاسی جلد ۱ صفحہ ۲۰ اور درر الحکام شرح مجلہ تالیف علی حیدر جلد ۱ صفحہ ۲۳۔

مادہ: القدیم یترک علی قدمہ: مجلہ صفحہ ۸۷ مادہ نمبر ۶ اور شرح مجلہ رستم باز صفحہ ۱۲۱ اور الاتاسی جلد ۱ صفحہ ۲۳ اور درر الحکام جلد ۱ صفحہ ۲۴ یعنی پرانا اپنے حال پر چھوڑا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے: حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ انہیں نماز کے درمیان وضو ٹوٹنے کا شک لاحق ہوتا رہتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک نماز نہ توڑو جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس نہ ہو جائے یا تم (ریح کی) آواز نہ سن لو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اس حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف یقین دہانی ہو جائے الخ۔ [1]

لا مساغ للاجتہاد فی مورد النص مادہ نمبر ۱۴ صفحہ ۸۸ وغیرہ۔

الاجتہاد لا ینقض بمثلہ مادہ نمبر ۱۲ صفحہ ۸۸ مجلہ نمبر ۸۸ اور شرح مجلہ رستم باز صفحہ ۲۵، ۲۶ اور شرح اتاسی جلد ۱ صفحہ ۴۰ و صفحہ ۴۵ اور درر الحکام جلد ۱ صفحہ ۳۲ و ۳۴ نص کے باوجود اجتہاد کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور ایک اجتہاد اپنے جیسے اجتہاد سے ٹوٹ نہیں جاتا۔ اس وجہ سکندری صاحب کا نقل کردہ اور بیان کردہ فتویٰ سے کوئی کام نہیں بن سکتا ہے۔ باقی رہا سکندری کا یہ حکم کہ عدم اشارہ روایات اصول میں سے نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں قرآن و سنت اصول میں سے نہیں جو کہ ہم نے مختصراً بیان کیا۔ اس لیے ان کو اپنا حکم خود سوچنا چاہیئے۔ اور تفسیر مظہری میں ہے پیچھے خلاف پہلے اجماع کو ختم نہیں کرتا مظہر جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ پارہ ۸۔

اور علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کرتے ہیں:

لا یجوز تقلید من لا سلف لہ۔ [2]

[1] (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۸ حدیث نمبر ۷۰۸ و ۷۰۹)

[2] (رسائل ابن عابدین جلد ۱ صفحہ ۳۳۵)

اصل عبارت اس طرح ہے:

لا یجوز لنا تقلید البزازیه و من تبعه فی ذلک حیث لم نر لهم سلفا و مستنداً بل راینا صریح النقول فی المذهب و غیره مخالفة لکلامهم۔

یعنی ہمیں بزازی اور اس کے متعین کا تقلید کرنا جائز نہیں ہے اس بارے میں پہلے مذکور ہے۔ اس وجہ سے کہ ہم ان کے لیے سلف اور مستند نہیں دیکھے ہیں بلکہ ہم مذہب میں صریح نقول ان کے کلام کے مخالف دیکھتے ہیں۔

قابل غور بات: مندرجہ بالا وجوہات اور گزشتہ آیات قرآن بابت خواہشات ایک مبین دلیل ہے کہ سکندری صاحب کا منقولہ فتویٰ ایک موحد مسلمان کے لیے کبھی بھی قابل تسلیم اور قابل عمل نہیں دعا ہے کہ اللہ جل مجدہ سکندری صاحب کی تقلید سے سارے مسلمانوں کو محفوظ اور مامون رکھے۔ محترم سکندری صاحب کی ایک اور بات ملاحظہ ہو۔

وہ یہ کہ لکھتا ہے کہ عدم روایات اصول اور نوادر سے نہیں بلکہ واقعات کی روایات سے ہے: جواباً عرض ہے کہ مقولہ ہے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ کیا ہدایہ واقعات سے ہے؟ جس کا مرتبہ بیان ہوا ہے گزشتہ اوراق میں کیا کتاب الاصل واقعات میں سے ہے؟ جس کا حوالہ گزرا ہے۔ کیا کتاب الآثار واقعات سے؟ جس کا مقام بیان ہوا ہے۔

کیا رقایۃ الروایات واقعات میں سے؟ جس کا مقام مقدمه عمدة الرعايه صفحه ١٠ پر ملاحظہ ہو کیا متون میں سے متن لابی جعفر الطحاوی واقعات میں سے ہے؟

علامہ عبدالحی لکھنوی مقدمہ عمدۃ الرعایہ صفحہ ۱۰ پر لکھتا ہے:

المراد بالمتون فی قولهم ما فی المتون مقدم۔۔۔ التی الفها حذاق الائمة و کبار الفقهاء المعروفین بالعلم و الزهد و الفقه و الثقة کابی جعفر الطحاوی اه۔

یعنی مراد متون میں سے وہ متون ہے جن کی تالیف عقل مند، ہوشیار ماہرین ائمہ اور بڑے فقہاء کا جو کہ علم اور پاکیزگی اور فقہ میں ثقہ ہونے میں مشہور ہے جیسے امام ابو جعفر طحاوی اھ۔[1]

ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انگلیوں کو بکھرے ہوئے کرے: ولا یشیر شئ منها اور ان میں سے کسی پر اشارہ نہ کرے اور دلیل میں ہدایۃ کی طرح وائل بن حجر کی منقول حدیث بیان کی اور شارح علامہ جصاص نے بھی شرح مختصر الطحاوی میں اس کی تاکید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اپنی انگلیوں کو بکھرے ہوئے کرے اور ان میں سے کسی پر اشارہ نہ کرے کیوں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھ دو اور نماز میں سکون کرو۔[2]

---

[1] (مقدمه نمبر ١٠)

[2] (شرح مختصر الطحاوی جلد ١ صفحه ٦٢٨ و ٦٢٩ کریمیه کوئٹه)

یعنی عدم اشارہ نماز میں روایتاً ثابت ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی ہے جیسا کہ گزرا ہے کہ کفوا ایدیکم الخ۔
اس سے ناظرین علامہ سکندری صاحب کی ایمانداری دیانتداری، سچائی ودھوکہ دہی معلوم کریں کہ وہ کتنا دشمن حق ہو کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ اس جیسے اشخاص نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاضی ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو غلط نسبت کی ہے کہ انہوں نے نوادر اور املا میں یہ کہا ہے اور یہ کہا ہے تاکہ مذہب حنفی کی جڑ کمزور کرکے لوگوں کے ذہن میں یہ راسخ کرے کہ ائمہ احناف اتنے بے علم ہیں کہ ان کی بات ایک نہیں ایک جگہ ایسا لکھا ہے اور دوسرے جگہ میں یوں لکھا لہٰذا مذہب حنفی بااعتماد مذہب نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ حنفی کتابوں کو بھی حتی المقدور رد وبدل کرتے رہتے ہیں اس لیے ان کو یعنی احناف کو ان لوگوں کی باتوں سے ہوشیار رہنا ضروری ہے تاکہ لامذہب نہ ہو جائیں۔ یہ بات ذہن نشین کریں۔

نچوڑ

یہاں تک کہ بطریق اختصار جو بیان ہوا یہ بطریق حوالہ جات ہے نہ کہ اپنی خواہشات سے اور ناقل پر تصحیح نقل ہوتی ہے نہ کہ اس سے بڑھ کر جواب دہی سابقہ اوراق میں ذکر ہوئی کہ احادیث فعلی مثبتین اشارہ برائے نفی واثبات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ احادیث قولی پر دارومدار شریعت کا ہے اس لیے قولی حدیث پر عمل ہوتا ہے نہ کہ فعلی پر۔

۲۔ ان کی پیش کردہ احادیث میں اضطراب ہے اس لیے اس پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

۳۔ اس سے نسخ آیات قرآنی لازم آتا ہے اور احادیث اُحاد پر نسخ آیاتِ قرآنی شیوہ ملحدین ہے۔

۴۔ ان احادیث اشارہ برائے دعا اور رد سلام کے لیے ہے نہ کہ اثبات توحید کے لیے۔

۵۔ توحید کے لیے اقرار لسانی اور تصدیق قلبی کافی ہے۔

۶۔ اقرار لسانی اور تصدیق قلبی کے ساتھ اشارہ بالجوارح کا ثبوت نہ قرآن کریم میں ہے نہ احادیث رسول مقبول ﷺ کے ارشادات میں اور نہ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین سے منقول ہے۔

۷۔ یہ بھی گزرا یہ احادیث فعلی ارشاد رسول مقبول ﷺ کہ اسکنوا فی الصلوٰۃ اور نماز میں شغل ہے وغیرہ مذکور شدہ۔

۸۔ حق کسی کی خواہشات کے تابع نہیں۔

۹۔ خواہشات تابعداری موجب ضلالت ہے۔

۱۰۔ کسی کی خواہش کی تابعداری آیات قرآنی مذکورہ سے ممنوع اور موجب ضلالت ہے۔

۱۱۔ نماز میں اشارہ کرنے والے کو حضور علیہ السلام نے حکم اعادہ نماز کا کیا ہے۔

۱۲۔ اس میں رسول مقبول ﷺ کے اس قول کی صریح خلاف ورزی ہے جس کو ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار کی تشریح میں ذکر کیا ہے۔ وہ یہ: کفوا ایدیکم فی الصلاۃ۔ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھو۔

۱۳۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کے اس حکم، امر کا توڑ ہے۔ جس کو امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوبات مترجم اردو جلد ا صفحہ ۲۰۷ اور مبسوط السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جلد ا صفحہ ۲۳ میں ذکر کیا وہ یہ کہ فرمایا اور حکم کیا:

فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع۔

جہاں تک ہو سکے اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔

۱۴۔ اس میں ارشاد نبوی ﷺ کی بھی کھلی مخالفت کرنا ہے کہ فرمایا:

الحدیث المشھور: ان النبی ﷺ قال لا ترفع الایدی الرفع فی سبع مواطن الخ مبسوط جلد ۱ صفحہ ۱۴ وغیرہ جو گزرے ہیں اور فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ و صفحہ ۲۷۱ کے ساتھ کفایۃ یعنی یہ مشہور حدیث شریف ہے کہ سات مواضع کے علاوہ اور جگہ نماز میں ہاتھ مت اٹھاؤ۔

۱۵۔ ان میں سند کے اضطراب کے علاوہ لفظی اضطراب بھی ہے۔

۱۶۔ اور یہ قاعدہ ہے: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ [1]

۱۷۔ الرفع للدعاء مخصوص بما لیس فی الصلاۃ للاجماع علی انہ لا رفع فی دعاء التشھد۔ [2]

یعنی اس پر اجماع ہے کہ تشہد میں دعا کے وقت رفع ایدی نہیں یہ اس دعاء کے ساتھ خاص ہے جو نماز سے خارج ہو۔

۱۸۔ والصواب عندی انہ کان للدعاء۔۔ و فی الحدیث تصریح بان الرفع کان للدعاء فیض الباری شرح صحیح البخاری لمولانا محمد انور شاہ الکشمیری الدیوبندی جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ اور تحریرات حدیث علی أصول التحقیق۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۱۴۷ اور تعلیق ابو الوفاء الافغانی کتاب الآثار لامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۵۸۳ وغیرہ اور الجوھر النقی ذیل السنن الکبریٰ بیھقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ اشرفیہ ملتان للعلامہ علاء الدین ابن لترکمانی۔ وغیرہ یعنی رفع مسبحہ برائے دعاء اخر نماز میں تھا اب نماز میں اس کا رفع منسوخ ہے اور خارج از نماز باقی ہے اپنے حال پر۔

۱۹۔ یہ اس آیت قرآنی کا خلاف کرنا ہے: ھم فی صلٰتھم خشعون۔ تفصیل گزری ہے۔

۲۰۔ یہ آیت الٰہی: قوموا للہ قانتین کے خلاف ہے۔ تفصیل گزری ہے۔

---

[1] (اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۵۷۵، ۶۱۰، ۶۴۹ مکتبہ امدادیہ کوئٹہ)

[2] (مراقی الفلاح، میر محمد کتب خانہ کراچی صفحہ ۱۸۷ اور فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

۲۱۔ اس طرح **فول وجھک** اور **فولو وجوھکم** چار دفعہ تفصیل گزری ہے ملاحظہ ہو۔ اس میں ذکر ہے جزء کا اور اس سے مراد کل بدن ہے جس کی تفسیر منیر سے تفصیل گزری ہے۔ اس پر دلیل حدیث مرویہ امام بخاری کی ہے وغیرہ اور تفسیر کبیر سے تفصیل گزری ہے اور تفسیر خازن بھی کا عبارت بھی اس صفحہ پر ہے اور تفسیر بحر المحیط کی عبارت تفصیل گزری ہے۔

۲۲۔ اس طرح **کفوا ایدیکم**۔ سورۃ النساء تفصیل گزری ہے۔

یعنی حکم خداوندی اور فرمان رسول اللہ ﷺ سے نماز میں خشوع اور سکون اور انگلی یا ہاتھ نہ اٹھانا نماز میں مامور بہ ہے تو کس طرح یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ہم نماز میں اشارہ کریں۔

ان کی اطاعت سبب رحمت الٰہی:

۱۔ **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ آل عمران آیت نمبر ۱۳۲**

ترجمہ: اور خوشی سے کہنا مانو اللہ تعالیٰ اور رسول کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔

۲۔ **وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (النساء ۱۳)**

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو ایسی بہشتوں میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

۳۔ **وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً (الاحزاب ۷۱)**

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

۴۔ **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المجادلۃ ۱۳)**

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

۵۔ **الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ (آل عمران ۱۷۲)**

ترجمہ: وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ اُنہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

(۲۳) مذکورہ پانچ بار حکم الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کا خلاف ورزی اور ان آیات میں بیان شدہ اجر سے اشارہ کرنے سے محروم ہونا ہے۔

یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے سبقت ممنوع ہے۔

۶۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ الحجرات نمبر ۱**

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو (یعنی تمہیں لازم ہے کہ اصلاتم سے تقدیم واقع نہ ہو، نہ قول میں، نہ فعل میں کہ تقدیم کرنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب و احترام کے خلاف ہے بارگاہِ رسالت میں نیاز مندی و آداب لازم ہیں۔

شانِ نزول: چند شخصوں نے عیدِ اضحٰی کے دن سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے قربانی کرلی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ بعضے لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کردیتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی سے تقدم نہ کرو۔ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)) اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔

مخالفت کرنے والوں کا ثمرہ:

۷۔ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ۔ المجادلۃ نمبر ۵

ترجمہ: بیشک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کئے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلّت دی گئی (رسولوں کی مخالفت کرنے کے سبب) اور بیشک ہم نے روشن آیتیں اتاریں (رسولوں کے صدق پر دلالت کرنے والی) اور کافروں کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

۸۔ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ۔ المجادلۃ ۵۔

ترجمہ: بیشک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

خدا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلو تہی کرنا:

۹۔ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ۔ النور نمبر ۴۸

ترجمہ: اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان میں فیصلہ کردیں تو ان میں سے ایک گروہ پہلو تہی کرتا ہے۔

اور حکم الٰہی ہے:

۱۰۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ ہم نے اس فیصلے کو حکم ربی سے لے لیا ہے اور فیصلہ اس میں ہماری طرف پر کیا گیا ہے وہ یہ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب ۲۱)

جواب: عرض یہ ہے کہ مذکورہ آیت مثبتین کے لیے کسی طرح بھی دلیل نہیں پہلے ترجمہ آیت کا: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ اول یہ کچھ تفصیل سے ذکر کیا گیا کہ مذکورہ احادیث فعلیہ برائے اشارہ نفی واثبات کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد دعا ہے۔

اور اس طرح پیر طریقت رہبر شریعت غوث الزمان شیخ القرآن و شیخ الحدیث اور شیخ الشیوخ حضرت علامہ عبد الہادی صاحب شاہ منصوری قدس اللہ سرہ تسہیل الترمذی میں رقم طراز ہے:

ذکر امام الربانی منعها و اجاب عن الاحادیث الواردة بثبوتها جواباً شافیا فی کتاب المسمی بالمکتوبات فعند اصحاب المتون والشراح کلهم ممنوعة ای الاشارة المصطلحه برفع السبابة فی النفی والوضع فی الاثبات لانهم یقولون ماوجدفیها حدیث صحیح کماهو مفصل فی المکتوبات نعم منعها ثابت بحدیث النسائی فی صفحه ۱۷۶۔ اسکنوا فی الصلوة انتهی وفی الحاشیة (کان هذا من علل ترک الاشارة الی التوحید فی التشهد انتهی تسهیل صفحه ۵۸۔ بانها تنافی السکون اخذ ذلک من هذه الروایة) اعنی لفظ اسکنوا فی الصلوٰة اه سندهی علی النسائی صفحه ۱۷۶ ایضاً: قال طحاوی صفحه ۱۵۳ فی حدیث عیسیٰ یشیر فی الدعاء باصبع واحد۔ انتهی وفی جوهرة النقی فی الرد علی البیهقی فی حدیث وائل مرفوعاً اشار بالسبابة یدعوا دلیل علیٰ ان ذلک کان فی اخر الصلوة انتهی۔ فثبت بما ذکره رفع السبابة للدعاء فی آخر الصلوة لا فی القعدة الاولیٰ اذ لا دعاء فیها (فالصلوة بدون الاشارة مامور به و فی الاشارة ترک مامور به، اھ۔[1]

یعنی: امام ربانی نے اشارہ کا منع اپنے کتاب مکتوبات میں ذکر کیا ہے اور اس کے ثبوت احادیث وارده کا جوابات دیا ہے تو اشارہ مصطلحہ مسبحہ اٹھانے سے نفی پر اور رکھنے سے اثبات پر سب اہل متون اور شروح کے ہاں ممنوع ہے اس لیے کہ کہتے ہیں کہ اس بارے کوئی حدیث صحیح نہیں پائی گئی۔ جیسا کہ مکتوبات میں تفصیل سے ذکر ہے۔ اس سے منع نسائی شریف کے حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں سکون کرو اور نسائی کے حاشیہ پر علامہ سندھی نے ذکر کیا ہے کہ تشہد میں

[1] (تسہیل الترمذی صفحہ ۵۹)

اشارہ نہ کرنے کا یہ اس کے علتوں میں سے ہے اس لیے کہ یہ سکون سے مخالف ہے یہ اس روایت سے لیا گیا ہے میرا مطلب لفظ اسکنو فی الصلوٰۃ کہ نماز میں سکون کرو۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ دعا میں ایک انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ اور جوھرۃ النقی میں امام بیہقی پر رد کرنے میں مرفوع حدیث وائل میں ہے کہ مسبحہ پر اشارہ سے دعا کرتے تھے اس پر دلیل ہے کہ یہ نماز کے آخر میں تھی تو اس کے بیان کردہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ مسبحہ اٹھانا دعاء کے لیے تھا نماز کے آخر میں نہ پہلے قعدہ میں اس لیے کہ اس میں دعا کرنا نہیں ہے تو بغیر اشارہ کے مامور بہ ہے یعنی نماز کا امر بغیر اشارہ کے ہے اور اشارہ کرنے میں جس کا امر ہوا ہے وہ چھوڑ دینا ہے۔ انتہی۔

جواب آخر: امام حجۃ الاسلام علامہ الرازی الجصاص الحنفی المجتھد المفسر نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں ذکر کیا ہے:

یقتضی ظاھرہ الندب دون الاجاب لقولہ تعالیٰ (لکم) مثل قول القائل لک ان تصلی و لک ان تصدق لا دلالۃ فیہ علی الوجوب بل یدل ظاھرہ علی ان لہ فعلہ و ترکہ الخ۔

ترجمہ: اس آیت کا ظاہر دلیل ندب ہے واجب کرنے کا نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے لکم فرمایا جیسا کہ کوئی کہے آپ کے لیے نماز کرنا ہے اور آپ کے لیے تصدق کرنا ہے تو اس میں واجب ہونے کے لیے کوئی دلیل نہیں بلکہ ظاہر طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے لیے اس کا کرنا اور نہ کرنے کا اختیار ہے۔

خدا اور رسول کے حکم میں مؤمن اور مؤمنہ کے لیے اختیار نہیں

۱۱۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (الاحزاب ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی عدم اطاعت سے اعمال برباد ہوتے ہیں:

۱۲۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد ۳۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

ماننے والا جنتی ہے اور نہ ماننے والا دوزخی ہے:

۱۳۔ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا (الفتح ۱۷)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

مخالفت کرنے والوں کا انجام:

۱۴۔يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَالَيْتَنَا أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا (الاحزاب ۶۶)

ترجمہ: جس دن ان کے منہ اُلٹ اُلٹ کر آگ میں تلے جائیں کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

آگے آیت نمبر ۶۷ کا ترجمہ بھی سن لیجئے: اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔

مخالفت اللہ و رسول کا انجام:

۱۵۔وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (الجن ۲۳)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لئے جہنّم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

۱۶۔أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (التوبۃ ۶۳)

ترجمہ: کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

۱۷۔وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَا أُولٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ (النور ۴۷)

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا پھر کچھ ان میں کے اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور وہ مسلمان نہیں۔

مخالفت رسول اللہ ﷺ ممنوع ہے:

۱۸۔وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

۱۹۔وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ (النساء ۱۴)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اسکی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

حضور علیہ السلام کے فیصلہ سے پہلو تہی کرنا مضر ہے اور کام منافق ہے۔

۲۰۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا۔ النسآء نمبر ۶۱

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منھ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

وعید پہلو تہی پر:

۲۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران ۳۲)

ترجمہ: تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منھ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

۲۲۔ فرمان الٰہی ہے:

وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (المائدہ ۹۲)

ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمّہ صرف واضح طور پر حکم پہنچادینا ہے۔

۲۳۔ حکم ربی ہے:

وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ (الانفال ۱)

ترجمہ: اور اللہ ورسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔

۲۴۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ (الانفال ۲۰)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اسے نہ پھرو۔

۲۵۔ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (الانفال ۴۶)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

۲۶۔ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (التغابن ۱۲)

ترجمہ: اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔

۲۷۔ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (النور ۵۶)

ترجمہ: اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔

۲۸۔ قرآنی حکم ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔

اطاعت رسول اطاعت خداوندی ہی ہے:

۲۹۔ فرمان خداوندی ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (النساء ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منھ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

۳۰۔ قُلْ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (النور ۵۴)

ترجمہ: تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمّہ وہی ہے جس اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کروگے راہ پاؤگے اور رسول کے ذمّہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

اطاعت رسول ﷺ کا ثمرہ:

۳۱۔ وَإِنْ تُطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الحجرات ۱۴)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مخالفت کا نتیجہ:

۳۲۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال ۱۳)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اطاعت کا ثمرہ:

۳۳۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

قابل توجہ نکتہ:

اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اطاعت کرنے والوں کے لیے وعد اور ثواب عظیم اور پہلو تہی کرنے والوں کے لیے وعید شدید مذکورہ کو مد نظر رکھ کر علماء ربانین نے ایک مسلمہ قاعدہ مقرر کیا کہ جب حدیث قولی اور فعلی کا تعارض بہ ظاہر واقع ہو جائے تو عمل حدیث قولی پر ہو گا نہ کہ فعلی پر۔ اور حدیث فعلی حسب موقع منسوخ یا یہ کہ یہ عمل خاص ہے رسول اللہ ﷺ کیلئے یا برائے بیان جواز ہے یا ایک ضرورت کے وجہ سے ہوا ہے مگر عام شریعت قولی کی طرح نہیں۔ اور اگر فعل رسول مقبول ﷺ بغیر تعارض ہو تو وہ ہماری نسبت کے اعتبار سے چار قسم ہیں۔ مباح، مستحب، واجب اور فرض ہے۔ کذافی کتب الاصول الفقہ۔ اور مستحب سے مراد یہ ہے کہ جانب کرنا راجح ہو اور ترک پر عقاب نہ ہو یعنی مستحب نفل اور سنت دونوں کو شامل ہے۔

مطلب: یہ کہ اگر بالفرض کوئی حدیث فعلی ثابت بھی ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے جو کہ بیان ہوا یعنی اس سے کوئی نص قرآنی اور قول رسول ﷺ دونوں ساقط نہیں ہو سکتے۔

آمدم بر سر مقصد:

۳۴۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ (المجادلة ۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کُنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مقصد: یہ کہ منسوخ شدہ اور خلاف مذہب پھر بھی وہ رد سلام کے لیے یا نماز کے آخر میں دعاء کے لیے احادیث غیر مراد منہ ہم معمول نہ بنائیں۔ اللہ ہمیں قرآن اور سنت پر صحیح طور پر عامل بنادے۔

تسہیل ترمذی سے گزرا ہے کہ اشارہ اصاحب متون اور شراح سب کے ہاں ممنوع ہے تسہیل صفحہ ۵۸ اس طرح ۵۹ پر رقم طراز ہے کہ ظاہر روایات کے علماء اور اصحاب متون اور شروح فقہاء کے ہاں اشارہ نہیں آپ جیسے مفتی اعظم خیبر پختونخوا شیخ الشیوخ مولانا الحاج شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ الاجوبۃ المنیفۃ نے تحریر کیا ہے کہ متون معتبرہ نے اشارہ کو ممنوع قرار دیا صراحۃً جیسے خلاصہ کیدانی اور تنویر وغیرہ بعض نے اشارہ کو دلالۃً جو کہ اقویٰ ہے ممنوع قرار دیا ہے جیسے صاحب کنز کے قول اور ہدایہ اور قدوری اور وقایۃ الروایات اور مختصر الوقایۃ اور ملتقے وغیرہ صفحہ ۴ منظور عام پریس پشاور اور علامۃ عبد الحی لکھنوی نے مقدمہ عمدۃ الرعایۃ میں متون معتبرہ مقدم میں سے مختصر لابی جعفر الطحاوی کو شمار کیا ہے اور ابی جعفر الطحاوی والکرخی والحاکم الشہید والقدوری کو حذاق الائمۃ وکبار الفقہاء المعرفین بالعلم والزھد والفقہ والثقۃ فی الروایات گردانا ہے اس طرح مختصر الطحاوی کی شرح مصنفہٗ الجصاص الفقیہ مفسر مجتہد میں واضح الفاظ میں مدلل طور پر اشارہ کا منع ذکر کیا جیسا کہ گزرا ہے۔

مندرجہ بالا مفصل وجوہات مذکورہ کے وجہ سے مندرجہ ذیل کتب میں اشارہ کو حرام قرار دیا ہے۔

ا۔ متن معتبرہ خلاصہ کیدانی اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نمبر ۳ خلاصۃ مزیل الشبہات

(۴) احل المشکلات

(۵) احل المشکلات بحوالہ قریشیۃ

(۶) شرح قریشیہ

(۷) بحوالہ مجموعہ خانی فی احل المشکلات صفحہ ۴۷ اور

(۸) خلاصہ کیدانی کی توثیق حضرت علامہ میاں ظاہر شاہ حنفی القادری ایم اے اسلامیات قادری نے تشریحات ظاہریہ میں کی ہے اور آپ کے فتویٰ کو درست مانا ہے۔

(۹) میر شرح خلاصہ ۱۰ص

(۱۰) فتاوی الغرائب

(۱۱) فتح الرحمات فی عدم الاشارۃ علی مذھب استعمال

(۱۲) انوار التحقیق

(۱۳) مولوی عبد الحکیم علی مراح الارواح

(۱۴) واما عدمو لانا لطف اللہ ابن عبداللہ النفسی الکیدانی وغیرہ کصاحب الغرائب الاشارۃ حرام فمبنی علی انھا منسوخۃ والعمل بالمنسوخ حرام کما فی الاشباہ والنظائر معزیا الی مناقب الکردری مع انھا مفوتۃ للخشوع

(خشوع نماز میں فرض ہے اس طرح غرائب القرآن ج۵ص۱۰۸دارالکتب بیروت جس نے خشوع نہ کیاتواس کی نماز فاسد ہوئی۔) و توجیہ الاصابع الی القبلۃ و النظر الی الحجر التی نطق بھا الکتاب و السنۃ اہ فتح الرحمان صفحہ ۱۹ العالم الکبیر الشیخ محمد فاروق بن عبد الغفور بن عبد العلی مورخہ ۱۲۲۳ھ مولوی عبد الحکیم صاحب نے بھی وجہ نسخ حدیث بیان کی۔

ترجمہ: مولوی محمد فاروق نے فرمایا: مولانا لطف اللہ الکیدانی اور صاحب غرائب نے اشارۃ کرنا نماز میں حرام شمار کیا ہے فرمایا کہ اشارہ حرام ہے تو اس پر بنا ہے کہ حدیث اشارہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے جیسا کہ صاحب اشباہ والنظائر نے علامہ الکردری کو منسوب کر کے بیان کیا۔ اس کے باوجود کہ اس سے خشوع اور قبلہ کی طرف انگلیوں کا کرنا اور اپنے سینہ کو دیکھنا فوت ہو جاتا ہے جس پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ نے گفتگو کی ہے اور بیان کیا ہے صاحب تسھیل الترمذی نے فرمایا اشارہ کرنے سے مذکورہ سنت اعمال فوت ہو جاتے ہیں اور سنت کے خلاف کرنا تو بدعت ہوتا ہے جس سے اشارہ کرنا واضح طور پر حرام ہوتا ہے اور بنا اس بات پر کہ کہا گیا ہے قرآن کی بعض بعض آخر کا تفسیر کرتا ہے اور اس طرح احادیث نبوی ﷺ ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔

اس لیے موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث مذکورہ کی تفسیر یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب الدعاء اور بعض نسخ میں باب الاشارۃ فی الدعاء میں ذکر کی ہے:

اخبر نا مالک اخبر نی عبداللہ بن دینار و قال رانی ابن عمر و انا ادعو فاشیر باصبعی اصبع من کل ید فنھانی۔

یعنی عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں دو انگلیوں پر دعا کرتا تھا ہر ایک ہاتھ سے ایک انگلی پر تو مجھے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھا تو مجھے منع فرمایا۔

قال محمد و بقول ابن عمر نأخذ ینبغی ان یشیر باصبع واحدۃ و ھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

امام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں کہ دعا کے لیے ایک انگلی پر اشارہ کرے اور امام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔ موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ص۳۸۶ قدیمی کراچی۔

صاحب تسھیل نے ذکر کیا ہے کہ احناف ایک انگلی پر دعا کے حدیث پر (نماز میں) عمل نہیں کرتے بلکہ ایک انگلی پر دعا کو مکروہ کرتے ہیں تو ایک انگلی سے حدیث اشارہ پر کس طرح عمل کریں گے اس کے باوجود کہ اس کی حدیث میں تردد ہے اور جانب الدعاء ترمذی کی حدیث سے ثابت ہے تو جب نماز کے آخر میں دعا کرتے ہوئے انگلی اٹھانا نہیں تو قبل اس سے بدرجہ اولیٰ نہیں اور اشارہ کو برائے نفی اثبات کو کسی نے بھی کسی دلیل سے صراحتاً ذکر نہیں کی اور اشارہ مطلقاً نماز میں حرام کہنے والا کیدانی

رحمہ اللہ تعالیٰ نہیں مگر آپ نے دیکھا کہ کئی محققین علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں حرام قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے خواہشات کی تابعداری نہیں کی بلکہ ان کے ہاں دلیل حرمت موجود تھی ہماری کم علمی ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ علامہ کیدانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ورفع الیدین فی غیر ما شرع فیہ رفع الیدین۔

یعنی مشروع شدہ مواضع کے علاوہ نماز میں رفع یدین حرام ہے۔

اس پر کسی نے جرح نہیں کی اس طرح آپ نے مطلق اشارہ کا ذکر کیا ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ اس پر جرح کریں۔

مصنفہ ابن ابی شیبہ میں کئی احادیث سے ثابت ہے کہ یہ اشارہ نماز کے آخر میں دعا کے وقت تھا:

(۱) عن سعید بن عبدالرحمان (۲) سلیمان بن ابی یحییٰ (۳) مجاھد (۴) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۵) عن وائل بن حجر، اھ۔

اب اجماعاً یہ متروک ہے جیسا کہ تفصیل گزری ہے۔

اس کے علاوہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ ایمان کے دو (۲) ارکان ہیں اجماعاً ایک ہے تصدیق قلبی اور دوسرا اقرار ہے زبان سے جیسا کہ ایمان مجمل میں اس الفاظ سے مذکور ہے۔ **اقرار باللسانِ و تصدیق بالقلب۔** جس کو صاحب شرح وقایۃ الروایات نے کتاب الزکوٰۃ میں ۲۸۲ مجتبائی دھلی ذکر کیا ہے اور نبراس صفحہ ۳۹۱ و صفحہ ۳۹۳، التصدیق والاقرار رکنان للایمان اور شعب ایمان کو ارکان کہنا یہ ان علماء کی اجتہادی غلطی ہے لہٰذا اس میں ان کی تقلید جائز نہیں صاحب نبراس نے حدیث شریف: **الایمان بضع و سبعون شعبۃ** تو وہ ارکان نہیں ہے نبراس صفحہ ۴۱۷ تو اشارہ انگلی سے زائد کرنا خلاف اجماع ہے اور خرق اجماع۔ **فافھم فقط تمت۔**

حضرت سیدنا علامہ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

الإشارۃ عند قولہ: أشھد أن لا إلہ إلا اللہ، حسن، وقیل لا یشیر وعلیہ الفتوی۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهَ پڑھتے وقت اشارہ کرنا اچھا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے۔[1]

حضرت سیدنا امام ابو بکر محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۵۰۰ھ وعلامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ثم قیل: لا یشیر بالمسبحۃ عند قولہ: أشھد أن لا إلہ إلا اللہ۔

---

[1] (فتاویٰ النوازل، کتاب الصلاۃ، فصل فیما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ، ص ۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پھر کہا گیا کہ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے۔[1]

حضرت سیدنا علامہ ملک العلماء علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

وَهَلْ يُشِيرُ بِالْمُسَبِّحَةِ إِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْلِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قال بَعْضُ مَشَايِخِنَا لَا يُشِيرُ لِأَنَّ فيه تَرْكَ سُنَّةِ الْيَدِ وَهِيَ الْوَضْعُ۔

اور کیا جب أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تک پہنچے تو شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرے؟ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا: اشارہ نہ کرے کیونکہ اس سے ہاتھ کو مسنون طریقہ پر رکھنے کی سنت کا ترک ہے۔[2]

حضرت سیدنا امام فقیہ ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید بن ابو حنیفہ ابن عبد الرزاق الولوالجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

ولا يشير بالسبابة عند قوله: أشهد أن لا إله الا الله، وعليه الفتوى، لأن مبنى الصلاة على السكون والوقار۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے، اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز سکون اور وقار پر مبنی ہے۔[3]

حضرت سیدنا الامام الاکمل الفقہ الامجد طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

وإذا انتهى إلى قوله أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يشير بالمسبحة والمختار أنه لا يشير۔

اور جب أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تک پہنچے تو اشارہ کرے، اور مختار یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے۔[4]

حضرت سیدنا علامہ ابو الحسن بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولا يشير بالسبابة عند قوله: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ في الصلاة وعليه الفتوى، لأن مبنى الصلاة على السكينة والوقار۔

اور نماز میں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے، اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز سکون اور وقار پر مبنی ہے۔[5]

---

1 (محیط سرخسی، ص ۵٦، مخطوطه، شرح سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الاشارۃ فی التشهد، ج ٣، ص ١٩١، دار الکتب العلمیة، بیروت)

2 (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الصلاۃ، فصل و اماسننها، ج ١، ص ٢١٧، دار الفکر، بیروت)

3 (الفتاویٰ الولوالجیة، کتاب الطهارت، الفصل الرابع عشر فی مسائل المتفرقه، ج ١، ص ١٢٨، مکتبة الحرمین شریفین، کانسی روڈ، کوئٹه)

4 (خلاصة الفتاویٰ، کتاب الصلاۃ، ج ١، ص ۵۵، مکتبه رشیدیه، سرکی روڈ، کوئٹه)

5 (کتاب التجنیس والمزید، کتاب الصلاۃ، ج ١، ص ١٢۵، ادارۃ القرآن، کراتشی)

حضرت سیدنا علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

وقد قيل: رفع سبابة اليد اليمنى في التشهد عند قوله أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ عند أبي حنيفة و محمد و الشافعي، و قال في ظاهر الأصول، لا يرفعها، و كذا روي عن أبي يوسف۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تشہد میں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت دائیں ہاتھ سبابہ انگلی کو اٹھائے، اور ظاہر اصول میں ہے کہ نہ اٹھائے اور اسی طرح حضرت سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے۔[1]

حضرت سیدنا علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

إذا أخذ في التشهد، و انتهى إلى قوله أشهد أن لا إله إلا الله، هل يشير بإصبعة السبابة من اليد اليمنى؟ لم يذكر محمد هذه المسألة في الأصل۔ و قد اختلف المشايخ فيه، منهم من قال: لا يشير، لأن مبنى الصلاة على السكينة و الوقار۔

ترجمہ: جب تشہد میں أشهد أن لا إله إلا الله تک پہنچے تو کیا دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کرے؟ حضرت سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الاصل (یعنی مبسوط) میں اس مسئلہ کو ذکر نہیں کیا اور اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، کیونکہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے۔[2]

حضرت سیدنا مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ٦٧١ھ لکھتے ہیں:

إِلَّا أَنَّهُمُ اخْتَلَفُوا فِي تَحْرِيكِ أُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ فَمِنْهُمْ مَنْ رَأَى تَحْرِيكَهَا وَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَرَهُ وَ كُلُّ ذَلِكَ مَرْوِيٌّ فِي الْآثَارِ الصِّحَاحِ الْمُسْنَدَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ جَمِيعُهُ مُبَاحٌ۔

لیکن سبابہ انگلی کو حرکت دینے میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا انگلی کو حرکت دینی چاہیئے اور بعض نے کہا: حرکت نہیں دینی چاہیئے۔ یہ تمام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے صحیح آثار کے ذریعے مروی ہیں اور ہر صورت مباح ہے۔[3]

حضرت سیدنا علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ٧٨٦ھ لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: (وَبَسَطَ أَصَابِعَهُ وَتَشَهَّدَ) وَهَلْ يُشِيرُ بِالْمُسَبِّحَةِ إذَا انْتَهَى إلَى الشَّهَادَةِ أَوْ لَا؟ لَمْ يَذْكُرْهُ، فَمِنْ الْمَشَايِخِ مَنْ يَقُولُ بِأَنَّهُ لَا يُشِيرُ؛ لِأَنَّ فِي الْإِشَارَةِ زِيَادَةَ رَفْعٍ لَا يُحْتَاجُ إلَيْهَا فَالتَّرْكُ أَوْلَى؛ لِأَنَّ مَبْنَى الصَّلَاةِ عَلَى السَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ۔

---

[1] (المحیط البرہانی، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی فی الفرائض والواجبات والسنن، ج ١، ص ٨٦، ادارۃ القرآن، کراچی)

[2] (المحیط البرہانی، کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث فی مایفعلہ بعد الشروع فی الصلاۃ، ج ١، ص ١٢٧، ادارۃ القرآن، والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

[3] (تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ ٤٣، ج ١، ص ٢٤٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور صاحبِ ھدایۃ کا قول (اور اپنی انگلیاں بچھا دے اور تشہد پڑھے) اور کیا جب شہادت تک پہنچے تو سبابہ انگلی سے اشارہ کرے یا نہ کرے؟ صاحبِ ہدایہ نے اس کو ذکر نہیں کیا، پس بعض مشائخ نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، کیونکہ اشارہ کرنے میں (انگلی) اٹھانے کی زیادتی ہے، اس کی ضرورت نہیں ہے، پس اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے۔[1]

حضرت سیدنا امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

وَكَثِيرٌ مِنْ الْمَشَايِخِ لَا يَرَوْنَ الْإِشَارَةَ وَكَرِهَهَا فِي مُنْيَةِ الْمُفْتِي۔

ترجمہ: اور کثیر مشائخ اشارہ نہیں کرتے تھے، اور منیۃ المفتی میں اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔[2]

حضرت سیدنا علامہ فرید الدین عالم بن علاء دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۷۸٦ھ لکھتے ہیں:

وقد اختلف المشايخ فيه، منهم من قال: لا يشير وفى الكبرى، وعليه الفتوى۔

ترجمہ: اور اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، اور کبریٰ میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔[3]

حضرت سیدنا علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

هل يشير بالمسبحة إذا انتهى إلى قوله - أشهد أن لا إله إلا الله؟ - فقال بعض مشايخنا: لا يشير؛ لأن في الإشارة زيادة لا يحتاج إليها فيكون تركه أولى. وفي "المنية" و"الوقاية" وعليه الفتوى، وفي الذخيرة وهو ظاهر الرواية۔

ترجمہ: اور کیا جب أشهد أن لا إله إلا الله تک پہنچے تو شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرے؟ تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، کیونکہ اشارہ کرنے میں زیادتی ہے، اس کی ضرورت نہیں ہے، پس اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔ اور منیۃ اور وقایہ میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور ذخیرہ میں ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے۔[4]

حضرت سیدنا علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ويقال لا يشير، وفى المنية، يكره الاشارة۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اشارہ نہ کرے اور منیہ میں ہے کہ اشارہ مکروہ ہے۔[1]

---

[1] (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱، ص ۳۲۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

[2] (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱، ص ۱۲۱، مكتبه امداديه، ملتان)

[3] (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، فصل كيفية الصلاة، ج ۲، ص ۱۸۷، مكتبه فاروقيه، كوئٹه)

[4] (البناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۲، ص ۲۷۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

علامہ محمد خراسانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۹۶۲ھ لکھتے ہیں:

لا یشیر ولا یعقد وھذا ظاھر اصول اصحابنا کما فی الزاھدی وعلیہ الفتویٰ، کما فی المضمرات والوالجی والخلاصۃ وغیرھا۔

نہ تو اشارہ کرے اور نہ گرہ لگائے اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔[2]

حضرت سیدنا علامہ کمال الدین بن ہمام حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۸۶۱ھ اور علامہ قاضی شہیر ملا خسرو حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

عَنْ کَثِیرٍ مِنْ الْمَشَایِخِ لَا یُشِیرُ أَصْلًا۔

ترجمہ: کثیر مشائخ سے روایت ہے کہ اشارہ بالکل نہ کرے۔[3]

حضرت سیدنا علامہ زین الدین بن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

لَا یُشِیرُ بِالسَّبَّابَۃِ عِنْدَ الشَّھَادَتَیْنِ وھو قَوْلُ کَثِیرٍ من الْمَشَایِخِ وفي الْوَلْوَالِجِیَّۃِ وَالتَّجْنِیسِ وَعَلَیْہِ الْفَتْوَی لأنہ مَبْنَی الصَّلَاۃِ علی السُّکُونِ وَکَرِھَھَا في مُنْیَۃِ الْمُصَلِّي۔

ترجمہ: شہادت کے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے، اور یہ کثیر مشائخ کا قول ہے اور ولوالجیہ اور تجنیس میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز کی بناء سکون پر ہے اور منیۃ المصلی میں اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔[4]

حضرت سیدنا امام سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

ولا یخفی أن وضع الیدین علیھا یستلزمہ، وفي إطلاق الیسط إیماء إلی أنہ لا یشیر بالسبابۃ عند الشھادتین عاقدًا الخنصر والتي تلیھا محلقًا الوسطی والإبھام وھذا قول کثیر من المشایخ وعلیہ الفتوی کما في عامۃ الفتاوی وجزم في (منیۃ المفتي) بکراھتہ۔

---

[1] (شرح العینی علی کنز الدقائق المسمیٰ رمز الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۶۰، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراتشی، وفتح باب العنایۃ بشرح النقایۃ، کتاب الصلاۃ، باب سنن الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۶۴، شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم، بیروت)

[2] (جامع الرموز شرح الوقایہ، ص ۸۹، کلکتہ)

[3] (فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، درر الحکام شرح غرر الاحکام، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۷۵)

[4] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۵۶۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ: اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ دونوں ہاتھوں کارانوں پر رکھنا لازم ہے، اور انگلیوں کو بچھانے کے اطلاق میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہادتین کے وقت چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کی گرہ بنا کر درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے، اور یہ کثیر مشائخ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ عامۃ الفتاویٰ میں ہے اور (منیۃ المفتی) میں اس کی کراہیت پر جزم کیا ہے۔[1]

حضرت سیدنا علامہ یعقوب بن سید علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۹۳۱ھ لکھتے ہیں:

وقیل لا یشیر وعلیہ الفتویٰ، لان مبنی الصلاۃ علی السکینۃ کذا فی الواقعات۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اشارہ نہ کرے، اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز سکون پر مبنی ہے، اسی طرح واقعات میں لکھا ہے۔[2]

حضرت سیدنا علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لا یشیر بسبابتہ عند الشھادۃ وعلیہ الفتوی۔

ترجمہ: شہادت کے وقت اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے اور اس پر فتویٰ ہے۔[3]

حضرت سیدنا عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

وفی (منیۃ المفتی) یکرہ أن یشیر عند کلمۃ الشھادۃ۔

ترجمہ: اور (منیۃ المفتی) میں ہے کہ کلمۂ شہادت کے وقت اشارہ کرنا مکروہ ہے۔[4]

حضرت سیدنا عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

وأما الاشارۃ بالسبابۃ فی التشھد، ففی المحیط، وملتقی الابحر، انھا مکروھۃ۔

---

1 (النھر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

2 (مفاتیح الجنان، شرح شرعۃ الاسلام، ص ۱۲۶، مکتبۃ الحقیقۃ، استنبول، ترکی)

3 (الدر المختار شرح تنویر الابصار وجامع البحار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ص ۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۲، ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

4 (حدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج ۵، ص ۱۴۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ترجمہ: اور رہا تشہد میں سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا تو محیط اور ملتقی الابحر میں ہے کہ اشارہ کرنا مکروہ ہے۔[1]

حضرت سیدنا ملا نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْلِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُشِيرُ بِالْمُسَبِّحَةِ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يُشِيرُ، كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ نَاقِلًا عَنْ الْكُبْرَى وَكَثِيرٌ مِنْ الْمَشَايِخِ لَا يَرَوْنَ الْإِشَارَةَ وَكَرِهَهَا فِي مُنْيَةِ الْمُفْتِي، كَذَا فِي التَّبْيِينِ۔

ترجمہ: اور جب أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ تک پہنچے تو اشارہ کرے، اور مختار یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اسی طرح مضمرات میں کبریٰ سے نقل کرکے لکھا ہے اور کثیر مشائخ اشارہ نہیں کرتے تھے اور منیۃ المفتی میں اس کو مکروہ لکھا ہے، اور اسی طرح تبیین میں ہے۔[2]

علامہ داؤد بن یوسف الخطیب حنفی لکھتے ہیں:

فی الفتاویٰ لا یشیر بالسبابۃ عند التشہد ھو المختار و علیہ الفتوی۔

ترجمہ: فتاویٰ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں، اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔[3]

علامہ سراج الدین ابی محمد علی بن عثمان بن محمد الاوشی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

یکرہ أن یشیر بالسبابۃ فی الصلاۃ عند قولہ: أشھد أن لا إلہ إلا اللہ، و ھو المختار۔

ترجمہ: نماز میں أشھد أن لا إلہ إلا اللہ کہتے وقت سبابہ کی انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار مذہب ہے۔[4]

حضرت سیدنا علامہ سدید الدین کاشغری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

و قال فی الوقایۃ لا یشیر۔

ترجمہ: اور وقایہ میں فرمایا: اشارہ نہ کرے۔[5]

حضرت سیدنا شیخ مسعود ابن محمود سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اما این سنت علماء متقدم است متاخران بآخر نہی کردہ اند و منسوخ شد بنا برآنکہ این قول را رافضیان گرفتہ اند۔

---

[1] (فتاویٰ النابلسی المسماۃ بنہایۃ المراد فی شرح ہدایہ ابن العماد، ج ۲، ص ۵۵۱، ۵۵۲، مکتبہ حقانیہ، کوئٹہ)

[2] (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۸۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

[3] (الفتاویٰ الغیاثیۃ، فصل فی یکرہ و مایکرہ، ص ۲۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[4] (الفتاویٰ السراجیۃ، کتاب الصلاۃ باب مایکرہ فی الصلاۃ، ص ۷۳، مکتبۂ زمزم، کراچی)

[5] (منیۃ المصلی، صفۃ الصلاۃ، ص ۱۰۱، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ: لیکن یہ (اشارہ سبابہ کرنا) سنت متقدمین علماء کی ہے، متاخرین علماء نے بعد میں اس سے منع کر دیا اور منسوخ ہوا ہے کیونکہ اس (اشارہ کرنے کے) قول کو رافضیوں (شیعوں) نے لیا ہوا ہے۔[1]

حضرت سیدنا عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء شیخ نصیر الدین منائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

در جامع گفتہ در شہادت اشارت وعقد نکند وفتویٰ برین ہست۔

ترجمہ: جامع میں فرمایا کہ شہادت میں اشارہ اور عقد نہ کرے اور فتویٰ اسی پر ہے۔[2]

حضرت سیدنا علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی نقشبندی قدس سرہٗ متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وفی العتابیۃ لا یشیر بالسبابۃ عند التشهد, وهو المختار۔

ترجمہ: فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں اور یہی مختار ہے۔[3]

حضرت سیدنا محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق حنفی نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

وفرمودہ کہ مشائخ ما مختلف اند در اثبات مسبحہ در وقت تہلیل جماعۃ از ایشان برانند کہ اشارت نکند ودر منیہ وواقعات وتجنیس ومختار النوازل ومضمرات وولوالجی وفتاویٰ کبریٰ گفتہ اند کہ فتویٰ بر عدم اشارت ست ودر خلاصہ وخزانۃ المقتیین گفتہ کہ مختار ہمین ست ودر ذخیرہ گفتہ کہ ظاہر روایت ہمین ست وتعلیل کردہ اند این جماعۃ در نفی آنکہ درینجا زیادت فعلی ست کہ بدان احتیاج نیست پس ترک آن اولیٰ باشد چہ مبنای نماز بر سکینہ وو قارست ودرین فعل موافقت رفضہ است پس اولیٰ ترک آن باشد تحقیقاً للمخالفتہ۔

ترجمہ: اور فرماتے ہیں کہ تہلیل (لا الہ الا اللہ) کے وقت اشارہ سبابہ کے اثبات میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے، ان کی ایک جماعت اس بات پر ہے کہ اشارہ نہ کریں اور منیہ اور واقعات اور تجنیس اور مختار النوازل اور مضمرات اور ولوالجی اور فتاویٰ کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ فتویٰ اشارہ نہ کرنے پر ہے۔ اور خلاصہ اور خزانۃ المقتیین میں فرمایا کہ مختار یہی ہے اور ذخیرہ میں فرمایا کہ ظاہر روایت یہی ہے، اور اشارہ سبابہ کی نفی میں یہ جماعت علت بیان کرتے ہیں کہ اس جگہ ایک فعل زیادہ ہے۔ یہاں اس کی

[1] (صلوٰۃ مسعودی، باب ششم در بیان سنتہائے نماز، ج ۱، ص ۲۵، ۲۶، در مطبع محمدی واقع لباس، بمبئی طبع پوشد)

[2] (فتاویٰ برھنہ، ج ۱، ص ۲۳۴، مکتبہ عربیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

[3] (التدھین للتزیین علی وجہ النبیین، مجموعۃ الرسائل، ج ۲، ص ۷۶، دار الکتاب، صدف پلازہ، محلہ جنگی، پشاور)

ضرورت نہیں ہے، پس اس کو ترک کرنا اولیٰ ہوا، کیونکہ نماز سکون اور وقار پر مبنی ہے اور اس فعل میں رافضیوں (شیعوں) کی موافقت ہے، پس تحقیقی طور پر ان کی مخالفت کے لئے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہوا۔[1]

حضرت سیدنا شیخ عبد الغنی غنیمی دمشقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں:

أی قرأ تشهد ابن مسعود ، بلا اشارة بسبابته عند الشهادة فی ظاهر الرواية۔

ترجمہ: یعنی تشہد ابن مسعود پڑھے، ظاہر روایت میں ہے کہ شہادت کے وقت اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے۔[2]

حضرت سیدنا علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

لیکن مشہور مذہب امام اعظم آن است کہ اشارت نکند وانگشتانِ بر دو دست متوجہ قبلہ دارد۔

ترجمہ: لیکن مشہور مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔[3]

مولانا عبد الحکم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

هذا الحديث منسوخ لكونه فی ابتداء الاسلام لضعف الاعتقاد فی الوحدانية حين اذن و أما في الآخر فمنع النبي صلى الله تعالىٰ عليه و آله و اصحابه و سلم۔

یہ حدیث (اشارہ سبابہ والی) منسوخ ہے کیونکہ ابتداء اسلام میں وحدانیت کے بارے میں اعتقاد کی کمزوری کی وجہ سے اجازت تھی اور رہا آخر میں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے منع فرمادیا۔[4]

حضرت سیدنا علامہ لطف اللہ نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

و العاشر الاشارة بالسبابة كاهل الحديث۔

ترجمہ: دسواں (نماز میں حرام کام) اہل حدیث کے اشارہ کی طرح سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا ہے۔[5]

---

[1] (شرح سفر السعادت، تحقیق رفع سبابہ عند الشهادة، ص ۸۱، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمیٹی، لاہور، فتاویٰ نور الهدیٰ المشهور فتاویٰ جامع الفوائد، ص ۳۲، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

[2] (اللباب فی شرح الکتاب (شرح قدوری)، ص ۷۴، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

[3] (مالابدمنہ، فصل طریق خواندنِ نماز بر وجہ سنت، ص ۳۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

[4] (مراح الارواح، ص ۷۴، حاشیہ ۱۵)

[5] (خلاصۂ کیدانی، ص ۸۴، در مطبع مصطفائی محمد حسین خان، طبع شد الجواهر الكلی شرح عمدة المصلی، الباب السادس من الابواب الثمانية فی بيان المحرمات التی فی الصلاة، ص ۲۱۱، النوريہ الرضويہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

اہل حدیث کی شرح میں حضرت سیدنا میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

کاهل الحدیث: ای کاشارة اهل الحدیث وهم الذین یعملون بظواهر الاحادیث ولا یفرقون بین الناسخ والمنسوخ بین الظاهر والماول ویغفلون عن المعنی الفقهی فیقع لهم الغلط کثیرًا۔

یعنی اہل حدیث کے اشارہ کی طرح اور وہ احادیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں، اور ناسخ اور منسوخ اور ظاہر اور مؤول کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور فقہی معنی سے غافل ہوتے ہیں تو ان کو بہت زیادہ غلطی واقع ہو جاتی ہے۔[1]

حضرت سیدنا حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۳۴ھ لکھتے ہیں:

بہ "میر محمد نعمان" در جوابِ اسولہ کہ پرسیدہ بود و درآنجا تحقیق اشارت سبابہ است وآنچہ مختار علماء حنفیہ است درآن باب۔

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اخوانه من الانبیاء والمرسلین والملائکة المقربین وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اجمعین

صحیفۂ شریفہ کہ بہ مصحوب "ملا محمود" ارسال داشتہ بودند، رسید۔ فرحت فراوان رسانید۔ پرسیدہ بودند کہ علمامی گویند کہ زمین روضۂ متبرکہ مدینہ۔ علیٰ صاحبہا علیٰ الصلواۃ والتحیۃ۔ از مکۂ معظمہ بزرگتر است، باوجود مسجود بودن صورت و حقیقت کعبۂ معظمہ مر صورت و حقیقت محمدیہ را۔ علیٰ صاحبہا علیٰ الصلواۃ والتحیۃ۔ زمین روضۂ متبرکہ چون بزرگتر باشد؟

مخدوما! آنچہ نزد فقیر ثابت شدہ است، آن است کہ خیر البقاع، کعبۂ معظمہ است، بعد از آن، روضۂ مقدسہ مدینہ۔ علیٰ صاحبہا علیٰ الصلواۃ والتحیۃ بعد از آن، حرمِ حضرت مکہ حرسها اللہ تعالیٰ عن الافات۔

اگر علماء روضۂ متبرکہ را از مکہ معظمہ بہتر گفتہ باشند، مراد از مکۂ معظمہ، سوای زمین کعبۂ مقدسہ مراد داشتہ باشند۔

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ان کے سوالات کے جواب میں جو انہوں نے پوچھے تھے۔ اور ان میں سے ایک سوال التحیات میں انگلی شہادت اٹھانے کی تحقیق ہے اور اس امر کا بیان ہے کہ اس بارے میں علمائے حنفیہ کا مختار مذہب کیا ہے؟

---

[1] (حاشیہ خلاصہ کیدانی، ص ۸۴، در مطبع مصطفائی محمد حسین خان طبع شد)

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اخوانہ من الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین وعلی عباداللہ الصلحین اجمعین

آپ کا صحیفہ شریفہ جو ملا محمود کے ہاتھ روانہ کیا تھا، موصول ہوا، اور بہت خوشی کا باعث ہوا۔ آپ نے پوچھا تھا۔ کہ علما فرماتے ہیں کہ روضہ متبرکہ مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی زمین مکہ معظمہ سے زیادہ افضل ہے۔ صورت اور حقیقت کعبہ معظمہ صورت وحقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہاالصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا مسجود ہونے کے باوجود روضہ متبرکہ زمین کیسے افضل ہوسکتی ہے۔ مخدوم گرامی! جو چیز فقیر کے نزدیک ثابت ہے۔ یہ ہے کہ تمام جگہوں سے افضل جگہ کعبہ معظمہ ہے۔ اس کے بعد روضہ مقدسہ۔ مدینہ پاک علی صاحبہاالصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔ اس کے بعد مکہ شریف کی زمین حرم (اللہ تعالیٰ اسے آفات سے محفوظ رکھے) علماء نے اگر روضہ متبرکہ کو کعبہ معظمہ سے افضل کہاہے تو اس سے ان کی مراد کعبہ مقدسہ کی زمین کے علاوہ مکہ معظمہ کی زمین ہوگی۔

وایضاً پرسیدہ بودند در مادۂ تجویز اشارت سبابہ (انگشت سبابہ کہ در تشہد در وقت گفتن اشھد ان لا الہ الا اللہ آن را تکان منی دھند۔)، ملازمان مرحومی ''مولانا علم اللہ'' رسالہ نوشتہ اند، فرستادہ شدہ است دراین باب ہر چہ اشارت شود۔

مخدوما! احادیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلواۃ والسلام در باب جواز اشارت سبابہ، بسیار وارد شدہ اند و بعضی از روایات فقہیۂ حنفیہ، نیز دراین باب آمدہ، چنانچہ مولانا در رسالہ ایراد نمودہ است و چون در کتب فقہ حنفی نیک ملاحظہ نمودہ می آید، معلوم می شود از روایاتِ جواز اشارت، غیر روایات اصول است و غیر ظاہر مذہب است وآنچہ ''امام محمد شیبانی'' گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم یشیر و نصنع کما یصنع النبی علیہ وعلیٰ الہ الصلوۃ والسلام۔ ثم قال ھذا قولی و قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ از روایات نوادر است، نہ روایات اصول۔

فی الفتاوی الغرائب فی المحیط ھل یشیر باصبعہ السبابۃ من یدہ الیمنی لم یذکر محمد ھذہ المسئلۃ فی الاصل و قد اختلف المشایخ فیہ۔ منھم من قال لا یشیر و منھم من قال یشیر و ذکر محمد فی غیر روایۃ الاصول۔ حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انہ کان یشیر ثم قال ھذا قولی و قول ابی حنیفۃ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ و قد قیل انہ سنۃ و قیل مستحب ثم قال فیھا ھذا ما ذکروا و الصحیح ان الاشارۃ حرام۔ و فی السراجیۃ ویکرہ ان یشیر بالسبابۃ فی الصلوۃ عند قولہ اشھد ان لا الہ الا اللہ ھو المختار و فی الکبریٰ و علیہ الفتوی لان مبنی الصلوۃ علی السکون و الوقار۔

نیز آپ نے اشارہ سبابہ کے اشارے کے جواز کے متعلق مولانا علم اللہ کا لکھاہوا رسالہ بھیجا ہے۔ اس بارے میں آپ کی طرف سے کیا حکم ہے؟

مخدوم گرامی! احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام، جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں۔ اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں۔ جیسا کہ مولانا نے رسالے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایت اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں۔ اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انگلی شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔ اور ہم بھی اس طرح کرتے ہیں۔ جس طرح حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کرتے تھے۔ پھر امام محمد نے فرمایا۔ یہی میرا قول اور ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے۔ فتادہ غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے: کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے؟ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلے کا ذکر نہیں کیا۔

اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں۔ اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں کہ کریں۔ اور امام محمد نے غیر روایت اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ کہ حضور ﷺ اشارہ کرتے تھے پھر امام محمد نے اس بارے میں فرمایا۔ یہی میرا اور ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اشارہ سنت ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے۔

پھر صاحب فتاویٰ غریب نے فرمایا یہ وہ ہے جو علمانے ذکر کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے اور مکروہ ہے۔ کہ نماز میں اشھد ان لا الہ الا اللہ، پر انگشت سبابہ سے اشارہ کریں۔ یہی مختار مذہب ہے۔ اور کبریٰ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے۔ اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں۔ یہی مختار ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور جام الرموز میں ہے نہ تو اشارہ کرے اور نہ گرہ لگائے اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ مضمرات اور دلوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ وہ سنت ہے۔ خزانۃ لروایت میں تاتار خانیہ سے ایسا ہی آیا ہے۔ پھر جب تشہد شروع کرے۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو آیا دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کریں اور کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے۔

وفی الغیاثیہ من الفتاوٰی ولا یشیر بالسبابۃ عند التشہد ھو المختار و علیہ الفتویٰ و فی جامع الرموز لا یشیر و لا یعقد۔ و ھو ظاھر اصول اصحابنا کما فی الزاھدی و علیہ الفتویٰ کما فی المضمرات و الولوالجی و الخلاصۃ و غیرھا و عن اصحابنا انہ سنۃ فی خزانۃ الروایات من التاتارخانیۃ ثم اذا اخذ فی التشہد و انتھیٰ الیٰ قولہ لا الہ الا اللّٰہ ھل یشیر باصبعہ السبابۃ للید الیمنیٰ لم یذکر محمد رحمہ اللّٰہ فی الاصل و قد اختلف المشایخ فیہ منھم من قال لا یشیر و فی الکبریٰ و علیہ الفتوی و منھم من قال یشیر و من الغیاثیۃ و لا یشیر بالسبابۃ عند التشہد ھو المختار۔

ہر گاہ در روایات معتبرہ، حرمت اشارت واقع شدہ باشد و بر کراہت اشارت فتویٰ دادہ باشند و از اشارت و عقد، نہی کنند و آن را ظاہر اصول اصحاب گویند، ما مقلدان را نمی رسد کہ بہ مقتضای احادیث عمل نمودہ، جرأت در اشارت، نماییم و بہ فتاوای چندین علماء مجتہدین مرتکب امر محرم و مکروہ و منہی گردیم۔ مرتکب این امر از حنفیہ، از دو حال خالی نیست، یا آنکہ این علماء مجتہدین را علم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نمی نمایند، یا آنکہ عالم این احادیث می داند، اما عمل بہ مقتضای این احادیث در حق این بزرگواران تجویز نمی کنند و می انگارد کہ ایشان بہ مقتضای آراء خود بر خلاف احادیث حکم بر حرمت و کرامت کردہ اند و این ہر دو شق فاسد است۔ تجویز نکند آن را مگر سفیہ یا معاند۔

وآنچہ در ترغیب الصلوۃ گفتہ است کہ انگشت شہادت برداشتن در تشہد، سنت علماء متقدم است، اما علماء متأخر نہی کردہ اند، از آنکہ چون رافضیان در این غلو کردند، سنیان ترک کردند، از برای نفیِ تہمتِ سنی بہ رافضی، مخالف روایات کتب معتبر است، زیرا کہ ظاہر اصولِ اصحاب ما، عدم اشارت و عدم عقد است۔ پس عدم اشارت سنت علمایِ ماتقدم شد و وجہ ترک بر ایشان ظاہر نشدہ است، حکم بہ حرمت یا کراہت نکردہ اند۔

ہر گاہ بعد از ذکر سنیت و استحباب اشارت گویند، ہذا ماذکروا و الصحیح ان الاشارۃ حرام معلوم می شود کہ ادلۂ سنیت و استحبابِ اشارت نزد این بزرگواران بہ صحت نپیوستہ است، بلکہ خلاف آن بہ صحت رسیدہ (است)۔

غایۃ مافی الباب: مارا علم بہ آن دلیل نیست واین معنی مستلزم قدح اکابر نیست۔ اگر کسی گوید کہ ما علم بہ خلاف آن دلیل داریم کہ علم مقلد در اثبات حل و حرمت، معتبر نیست۔ در این باب ظن مجتہد معتبر است۔ ادلہ مجتہدین رااوہن از بیتِ عنکبوت گفتن بسیار جرأت نمودن است و علم خود را بر علم این اکابر ترجیح دادن وظاہر اصول اصحاب حنفیہ را باطل ساختن وروایات معتبرہ مفتٰی بھارا برہم زدن وشواذ گفتن۔ احادیث رااین اکابر بہ واسطہ ٔ قرب عہد ووفور علم وحصول ورع وتقوی، ازمادورافتادگان بھتر می،دانستند وصحت وسقم ونسخ وعدم نسخ آنھارابیشتراز مامی شناختند۔ البتہ وجہ موجبہ داشتہ باشند در ترک عمل بہ مقتضای این،احادیث۔ علٰی صاحبھاالصلوۃ والسلام۔ وما قاصر فھمان این قدر می فھمیم کہ روات احادیث در کیفیت اشارت وعقد، اختلاف بسیار دارند و کثرت اختلافِ ایشان، اضطراب در نفس اشارت پیدا کردہ است۔

از بعضی روایات مفھوم می شود کہ اشارت بی عقد فرمودہ اندوآنکہ بہ عقد گفتہ اند، بعضی روایت کردہ اند کہ عقد پنجاہ وسہ بود و بعضی دیگر روایت کردہ اند کہ عقد بیست وسہ، بہ قبض خنصر وبنصر و حلقہ ٔ ابھام باوسطی اشارت سبابہ روایت کردہ اند۔ ودر روایتی بہ مجرد وضع ابھام بروسطٰی اشارت می فرمودند ودر روایتی آمدہ است کہ دست راست را بر فخذ چپ وضع کردہ، دست چپ، را بر پای راست نھادہ، اشارت می کردند ودر روایت دیگر است کہ دست راست برپشت دست چپ ورسغ بر رسغ وساعد بر ساعد نھادہ، اشارت می فرمودند ودر بعضی روایات آمدہ است کہ قبض جمیع اصابع فرمودہ، اشارت می کردنہ۔ از بعضی روایات معلوم، می شود کہ اشارت بی تحریک سبابہ بودہ است و بعضی دیگر اثبات تحریک نیز می نمایند۔

والیضاً در بعضی روایات واقع شدہ است کہ اشارت در وقت قرائت تشھد می فرمودند، من غیر تعین ودر بعضی احادیث دیگر آمدہ است کہ اشارت در وقت تلفظ بہ کلمہ ٔ شھادت بودہ است ودر بعضی

روایات مقید بہ وقوت دعا ساختہ است کہ می فرمودند: یامقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک۔

و چون علماء حنفیہ در اتیان اشارت اضطراب روات دیدند، فعل زائد در نماز بہ خلاف قیاس اثبات نمودند کہ مبناء صلوٰۃ بر سکون و وقار است۔

وایضاً توجیہ اصابع بہ جانب قبلہ تا ممکن باشد، سنت است کما قال علیہ الصلوۃ والسلام فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع۔ اگر گویند کہ اکثر اختلاف وقتی مضطرب سازد کہ توفیق درمیان روایات ممکن نباشد و در ما نحن فیہ توفیق ممکن است، زیرا کہ تواند بود کہ جمیع روایات را در اوقات مختلفہ کردہ باشند۔

گوییم کہ در بیساری از روایات لفظ کان واقع شدہ است کہ نزد غیر منطقیان از ادوات کلیہ است فلا یمکن التوفیق و آنچہ از "امام اعظم"۔ رحمۃ اللہ۔ منقول است کہ اگر حدیث مخالفت قول من بیابید، قول مرا ترک کنید و بر حدیث عمل نمائید۔ مراد از آن حدیث، حدیث است کہ بہ حضرت امام نرسیدہ است و بنا بر عدم علم این حدیث، حکم بہ خلاف آن فرمودہ است و احادیث اشارت از آن قبیل نیست، احادیث معروفہ اند و احتمال عدم علم ندارد۔

اگر گویند کہ علماء حنفیہ بر جواز اشارہ نیز فتوای دادہ اند، پس بہ مقتضای فتاوای متعارضہ بہ ہر طرف کہ عمل نمودہ آید، مجوز باشد۔

گوییم اگر تعارض در جواز و عدم جواز، و حل و حرمت واقع شود، ترجیح جانب عدم جواز است و جانب حرمت را۔ وایضاً "شیخ ابن ہمام" در رفع یدین (بلند کردن دست ہا در ہنگام گفتن تکبیرات انتقال در نماز۔) گفتہ است کہ احادیث رفع و عدم رفع، متعارض اند، ما بہ قیاس، احادیث عدم رفع را ترجیح می دہیم کہ مبناء صلوٰۃ بر سکون و خشوع است کہ بہ اجماع مطلوب و مرغوب است۔

اور غیاثیہ میں ہے اور نہ اشارہ کرے انگشت سبابہ کے ساتھ تشہد کے وقت یہی مختار ہے۔ جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے۔ اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اشارہ اور گرہ لگانے سے علما روکتے ہیں۔ اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر اصول بتاتے ہیں تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضا کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں۔ اور اس قدر علما اور مجتہدین کے فتووں کے باوجود ایک حرام اور مکروہ اور ممنوع کام کا ارتکاب کریں۔

حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو ان علمائے مجتہدین کے لیے جواز اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا۔ یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لیے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا۔ یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے لیکن ان بزرگوں کے لیے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ دونوں شقیں فاسد ہیں انہیں وہی فاسد قرار دے گا جو بے وقوف ہو یا ضدی۔

اور ترغیب الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے کہ تشہد میں انگلی شہادت اٹھانا علمائے متقدمین کی سنت ہے۔ لیکن متاخرین علما نے اس سے روکا ہے۔ اس وجہ سے کہ جب رافضیوں نے اس میں غلو کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سنی پر رافضی ہونے کی تہمت کو دور کرنے کے لیے اسے ترک کرنا معتبر کتابوں کی روایت کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم عقد ہے۔ تو عدم اشارہ علمائے متقدمین کی سنت ہوئی۔ اور وجہ ترک نفی تہمت نہ قرار پائی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی۔ حرمت یا کراہت کا انہوں نے حکم نہیں لگایا جب کہ اشارے کے سنت اور مستحب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

یہ وہ ہے جو علما نے بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کی سنیت اور استحباب کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔ غایت مافی الباب ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ معنیٰ اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ حلت و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے۔ بلکہ اس باب میں مجتہدین کے ظن کا اعتبار ہے۔ مجتہدین کے دلائل کو خانہ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور کہنا بہت

جرأت ہے۔ اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحاب حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا اور روایات معتبرہ مفتیٰ بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے یہ اکابر احادیث کو قرب زمانہ نبوی، زیادتی علم اور ورع و تقویٰ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادوں سے بہتر جانتے تھے۔ اور احادیث کی صحت و سقم اور ان کے نسخ و عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہو گی۔ تب ہی انہوں نے ان احادیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقتضی کے موافق عمل نہیں کیا۔

ہم کم فہم اس قدر سمجھتے ہیں کہ کیفیت اشارہ وعقد کی احادیث کے راوی آپس میں بہت مختلف ہیں۔ اور ان کے کثرت اختلاف نے نفس اشارہ میں ہی اضطراب پیدا کر دیا ہے چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ نے اشارہ بغیر گرہ کے فرمایا ہے۔

اور جو عقد کے متعلق کہتے ہیں تو ان میں سے بعض روایت کرتے ہیں کہ ترپن (۵۳) کا عقد تھا۔ اور بعض دوسرے روایت کرتے ہیں کہ تیئیس (۲۳) کا عقد تھا۔ اور بعض نے خنصر (چھنگلیا) اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بند کرنے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کا ساتھ حلقہ بنا کر اشارہ سبابہ کی روایت کی۔ اور ایک روایت میں صرف انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھ دینے کو ہی اشارہ قرار دے دیا گیا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اور پہنچے کو پہنچے پر اور کلائی کو کلائی پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کرتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ انگشت سبابہ کو حرکت دینے کے بغیر ہوتا تھا۔ اور بعض دوسری روایات حرکت کے ساتھ اشارے کا اثبات کرتی ہیں۔ نیز بعض روایات میں واقع ہوا ہے۔ کہ تشہد پڑھنے کے وقت اشارہ فرماتے تھے لیکن کس لفظ پر اشارہ فرماتے تھے اس کا کوئی تعین نہیں۔ اور بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ اشارہ کلمہ شہادت پڑھنے کے وقت ہوتا تھا۔ اور بعض دوسری روایات میں وقت دعا سے مقید کیا گیا ہے۔ جب کہ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ اور جب کہ علمائے حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کے اضطراب واختلاف کو دیکھا۔ تو نماز میں ایک زائد فعل خلاف قیاس کو ثابت نہیں کیا۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون ووقار پر ہے۔ نیز حتی الامکان انگلیوں کو جانب قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ نمازی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اعضا کو قبلے کی طرف

پھیر لے۔ اگر یہ کہیں کہ اختلاف اس وقت اضطراب پیدا کرتا ہے۔ جبکہ درمیان میں موافقت ممکن نہ ہو۔ اور اس مسئلہ میں موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کو اوقات مختلفہ میں کیا ہو۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ بہت سی روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے۔ جو غیر مناطقہ کے نزدیک حروف کلیہ میں سے ہے لہٰذا موافقت ممکن نہیں۔

اور وہ جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور حدیث پر عمل کرو۔ تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو۔ اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے۔ اور اشارے کی احادیث اس قبیلہ سے نہیں اور مشہور احادیث ہیں۔ اور نہ جاننے کا احتمال نہیں۔

سوال: اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا متعارض فتاویٰ کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز اور عدم جواز اور حلت و حرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدم جواز اور حرمت کی جانب کو ہوتی ہے۔ نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کی بحث میں فرمایا ہے کہ رفع اور عدم رفع کی احادیث متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون اور خشوع پر ہے جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

والعجب من الشیخ ابن الھمام انہ قال وعن کثیر من المشایخ عدم الاشارۃ وھو خلاف الروایۃ والدریۃ۔ کیف نسب التجھیل الی العلماء المجتھدین المتمسکین بالقیاس الذی ھو الاصل الرابع من الشرع وھو ظاھر المذھب و ظاھر الروایۃ عند الحنفیۃ وھذا الشیخ قد ضعف حدیث القلتین بالاضطراب الحاصل من کثرۃ اختلاف الرواۃ۔

فرزندی ارشدی، "محمد سعید" دراین باب رسالہ می نویسد، چون بہ بیاض برسد، فرستادہ خواہد شد۔ انشاءاللہ تعالیٰ وایضاً پرسیدہ بودند کہ از طالبان طریقہ ایشان بہ ہر طرف جمعی ہستند، در ہیچ جا دلیری نکردہ و بہ کس نگفتہ کہ سر حلقہ باشد۔ بہ ہر چہ اشارت شود، ہر کرا مناسب این دانند، فرمایند کہ سر حلقہ جمعی باشد۔ این امر بہ صلاح شما مفوض است، بعد از استخارہ و توجہ امر فرمایند۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

اور شیخ ابن ہمام پر تعجب ہے کہ اس نے کہا۔ کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ منقول ہے۔ لیکن وہ روایت اور درایت کے خلاف ہے۔ کہ ابن ہمام نے علمائے مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کر دی۔ حالاں کہ وہ قیاس سے دلیل

لا رہے ہیں۔ جو شرع کا چوتھا اصل ہے۔ اور وہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے۔ حالانکہ اسی شیخ نے قلتین کی حدیث کو راویوں کے کثرتِ اختلاف سے حاصل ہونے والے اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ میرے فرزند ارشد محمد سعید اس بات میں ایک رسالہ لکھ رہے ہیں تیار ہونے پر ان شاء اللہ تعالیٰ ارسال کیا جائے گا۔ نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ہمارے طریقہ کے طالب ہر طرف سے جمع ہو چکے ہیں۔ کسی بھی مقام پر جرأت نہیں کی۔ اور کسی سے نہیں کہا۔ کہ سر حلقہ بنیں۔ جو اشارہ ہو۔ اور جسے اس کام کے مناسب جانیں تو فرمادیں۔ کہ سر حلقہ جماعت بن جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کام تمہاری صواب دید کے سپرد ہے۔ استخارہ اور توجہ کے بعد حکم فرمادیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ [1]

حضرت سیدنا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

بتقریب عدم رفع سبّابہ در تشہد بمذہب مختار حنفیہ رسالہ بنگاشتہ بودند و فرمودند مقصد آنست کہ آلویت عدم رفع بثبوت رسد علمائے کہ مثبت رفع سبابہ بودند در اقامت جواب متحیر ماندند۔

ترجمہ: اس مخدوم زادہ نے تشہد میں سبابہ کے نہ اٹھانے سے متعلق مذہب حنفیہ کا اختیار کردہ اصول لکھا ہے اور اس رسالے میں لکھا ہے کہ اولیت، سبابہ کے نہ اٹھانے کو حاصل ہے۔ چنانچہ وہ علما جو سبابہ اٹھانے کی حمایت میں تھے وہ اس کے لیے دلیل پڑھ کر حیرت کرنے لگے۔ [2]

حضرت سیدنا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

در تشہد اشارہ بسبابہ نمی کردند و مے فرمودند اگرچہ ظاہر بعضے احادیث بر فعل آن دلالت مے نماید و نیز بعضے روایات از حنفیہ ہم بر جواز آن آمدہ است امّا چون نیک تتبع نمودہ آمد احوط و مفتی بہ ترک آن معلوم شد کہ بسیارے از علما حرام و مکروہ ہم گفتہ اند چون اُمرے میان حل و حرمت دائر شود ترک آن اولی ست و نیز عمل حنفیہ بروایات اصل و ظاہر الروایۃ است و امام

---

[1] (مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۳۱۲، ج، ۱، ص، ۷۶۳، تا، ۷۶۷، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)(مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۳۱۲)

[2] (برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۳۱۰، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

محمد اتیان آنرا در اصل ذکر نہ کردہ بل در نوادر آوردہ ودر آخر جلد اول مکتوبے بیز دریں باب نگارش نمودہ اند و گاہے در بعضے نوافل احتیاطاً واحتمال سنت اُدا فرمودہ اند۔

تشہد میں سبابہ سے اشارہ نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگرچہ بعض احادیث کا ظاہر اس کے فعل پر دلالت کرتا ہے اور حنفیہ سے بھی بعض روایات اس کے جواز کے متعلق منقول ہیں۔ لیکن جب اچھی طرح تلاش اور جستجو کی گئی تو احوط اور مفتی بہ اس کا ترک معلوم ہوا کہ بہت سے علماء نے حرام و مکروہ بھی کہا ہے۔ اور جب کوئی امر حلت و حرمت کے درمیان دائر ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے۔ نیز حنفیہ کا عمل اصل اور ظاہر الروایۃ کی روایت پر ہے۔ اور امام محمد نے اس عمل کے کرنے کو اصل میں ذکر نہیں کیا۔ بلکہ نوادر میں ذکر کیا ہے جلد اول کے آخر میں ایک مکتوب میں بھی آپ نے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے، کبھی بعض نوافل میں احتیاطاً اور احتمال سنت کی بنا پر ایسا کر لیا کرتے تھے۔[1]

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

ملفوظ ۱۸: اشارت سبابہ (انگشت شہادت۔) بہ تشہد ("التحیات للہ" خواندن۔ اگرچہ ظاہر بعضے احادیث دلالت بر فعل آن می کند و نیز بعضے روایات از مجتہدان حنفیہ بر جواز آن آمدہ است، اما چون نیک تتبع (تفتیش۔) نمودہ شد احوال و مفتی بہ، ترک اشارت ظاہر گشت کہ بسیارے از علماء حرام و مکروہ گفتہ اند و چون امرے در حل و حرمت دائر گردد ترک آن اولی بود۔

ملفوظ نمبر ۱۸: نماز میں التحیات پڑھتے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا اگرچہ بعض ظاہر احادیث کے موافق ہے اور مجتہدان خفیہ کی بعض روایات اس کے جواز میں پر موجود ہیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ احتیاط اور بہتری اسی میں ہے کہ یہ اشارہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے علماء نے اسے حرام اور مکروہ کہا ہے اور جب کسی چیز کے حلال اور حرام ہونے میں اختلاف ہو اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہو گا۔[2]

[1] (برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۲۰۹، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

[2] (حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۱۵۱، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور) (حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۱۲۶)